# جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ

ادارہ اشاعتِ دینیات (پرائیویٹ) لمیٹڈ
نئی دہلی - بمبئی

نام کتاب : جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور اس کے جوابات
تعداد دو ہزار ایک سو

ناشر
انیس احمد

ISBN 81-7101-052-0

# فہرست مضامین

## رسالہ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

تاریخ طباعت عکسی ـــــ یکم شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد :۔ نظام الدین کی دعوت تبلیغ کے سلسلہ میں چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس نوراللہ مرقدہٗ ہی کے دور سے اس ناکارہ پر استفسارات اور اشکالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ چونکہ اس وقت صحت اچھی تھی لکھنے پڑھنے کی بھی معذوری نہیں تھی اس لئے ہر خط کا جواب مختصر یا مفصل حسب موقع لکھتا رہا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے شائد ایک ہزار سے زائد خطوط اس سلسلہ میں لکھے ہوں گے۔ بہت سے اشکالات تو مشترک ہوتے تھے بعض وقتی اور ضروری بھی ہوتے تھے۔ مگر اب چند سال سے لکھنے پڑھنے کی اپنی معذوری کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ جواب لکھوانا مشکل ہو گیا، اس لئے باوجود اپنے امراض کی کثرت اور معذوریوں کے میرا خیال یہ ہوا کہ چند اشکالات جو عموماً کثرت سے اور عامۃ الورود مجھ تک پہنچے ہیں ان کے متعلق مختصراً اپنے خیالات جمع کرا دوں کہ اب خطوط کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھوانا بھی بہت مشکل ہو گیا اور اپنے اکابر بالخصوص حضرت اقدس حکیم الامۃ حضرت تھانوی اور حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہما کی طرح سے اپنے متعلق بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں کو اس ناکارہ کی طرف سے غلط روایات کے نقل کرنے کا موقع نہ مل جائے اس لئے کہ کوئی ادارہ مدرسہ ہو یا خانقاہ اس زمانہ میں کوتاہیوں سے تو خالی نہیں اور جیسا کہ میرے اکابر کی طرف سے جو بعض موقعوں پر بعض جزوی تنبیہات ہوئی ہیں ان کی وجہ سے ان اکابر کو جماعتِ تبلیغ کا مخالف قرار دے کر اب ہوا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح اس ناکارہ کی طرف سے کسی تنبیہ سے کوئی غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے اس لئے کہ میں بھی تبلیغی جماعت اور کارکنوں کی کوتاہیوں پر تنبیہات کرتا رہتا ہوں، بلکہ اپنی حماقت سے چچا جان نوراللہ مرقدہٗ کے دور میں ان پر بھی تنقید سے نہیں چوکتا تھا اور ان کے بعد عزیزانم مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب سلمہٗ کے دور میں نہ ان محترم عزیزوں پر بلکہ قدیم وجدید کارکنوں پر نکیر کرتا رہا ہوں تحریراً بھی تقریراً بھی، اسی طرح حجاز، پاکستان، افریقہ کے دوستوں کو بھی نکیر وتنبیہ سے نہیں چھوڑا، یقیناً میرے بہت سے خطوط میں تنبیہیں، نکیریں اور اعتراضات ملیں گے۔ ان لغویات کی طرف تو میں نے کبھی التفات نہیں کیا کہ تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں، تبلیغ والے یوں کرتے

ہیں یہ تو ایک ہوائی گاڑی ہے اور میرے نزدیک بھی جیسا کہ بعض معترضین کا اعتراض حضرات دہلی پر ہے کہ وہ معترضین کے اعتراضات کو گوزشتر سمجھتے ہیں میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں البتہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے متعلق بھی میرے پاس کوئی شخص شکایت پہونچی تو میں نے اس پر نکیر اور تنبیہ میں بھی کبھی کسر نہیں چھوڑی، بخاری شریف میں ہے، "حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے یوں کہا کاش کہ تم فلاں (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان فتنوں کے بارے میں جو ان کے زمانے میں پیش آرہے ہیں) گفتگو کرتے انھوں نے فرمایا کہ تمہاری رائے یہ ہے کہ میں جو ان سے گفتگو کروں وہ ساری تم سے بھی کہوں میں ان سے تنہائی میں گفتگو کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ جو فتنہ کا دروازہ بند ہے وہ میں کھولوں، اس لئے مجھے بھی خیال ہوا کہ میرا کوئی تنبیہی اور زجری خط کسی کے پاس ہو اور میرے بعد تبلیغ کے کسی مخالف نے اسے شائع کیا اور اس کو میری مخالفت تبلیغ پر حمل کیا تو یقیناً غلط ہوگا، میں اس مبارک کام کو اس زمانہ میں بہت اہم اور بہت ضروری سمجھ رہا ہوں اور خود اہل مدرسہ اور اہل خانقاہ ہونے کے باوجود ببانگ دہل اس کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ عمومی اور ضروری کام بعض وجہ سے مدارس اور خانقاہ سے زیادہ مفید اور افضل ہے۔ ان میں سب سے اہم اور عامۃ الورود اشکال جس کے متعلق سو سے کم تو نہیں کچھ زیادہ ہی خطوط میرے پاس آئے ہوں گے ان میں سب سے اہم اشکال یہ ہے کہ تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور تعجب اس پر ہے کہ یہ اشکال عوام کی بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا، اہل علم کی طرف سے اس قسم کے اشکالات کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے۔ اس لئے کہ جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ عرفاً زیادہ معروف ہے لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے، جس کا درجۂ مجبوری اور آخری درجہ قتال بھی ہے، قتال اصل مقصد نہیں، بدرجۂ مجبوری ہے، تفسیر مظہری میں كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہاد کی فضیلت تمام نیکیوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائے گا اس کی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات میں داخل ہوں گی، اور اس سے زائد افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے۔ اس لئے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے۔ فقط اس زمانہ میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیلی اور پھیل رہی ہے اس سے تو کسی مخالف سے مخالف کو بھی انکار نہیں ہو سکتا، ہزاروں آدمی

بلکہ لاکھوں بے نمازی پکے نمازی بن گئے، سیکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھوں اور ان کی مساعی سے مسلمان بن گئے۔" جہاد کی لغوی اور شرعی تحقیق یہ ناکارہ اپنی کتاب اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک اور لامع الدراری علی جامع البخاری کے حاشیہ پر تفصیل سے لکھ چکا ہے۔ جہاد کے لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں۔ اور شرعاً مشقت کا اٹھانا کفار کے قتال میں بھی اور اس کا اطلاق مجاہدۂ نفس پر بھی آتا ہے۔ اور شیطان سے مجاہدہ پر بھی آتا ہے۔ اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ پر بھی، اور کفار سے جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے، زبان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے اس قسم کی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المجاھد من جاھد نفسہ اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت شعب الایمان للبیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے ابن عربی نے ترمذی شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صوفیاء کا مذہب یہ ہے کہ جہاد اکبر نفس کا جہاد ہے اور قرآن پاک کی آیت وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ وہ اصل مجاہد نہیں جو دور کے دشمن سے جہاد کرے اصل مجاہد وہ ہے جو اس دشمن سے جہاد کرے جو ہر وقت ساتھ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر۔ یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔ الی آخر ما بسط فی الاوجز، اور ظاہر ہے کہ یہاں جہاد اکبر کا مصداق جہاد بالسیف اور جہاد مع الکفار نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ باجی نے لکھا ہے کہ "سبیل اللہ" کا لفظ تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ حدیث رجعنا من الاصغر الی الجھاد الاکبر مختلف طرق سے نقل کی گئی ہے۔ اہل علم حوالہ دیکھنا چاہیں تو لامع الدر کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے "التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف" میں تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قرآن پاک کی آیت جَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ میں حضرت جابرؓ کی روایت کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت غزوہ سے واپس آئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بہت اچھا آنا آئے کہ جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے۔ ان روایات میں جو کچھ

ضعف ہے وہ اول تو فضائل میں مغتفر ہوتا ہے اور تعدد طرق سے مندفع ہو جاتا ہے۔
علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ لامع کے حاشیہ میں ہے کہ فرائض نماز، روزہ وغیرہ چونکہ مقاصد لعینہ ہیں وہ جہاد سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ جہاد کی اصل غرض ایمان اور اعمال حسنہ ہی پر عمل کرانا ہے لامع کے حاشیہ میں ابن عابدین سے نقل کیا ہے کہ اس میں ذرا بھی تردد نہیں کہ ادائے فرائض پر مواظبت اپنے اوقات میں جہاد سے افضل ہے۔ اس لئے کہ وہ فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور جہاد صرف ایمان اور نماز ہی کے قائم کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے۔ اس لئے اس کا حسن لغیرہ ہے۔ اور نماز کا حسن لعینہ اس لئے یہ افضل ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ کوشش بھی نماز وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے کی جائے گی وہ افضل الجہاد ہی کے حکم میں شمار کی جائے گی۔۔ امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے پر باب المشی الی الجمعۃ میں حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی ہے من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرم اللہ علی النار جو شخص کہ اس کے دونوں پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کر دیتے ہیں، اگر امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث پاک سے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے کی فضیلت پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر اگر مبلغین اللہ کے راستہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خدمت کے لئے پاؤں چلنے پر اس حدیث سے استدلال کریں تو ان پر کیا الزام ہے۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں "یہ سفر (یعنی سفر تبلیغ) غزوات ہی کے سفر کے خصائص اپنے اندر رکھتا ہے اور اس لئے امید بھی ویسے ہی اجر کی ہے یہ اگرچہ قتال نہیں ہے مگر جہاد ہی کا ایک فرد ضرور ہے، جو بعض حیثیات سے اگرچہ قتال سے کمتر ہے مگر بعض حیثیات سے اس سے بھی اعلیٰ ہے مثلاً قتال میں شفاء غیظ اور اطفاء شعلہ غضب کی صورت بھی ہے اور یہاں اللہ کے لئے صرف کظم غیظ ہے اور اس کے دین کے لئے لوگوں کے قدموں میں پڑ کے اور ان کی منتیں خوشامدیں کر کے بس ذلیل ہونا ہے (ملفوظات) حضرت دہلویؒ کا یہ ارشاد کہ جہاد میں اطفاء غضب بھی ہوتا ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت سے جو بخاری میں آئی ہے مستنبط ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی قوت کے مظاہرہ کی وجہ سے لڑتا ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ جہاد وہی

ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہو،

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کلمۃ اللہ سے مراد دعوت الی الاسلام ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے درمیان میں جو وجوہ وارد ہوئی ہیں ان میں ریا اور شہرت بھی آیا ہے اور ایک روایت میں حمیۃً بھی آیا ہے۔ اور ایک روایت میں یقاتل غضباً بھی آیا ہے یعنی اپنے حظ نفس کے واسطے اور غصہ اتارنے کیواسطے انھوں نے لکھا ہے کہ ان روایات میں پانچ وجوہ ذکر کیگئی ہیں۔ فقط

خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہاد کا اطلاق قتال کے علاوہ دوسرے امور پر بھی جو اس مقصد میں معین و مددگار ہوں کثرت سے احادیث میں کیا گیا ہے۔ جو اہل علم سے تو مخفی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلامی سرحد پر ایک رات جاگنا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے افضل ہے، اور سرحد پر ٹھیرنا ظاہر ہے کہ اسلام ہی کی حفاظت کے لئے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص کسی غازی کی سامان سے مدد کرے وہ بھی غازی ہے اور جو اس کی غیبت میں اسکے گھر والوں کی خبر گیری کرے وہ بھی غازی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اور فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک نکلے (یعنی دوسرا اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرے) تو ثواب دونوں میں مشترک ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لشکروں کا بھیجنا قتال کے واسطے نہیں ہوتا تھا بلکہ اس میں اصل دعوت ایمان ہوتی تھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشہور حدیث ہے اور بخاری شریف وغیرہ میں موجود ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے لئے جھنڈا لے کر بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ حضور! جاکر ان سے قتال شروع کردوں یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل نہیں۔ وہاں جاکر اطمینان سے اول ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر ایک شخص بھی تیری کوشش سے مسلمان ہو جائے تو وہ (غنیمت کے) سرخ اونٹوں سے بہت اچھا ہے، اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر دوسرے درجہ میں ان کو جزیہ دینے پر آمادہ کر اور اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے قتال کر، متعدد احادیث سے یہ مضمون مستنبط ہے کہ جہاد معروف میں بھی قتال مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود ایمان اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے،

مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہٹور ضلع بجنور کے علماء کے خصوصی اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے وفود، لشکر، قبائل اور علاقوں میں بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہادوں

کی تعداد ایک روایت کی بنا پر ۲۳ ہے اور دوسری روایت کی بنا پر ۳۹ہے ہے، ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "بعث مقاتلا" آپؐ نے جنگ کے لیے بھیجا، بقیہ سب کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لیے بھیجا تھا (سوانح یوسفی عزیزی)

اہل علم سے بڑا تعجب ہے کہ وہ فی سبیل اللہ کے لفظ کو جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں جبکہ نصوص قرآنیہ اور احادیث کثیرہ اس کے عموم پر دلالت کرتی ہیں قرآن پاک کی آیت إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الآیۃ میں فی سبیل اللہ کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جن کو اوجز جلد ثالث میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ باجی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے، امام مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہ قول نقل کیا گیا ہے، امام احمدؒ کا ارشاد یہ ہے کہ اس سے مراد حج ہے یہی امام محمدؒ کی رائے ہے۔ اور صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد جملہ امور خیر ہے۔ اس میں ہر وہ سعی داخل ہے جو اللہ کی طاعت کے بارے میں ہو، مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، حضورؐ نے دریافت کیا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں، انھوں نے عرض کیا کہ زندہ ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں جہاد کر یعنی ان کی خدمت کر، یہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کو بھی جہاد سے تعبیر کیا ہے، مشکوٰۃ میں بروایت خریم بن فاتک حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے راستہ میں کوئی خرچ کرے سات سو گنا دوچند ہو جاتا ہے۔ جبکہ اللہ کا راستہ جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا تو پھر اگر اہل تبلیغ اس حدیث سے تبلیغی اسفار میں خرچ کو داخل کریں تو کیا اشکال کی بات ہے۔ اسی طرح سے ایک دوسری حدیث میں حضرت علی، ابو درداء، ابو ہریرہ، ابو امامہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، جابر بن عبداللہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو کوئی گھر رہ کر اللہ کے راستہ میں کوئی خرچ بھیجے اس کو ایک درہم کے بدلے سات سو۷۰۰ درہم ملتے ہیں اور جو خود جہاد میں نکلے اور خرچ کرے اس کو ہر درہم کے بدلے میں سات لاکھ درہم کا ثواب ہوتا ہے، اس میں تبلیغی اسفار یقیناً داخل ہیں اور مدارس کا چندہ

---

ہے عدد میں کاتب سے سہو ہوا کم از کم تعداد ۱۹ ہے اور زائد سے زائد ۲۷ کے عدد کی روایت ہے ۱۲ ز

بھی اسی میں داخل ہے۔ تفسیر مظہری میں مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کی تفسیر میں الجہاد او غیر ذٰلک من ابواب الخیر ہے۔ اسی طرح اَلَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کی تفسیر میں... فی تحصیل العلوم الظاہرۃ والباطنۃ، الجہاد ذکر فرمایا گیا ہے مشکوٰۃ شریف میں بروایت ترمذی و دارمی حضرت انس رضؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص طلب علم میں گھر سے نکلے وہ فی سبیل اللہ میں داخل ہے یہاں تک کہ گھر واپس آئے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے یعنی جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے اس کو جہاد میں نکلنے کا ثواب ملتا ہے اس لئے کہ یہ طالب علم بھی مجاہد کی طرح سے ہے دین کے زندہ کرنے میں اور شیطان کے ذلیل کرنے میں اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے میں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب امور تبلیغی اسفار میں بطریق اولیٰ پائے جاتے ہیں،

اعتدال میں اس قسم کی روایات بہت کثرت سے ذکر کی گئی ہیں اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے حالانکہ ظالم بادشاہ کے لئے کافر ہونا ضروری نہیں بلکہ مسلمان بادشاہ اگر ظالم ہو تو وہ بھی اس میں بطریق اولیٰ داخل ہے البتہ بڑی شرط یہی ہے کہ ساری جدوجہد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو جیسا پہلے گذر چکا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جہاد وہی ہے جو صرف اس لئے کیا جائے کہ اللہ کے نام کا بول بالا ہو، یہ مضمون اعتدال میں بہت تفصیل سے ذکر کیا جا چکا۔ نیز حضرت حکیم الامۃ تھانوی، حضرت شیخ الہند اور مرجع الاتقیاء حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نے ۱۳۲۸ھ میں جب کہ مظاہر علوم کے دار الطلبہ قدیم کی تعمیر کا سلسلہ چل رہا تھا تو مدرسہ کے چندہ کی ایک اپیل کی جو مظاہر علوم کی ۱۳۲۸ھ کی روداد میں شائع ہوئی ہے اور حضرت حکیم الامۃ کی لکھی ہوئی ہے اور بقیہ ہر دو اکابر کی اس پر تصدیق ہے، اس جگہ کے مناسب وہ تحریر ہے، وہ حسب ذیل ہے:۔

"میں اس اشتہار کے مضمون میں موافق ہوں، دار الطلبہ اس وقت باقیاتِ صالحات کے افضل افراد سے ہے، حدیث صحیح میں باقیات صالحات سے جن کا ثواب بعد مرنے کے بھی ملتا رہتا ہے یہ ارشاد فرمایا ہے " او بیتا لابن السبیل بناہ اور ظاہر ہے کہ طلبہ ابن السبیل یقیناً ہیں بلکہ سب ابناء السبیل سے افضل ہیں کیونکہ یہ لوگ سبیل اللہ میں ہیں، جب مطلق سبیل والوں کی اعانت میں یہ فضیلت ہے تو سبیل اللہ والوں کی خدمت میں کیا کچھ فضیلت

ہو گی، پھر غور کرنا چاہیے کہ سبیل اللہ کے سب افراد میں مطلقاً بھی اور خصوص اس وقت میں کہ علوم دینیہ کی سخت ضرورت ہے اور اس کی کمی سے سخت مضرتیں واقع ہیں خاص اس سبیل اللہ یعنی تحصیل و تکمیل علوم دینیہ میں سب سے زیادہ فضیلت ہے، پس بالضرور دار الطلبہ کا بنانا اس وقت اس خاص حیثیت سے سب باقیات صالحات سے افضل ہے امید ہے کہ اہل اسلام اپنی اپنی استطاعت کے موافق اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں گے اور بلا لحاظ قلیل و کثیر کے ضرور اس میں امداد فرمائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ"

العبد اشرف علی تھانوی

بیشک حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلمہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نہایت مناسب اور ضروری ہے۔ العبد عبدالرحیم عفی عنہ

مولانا اشرف علی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے حق اور صواب ہے العبد محمود عفی عنہ فقط

میرا مقصود اس تحریر کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ جو لوگ خروج فی سبیل اللہ کو صرف جہاد معروف کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں ان کے لئے تنبیہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہاد معروف کے ساتھ مخصوص نہیں تفسیر مظہری میں قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ کی تفسیر میں لکھا ہے عن الاسلام والطاعات اھ اسی طرح سے کثرت سے تفسیر مذکور میں سبیل اللہ کی تفسیر طاعات اللہ سے کی گئی ہے۔ اس لئے طاعات سے جو لوگ روکنے والے ہوں ان پر تشدد میں بھی مضائقہ نہیں، اگر قدرت ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تعجب اس پر ہے کہ ان اکابر ثلثہ کے متبعین میں سے کسی کی طرف سے یہ مضمون سنتا ہوں کہ تبلیغ والے خروج فی سبیل اللہ میں جو جہاد کے ساتھ مخصوص ہے خروج للتبلیغ کو شامل کرتے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، بہرحال اس سیہ کار کے نزدیک تو خروج فی سبیل اللہ کی آیات واحادیث میں یہ لوگ اپنے تبلیغی اسفار کو داخل کریں تو نہ کوئی اس میں اشکال ہے نہ تردد ہے، اور جہاں تک اس کوتاہ نظر کی معلومات کا حاصل ہے وہ مفسرین و محدثین کے کلام میں فی سبیل اللہ کا لفظ قتال کے ساتھ مخصوص نہیں پایا۔ اس لیے اہل تبلیغ کا ان آیات اور روایات سے سے خروج للتبلیغ جو فی سبیل اللہ کا اعلیٰ فرد ہے پر استدلال کرنا بے محل نہیں ہے۔ یہ مضمون اپنے جوانی کے زمانے میں حذف و اضافہ کے ساتھ بہت سے خطوط میں لکھوا بھی چکا ہوں۔

اشکال ۲:- جو کثرت سے بندہ کے پاس خطوط میں پہنچا وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ مسلمانوں کے لیے جماعتیں بھیجی جائیں بلکہ سرایا اور جماعتیں کفار کے لیے بھیجی جاتی تھیں، مسلمانوں کے یہاں جماعتیں بھیجنے کا معمول نہیں تھا۔ اس لیے یہ بدعت ہے اس اشکال کے بھی بیسیوں جوابات اس ناکارہ نے لکھے ہیں، اور اس اشکال میں بھی مجھے اہل علم کی طرف سے اس قسم کی کوئی بات پہنچتی ہے تو زیادہ حیرت ہوتی ہے، جبکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر مامور بہ ہے، اور پہلے مضمون سے یہ بھی ظاہر ہو چکا کہ دین کی اشاعت کے لیے جو کوشش بھی ہو وہ جہاد میں داخل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ یہ طریقہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اول تو فی حد ذاتہ غلط ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ لیکن بطریق تسلیم مامور بہ کے حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو اس کے مامور بہ ہونے میں کیا تامل ہے، کیا مدارس کا موجودہ طریقہ مدرسین کو اسباق کی تقسیم گھنٹوں کی پابندی سہ ماہی ششماہی سالانہ امتحانات وغیرہ وغیرہ جو اس زمانہ میں نہایت ضروری ہیں اور ضروری سمجھے جا رہے ہیں اور واقعۃً ضروری ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ سب تھے؟ اسی طرح خانقاہیں اور ان کے معمولات اور ان کے طرق باوجود نہایت اہم اور ضروری اور مامور بہ ہونے کے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی طریقے تھے۔ کیا کتابوں کی تصانیف ان کی طباعت شروح و حواشی کے سارے مروجہ طریقے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، ایسے ہی ٹن کی نماز کہ جہاں گھنٹہ بجا خواہ امام ہو یا نہ ہو روزانہ کے مقتدی آچکے ہوں یا نہیں فوراً نماز شروع ہو جاتی ہے یہ حضورؐ کے زمانہ میں کہاں تھا۔ ایسے ہی کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں توپ اور بندوق سے لڑائی نہیں تھی لہٰذا وہ تو بدعت ہے تیروں سے جہاد ہونا چاہیئے ان امور میں سے کسی کو بھی کوئی بدعت نہیں کہتا، اور اس سب کے بعد یہ بھی کہنا غلط ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس جماعتوں کے بھیجنے کا طریقہ نہیں تھا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حیاۃ الصحابہؓ جو اصل کتاب تو عربی میں ہے اہل علم کو خاص طور سے اس کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اس میں بیسیوں واقعات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جماعتوں کے بھیجنے کے بہت کثرت سے ملیں گے اور اس کے اردو[1] ترجمے بھی کثرت سے ہو گئے ہیں، اس میں ایک مستقل باب باب ارسال الصحابۃ الی البلدان للتعلیم ہے، نمونہ کے

[1] حیاۃ الصحابہؓ تین جلدوں میں اردو ترجمہ ہمارے یہاں سے چھپا ہے۔ قیمت -/۳۴

طور پر چند نقل کرتا ہوں، حضرت عاصم بن عمر کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے یہاں مسلمان ہیں، چند آدمیوں کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے جو ہمیں دین سکھلائیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ نفر کی جماعت روانہ کی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور ابوموسیٰ کو یمن بھیجا، تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھلائیں، حضرت عمار بن یاسر رض کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبیلہ قیس کی ایک جماعت کی طرف بھیجا کہ ان کو جا کر دین کی باتیں سکھلاؤں، وہ کہتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو میں نے ان کو وحشی اونٹوں کی طرح پایا کہ جن کا مقصد زندگی اونٹ اور بکریاں تھیں میں ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا اور حضورؐ کی خدمت میں ان کی غفلت کی حالت ذکر کی تو حضورؐ نے فرمایا، اے عمار! تجھے اس سے زیادہ تعجب کی بات سناؤں، ایک قوم جو دین کو جانتی بھی ہوگی اور ان سے بھی زیادہ غفلت میں ہوگی۔ اور اس قسم کے متعدد واقعات حیاۃ الصحابہؓ میں لکھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کفار کی طرف بھی جماعتوں اور سرایا کو بھیجنا ان کی ہدایت ہی کے لیے تو تھا اور جب مسلمان دین سے بے خبری اور بے توجہی میں ان کے قریب پہنچ گیے ہوں یا ان سے بھی آگے کفر وارتداد کی طرف بڑھ گئے ہوں تو کیا ان کی ہدایت کی ضرورت نہیں حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں (قبل ہجرت) جو کام کرتے تھے یعنی چل پھر کر لوگوں کو دعوت حق دینا اور اس مقصد کے لیئے خود ان کے پاس جانا بظاہر مدینہ طیبہ پہنچکر یہ کام آپ کا نہیں رہا۔ بلکہ وہاں آپ اپنا ایک مستقر بنا کر بیٹھے لیکن یہ آپ نے اس وقت کیا جب کہ مکی دعوت کو سنبھالنے والوں اور اس کام کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دینے والوں کی ایک خاص جماعت آپ نے تیار کر دی اور پھر اس کام ہی کا یہ تقاضا ہوا کہ آپ ایک مرکز میں بیٹھ کر اس کام کو نظم کے ساتھ چلائیں اور کارکنوں سے کام لیں علیٰ ہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ ہی کے مرکز میں مقیم رہنا اس وقت درست ہوا جبکہ ایران اور روم کے علاقوں میں اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے جہاد کرنے والے اللہ کے ہزاروں بندے پیدا ہو چکے تھے۔ اور ضرورت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرکز ہی میں رہ کر اس دعوت حق اور جہاد فی سبیل اللہ کے نظام کو استحکام کے ساتھ چلائیں۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے

بھانجے اور حضرت دہلوی مولانا الیاس صاحبؒ کے اخیر زمانہ میں عیادت کے لئے ایک دن کے لئے گئے تھے، مگر حضرت کے اس ارشاد پر کہ تمہیں اپنا وعدہ بھی یاد ہے (مولانا ظفر احمد صاحب نے عرصہ سے نظام الدین بسلسلہ تبلیغ ایک چلہ گذارنے کا وعدہ کر رکھا تھا) مستقل وہاں قیام کرلیا اور وصال تک وہیں رہے، اور حضرت کی شدت بیماری کی وجہ سے حضرت کو مسلسل کلام کرنا مشکل تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ فرمایا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداء اسلام کے زمانہ میں (جب دین ضعیف تھا اور دنیا قوی تھی) بے طلب لوگوں کے گھر جا جاکر ان کی مجالس میں بلا طلب پہنچکر دعوت دیتے تھے طلب کے منتظر نہیں رہے بعض مقامات پر حضرات صحابہؓ کو از خود بھیجا ہے کہ فلاں جگہ تبلیغ کرو، اس وقت وہی ضعف کی حالت ہے تو اب ہم کو بھی بے طلب لوگوں کے پاس خود جانا چاہیئے ملحدوں، فاسقوں کے مجمع میں پہونچنا چاہیے اور کلمۂ حق بلند کرنا چاہیئے (پھر خشکی غالب ہوگئی اور بات نہ کرسکے تو فرمایا) مولانا تم میرے پاس بہت دیر میں پہنچے اب میں تفصیل سے کچھ نہیں کہہ سکتا بس جو کچھ کہہ دیا اسی میں غور کرتے رہیئے۔ فقط (ملفوظات دہلویؒ) یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ طرز نہیں تھا کتب سیر اور کتب حدیث پر قلت نظر کا اثر ہے۔ ورنہ جیسا اوپر بھی لکھوا چکا ہوں کہ حیاۃ الصحابہؓ میں بہت کثرت سے وفود کے بھیجنے کی تفاصیل موجود ہیں اور وفد عبد القیس کا قصہ تو ساری کتب حدیث میں مشہور ہے، انھوں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ قبیلہ مضر ہم میں اور آپ میں حائل ہے، ہم صرف اشہر حرم میں آسکتے ہیں۔ ہمیں ایمان کے امور بتا دیجیئے تاکہ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو جنت میں داخل ہوجائیں گے، اور جاکر اپنی قوم کو بتائیں۔ اس پر حضورؐ نے چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ جس کی تفصیل آئندہ اشکال ۲۶ میں آرہی ہے۔ مسند طیالسی کی روایات میں اس قصہ میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی قوم کو جاکر ان چیزوں کی دعوت دو (حیاۃ الصحابہؓ) اسی میں ایک بہت طویل حدیث بروایت حاکم نقل کی ہے کہ علقمہ بن الحارث کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کون ہو ہم نے عرض کیا کہ مومن ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ پندرہ چیزیں ہیں: جن میں سے پانچ کا تو آپ نے حکم فرمایا تھا، اور پانچ چیزیں آپ کے قاصدوں نے بتائیں لمبی حدیث ہے مجھے تو صرف اس جملہ کی طرف متوجہ کرنا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد قوموں کے پاس جاکر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچاتے تھے۔ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر وسعت نظر سے کون انکار کر سکتا ہے تاریخ و سیرت میں ان کی وسعت نظر دنیا میں مشہور ہے، انھوں نے جو مقدمہ حضرت دہلوی کی سوانح مؤلفہ مولانا الحاج علی میاں پر لکھا ہے اس کے کچھ اقتباسات اپنی جگہ پر سید صاحب کے تذکرہ میں آئیں گے اس کے اندر وہ تحریر فرماتے ہیں کہ تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک عرض ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہونچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے ——— اور کلمۂ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے (طویل مضمون ہے جو عنقریب آرہا ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہونچائے (مقدمہ سوانح حضرت دہلوی) مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند سے بھی ایک صاحب نے یہ اشکال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ کفار کے پاس جاتے تھے آج کل لوگ مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں۔ کیا حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں جاکر اس طرح سے تبلیغ کی ہو اگر ہے تو اس کا حوالہ چاہیے۔ مفتی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ کوفہ اور قرقیسیا میں صحابہ کرامؓ کا تبلیغ کے لئے جانا فتح القدیر جلد اول میں مذکور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل بن یسار عبداللہ بن مغفل وغیرہ حضرات کی جماعت کو شام بھیجا۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کے پاس گئیں (ازالۃ الخفاج ۲) مفصل مضمون مفتی صاحب کا رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں چھپا ہے۔

اشکال ۳: یہ بھی بہت کثرت سے کانوں میں پہنچتا رہتا ہے کہ تعلیم اور خانقاہوں کو بیکار بتایا جاتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اشکال یا تو عناد سے ذکر کیا جاتا ہے یا حالات سے ناواقفیت پر، تبلیغ کے تو اصول موضوعہ کے درمیان میں جو اس کے چھ نمبر معروف ہیں اور بالکل بنیادی ہیں، اس میں علم و ذکر مستقل نمبر ہے اس کے علاوہ بانی تحریک حضرت دہلویؒ اور ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے کلاموں میں ان کی تقریروں میں ان کے ملفوظات میں علم و ذکر پر جتنا زور ہے اتنا شاید اور کسی جزو پر نہ ہو، حضرت دہلویؒ کا تو مشہور مقولہ جس

کو وہ ہمیشہ اپنی مجالس میں اپنے ارشادات میں بار بار دہراتے رہے کہ علم وذکر میری تحریک کے دو بازو ہیں اگر ایک بازو ٹوٹ جائے۔ تو پرندہ کا اڑنا مشکل ہے، یہ اعتراض کرنے والے اگر حضرت دہلویؒ اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی سوانح عمریاں اور ملفوظات دیکھ لیتے تو اس قسم کا لفظ زبان یا قلم سے نکالنے کی کبھی ہمت نہ ہوتی۔ حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں ہے (۱) ایک بار فرمایا جس کو مولانا ظفر احمد صاحب بھانجہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ملفوظات میں جو انھوں نے نظام الدین کے قیام میں جمع کئے اور وہ حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں طبع بھی ہو گئے لکھا ہے کہ مولانا نے ایک بار فرمایا کہ ہماری تبلیغ میں علم وذکر کی بڑی اہمیت ہے بدون علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدون ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے اس میں نور نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے، میں نے (مولانا ظفر احمد صاحب نے) عرض کیا کہ تبلیغ خود بہت اہم ہے۔ اس کی وجہ سے ذکر میں کمی ہونا ویسا ہی ہے جیسا حضرت سید صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے جس وقت جہاد کی تیاری کے لئے اپنے خدام کو بجائے ذکر و شغل کے نشانہ بازی اور گھوڑے کی سواری میں مشغول کر دیا، تو بعض نے یہ شکایت کی کہ اس وقت پہلے جیسے انوار نہیں ہیں تو حضرت سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں اس وقت ذکر کے انوار نہیں ہیں جہاد کے انوار ہیں اور اس کی اس وقت ضرورت ہے، فرمایا (یعنی حضرت دہلویؒ نے) مگر مجھے علم اور ذکر کی کمی کا قلق ہے اور یہ کمی اس واسطے ہے کہ اب تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں۔ اگر یہ حضرات آکر اپنے ہاتھ میں کام لے لیں تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے، مگر علماء اور اہل ذکر تو ابھی تک اس میں بہت کم آئے ہیں (تشریح) اب تک جو جماعتیں تبلیغ کے لئے روانہ کی جاتی ہیں ان میں اہل علم اور اہل نسبت کی کمی ہے۔ جس کا حضرت کو قلق تھا۔ کاش اہل علم اور اہل نسبت بھی ان جماعتوں میں شامل ہو کر کام کریں تو یہ کمی پوری ہو جائے الحمد للہ مرکز تبلیغ میں اہل علم اور اہل نسبت موجود ہیں، مگر وہ چند گنتی کے آدمی ہیں، اگر وہ ہر جماعت کے ساتھ جایا کریں تو مرکز کا کام کون سرانجام دے (ملفوظات)

ملفوظ (۲) ایک دن بعد نماز فجر جبکہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا، اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ باآواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا، اور اس کے واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جد و جہد بیکار ہو گی اگر اس

کے ساتھ علم دین اور ذکراللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام اور ایمان محض رسمی اور اسمی ہے، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علم دین کے بغیر ذکراللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔ الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے، اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلۂ کار بنالیتا ہے۔ لہٰذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدانکردہ آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(ملفوظ ۳) ایک بار فرمایا کہ میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں (یہاں اوراد کی تفصیل ہے اس کے بعد فرمایا) علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔

(ملفوظ ۴) فرمایا کہ دو چیزوں کا مجھے بڑا فکر ہے ان کا اہتمام کیا جائے ایک ذکر کا کہ اپنی جماعت میں اس کی کمی پار ہا ہوں ان کو ذکر بتلایا جائے۔ دوسرے اہل اموال کو مصرف زکوٰۃ سمجھایا جائے ان کی زکوتیں اکثر برباد جا رہی ہیں مصرف میں خرچ نہیں ہوتیں (طویل مضمون ہے)

(ملفوظ ۵) فرمایا علم سے عمل پیدا ہونا چاہیے اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہئے جب ہی علم علم ہے اور عمل عمل ہے، اگر علم سے عمل پیدا نہ ہوا تو سراسر ظلمت ہے۔ اور عمل سے اللہ کی یاد دل میں پیدا نہ ہوئی تو پھُس پھسا ہے، اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔

(ملفوظ ۶) فرمایا کہ ذکراللہ شر شیاطین سے بچنے کے لئے قلعہ اور حصن حصین ہے لہٰذا جس قدر غلط اور برے ماحول میں تبلیغ کے لیے جایا جائے شیاطین جن وانس کے برے اثرات سے اپنی حفاظت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکراللہ کا اہتمام کیا جائے

(ملفوظ ۷) فرمایا مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارنپور یا رائپور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا، دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا

کرتے تھے دین کے کام کے لئے پھرنے والوں کو چاہیئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں۔

(ملفوظ ۵) ارشاد فرمایا کہ علم و ذکر کو مضبوطی سے تھامنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے (اس کے بعد طویل ارشاد علم و ذکر کی حقیقت میں ہے۔ جس میں یہ فرمایا کہ علم نام صرف جاننے کا نہیں، دیکھو یہود اپنی شریعت اور اپنے آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کے نائبوں تک کے حلیے تھے حتیٰ کہ ان کے جسم کے تِل کے متعلق بھی ان کو علم تھا لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو کوئی فائدہ دیا؟

یہ چند ملفوظات مختصر لکھوائے ہیں، حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہما کی تقاریر ان کے ملفوظات اور ارشادات اور مکاتیب کثرت سے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت دہلویؒ کے ایک مکتوب کے چند فقرے نقل کراتا ہوں جو میوات کے کارکنوں کے نام لکھا گیا اور حضرت دہلویؒ کے مکاتیب میں طبع شدہ ہے۔ "میرے دوستو اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور توفیق مزید عطا فرمائے۔ میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، (الف) اپنے اپنے حلقے کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو لکھیں کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں (ب) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں (ج) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہے (د) تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر نادم ہو کر شروع کر دو، الف سے مراد یہ کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں اور انھوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کیا ہے ہر ہر شخص سے دریافت کر کے نمبر وار تفصیل سے لکھو۔ (ھ) اپنے مرکزوں سے ہر ہر نمبر کے متعلق نمبر وار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔ (و) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائپور جا کر گذاریں (تتمہ) میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ یعنی تبلیغ کے لئے باہر نکلنا۔ اور ان کو ذکر و تعلیم کا پابند کرنا (مکاتیب

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ یقین اور نماز کو اس کام کی بنیاد سمجھتے ہوئے علم وذکر کو دعوت وتبلیغ کی تحریک کے دو بازو قرار دیتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تقریروں اور مکاتیب میں اس کی طرف پوری طرح متوجہ فرماتے تھے۔ اپنے ایک اہم مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "علم وذکر اس کام کے دو بازو ہیں، ان میں کسی ایک کی کمی اور سستی اصل کام کے لئے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے، ہر ایک اپنی جگہ نہایت ضروری ولابدی ہے۔ علم وذکر کے مراکز خانقاہیں اور مدارس ہیں، ہم اپنے دونوں بازوؤں کو قوی کرنے کے اندر ہر طرح ہر وقت اہل علم علماء صلحاء مشائخ کے محتاج ہیں وہ ہمارے بالخصوص ان دو اہم امور میں مقتدا ہیں چونکہ ان کے پاس علم نبوت اور جواہر نبوت موجود ہیں، ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم اس علم وذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں ——— ان کی خدمت کریں ان کی صحبت کو اپنے لئے باعث اصلاح و نجات سمجھیں، اسی بناپر تبلیغ کے اہم نمبروں میں سے ہے علماء اور مشائخ کی زیارت اور ان سے دعاؤں کو لینا ان کے سامنے حالات تبلیغ سنانا اور مفید مشورہ حاصل کرنا۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب سوانح حضرت جی میں لکھتے ہیں" ایک دفعہ میں نے مولانا سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگادوں تو فرمایا ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

حضرت دہلویؒ اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں اپنے وقتوں کو صبح وشام اور کچھ حصہ شب کا اپنی حیثیت کے مناسب ان دو چیزوں (تحصیل علم وذکر) میں مشغول رکھنا۔

سوانح حضرت دہلوی میں علی میاں لکھتے ہیں "آپ نے میواتیوں کو دیو بند سہارنپور، رائپور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجنا شروع کیا اور ہدایت فرمائی کہ بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ کا ذکر نہ کریں پچاس ساٹھ آدمی ماحول کے دیہاتوں میں گشت کریں اور آٹھویں روز قصبہ میں جمع ہوجائیں پھر وہاں سے دیہات کے لئے تقسیم ہوجائیں حضرات اکابر کی طرف سے اگر پوچھا جائے تو بتلادیا جائے، از خود کچھ ذکر نہ کیا جائے" شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں، " میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصولوں کے ساتھ مشائخ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آداب خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں اور جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے اس بارے میں ان آنے والوں سے مشاورت کر کے کوئی طرز مقرر فرما رکھیں، یہ بندہ ناچیز بھی اس ہفتہ بہت زیادہ اغلب ہے کہ چند بوساد (فقراء) کے ساتھ حاضر ہو، دیوبند اور تھانہ بھون کا بھی خیال ہے۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے منتسبین اور تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والوں کو برابر دیوبند حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اور رائپور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کی خدمت میں حاضری اور وہاں کچھ وقت صرف کرنے اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے پر زور دیتے تھے۔ (حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کا وصال مولانا یوسف صاحب کے دور سے پہلے ہو چکا تھا) اپنے ایک پرانے تعلق رکھنے والے صاحب کو اس سلسلہ میں ایک مکتوب لکھتے ہوئے کتنے اہتمام سے ہدایت فرماتے ہیں " آپ کے لئے باہمی مشورہ سے رائپور کا قیام طے ہوا نہ صرف ایک چلہ کے لئے بلکہ تین چلوں تک آپ حضرت کے پاس بخوشی رہیں، حضرت عالی کی صحبت مبارکہ کو کیمیا اور اخلاق کے بلند ہونے کا بہت بڑا علاج تصور فرماتے ہوئے وہاں کے آداب کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ذکر الٰہی کا شوق اور محبت ربانیہ کی پیداوار کی کوشش میں رہیں،

ہم سے تو کچھ نہ ہو سکا آپ ہی اس عظیم ترین دولت کی تحصیل میں لگ جائیں اللہ پاک وہاں آپ کے قیام کو ہماری نجات و مغفرت کا ذریعہ قرار دے۔ حضرت سے بعد سلام مسنون اس عاجز و ناچیز کے لئے دعاء کی درخواست عرض کر دیں اور تمام منتسبین و مخلصین بارگاہ کو بھی " بندہ محمد یوسف غفرلہٗ (سوانح یوسفی)

**اشکال ۷:** تبلیغی جماعت سے مدارس کو نقصان پہنچ رہا ہے یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں یہ اعتراض بھی نہایت ہی لغو اور بے اصل ہے اس پہلے نمبر میں ۔۔۔۔۔ مدارس ۔۔۔۔ علم و ذکر کی جو اہمیت بیان ہو چکی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ مدارس کو نقصان پہونچتا ہے یا یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں جتنا بے اصل ہے ظاہر ہے ایک مرتبہ اس ناکارہ سے حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ

یہ تبلیغی لوگ مدارس کے چندہ کو منع کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ کسی سفیر کی روایت ہوگی، سفراء مدارس اس کے ضرور شاکی ہیں اور میں خود بھی چونکہ مدرسہ والا ہوں اس لیے میرے پاس بھی اس قسم کی شکایتیں سفراء کی طرف سے پہونچتی رہتی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس کی اصلیت یہ ہے کہ تبلیغی اکابر کی طرف لوگوں کی رجوعات کی کثرت اور تبلیغی اجتماعات بہت بڑی مقداروں میں ہونے لگے ہیں، کسی اجتماع کے موقع پر کسی مدرسہ کا سفیر گیا ہوا ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ تبلیغی احباب اپنے اجتماعات میں ہمارے مدرسوں کے لئے تحریک کر دیں یا کم از کم ان کو تقریر کا موقع دیں تاکہ وہ اس اجتماع کو وصول کرتے ہوئے اپنے مدرسہ کے لئے چندہ کی تحریک کریں، اور ان دونوں باتوں کو تبلیغی حضرات قبول نہیں کرتے اور کرنا بھی نہیں چاہیئے اس لئے کہ چندہ مانگنا ان کے اصول کے خلاف ہے اور جب وہ عذر کرتے ہیں۔ تو یہ اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ مدارس کے خلاف ہیں، میں نے حضرت سے عرض کیا مجھ سے متعدد سفراء نے یہ شکایتیں کیں اور جب میں نے ان سے پوچھا کہ کس نے اور کہاں مخالفت کی تو ان کی نشاندہی پر واقعہ کی تحقیق کی تو یہی معلوم ہوا جو میں نے اوپر عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ روایت تو ایک مدرسہ کے سفیر ہی کی تھی فقط اس قسم کے اعتراضات زیادہ تر سفراء کی طرف سے آتے ہیں، یا ان لوگوں کی طرف سے جن سے سفراء یہ شکایت کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ چندہ مانگنا ان لوگوں کے اصول کے خلاف ہے، اللہ ان کو اپنے اس عزم پر باقی رکھے۔ یہاں مدرسہ کی مسجد میں چند سال ہوئے مغرب کی نماز کے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ میں نظام الدین سے آیا ہوں تبلیغ میں جا رہا ہوں میرے پاس کرایہ نہیں رہا۔ اہل خیر اپنی ہمت کے موافق کچھ مدد فرمائیں، میں نے اسی وقت اعلان کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تبلیغ والوں کو چندہ مانگنے کی مرکز سے ہرگز اجازت نہیں اس کو کوئی چندہ نہ دے مدرسہ کی مسجد سے وہ فوراً چلا گیا، مگر معلوم ہوا کہ شہر کی دوسری مساجد میں وہ اسی عنوان سے چندہ کرتا رہا، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے، "جہاں وعظ کہہ کر چندہ مانگا سب اثر گڑبڑ ہو گیا، بڑے زور و شور کی تقریر گھنٹہ دو گھنٹہ کی محنت ایک لفظ چندہ کے کہنے ہی سب ختم، علماء صرف تبلیغ کریں جب ہی تبلیغ مؤثر ہو سکتی ہے۔ (افاضات)

کلکتہ کے اور بمبئی کے بعض تاجروں سے ایک مدرسہ کے بڑے ذمہ دار نے یہ شکایت کی کہ تبلیغ والوں سے مدارس کے چندہ کو نقصان پہنچتا ہے، ان لوگوں نے مختلف مواقع پر ایک ہی جواب دیا کہ ہم لوگ تو ان مدارس کو چندہ تبلیغ ہی کی برکت سے دے رہے ہیں، آپ

دس برس پہلے کی رودادیں نکال کر دیکھ لیں اور اب کی رودادیں نکال کر دیکھ لیں اور موازنہ کریں کہ ہمارے شہروں سے ان دس برسوں میں چندہ میں کتنا اضافہ ہوا۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح میں حضرت دہلوی کا ایک مکتوب درج ہے جو میوات کے چند دین داروں کے نام لکھا گیا ہے، جس میں اس حقیقت کی وضاحت فرمائی تھی، "دین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں ان سب کے لئے تبلیغ (صحیح) اصول کے ساتھ ملک ملک پھرتے ہوئے کوشش کرنا بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے ہے اور بمنزلہ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمین مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات کی پرورش کرنے کے ہیں، باغات کی ہزاروں اقسام ہیں کوئی کھجوروں کا ہے کوئی اناروں کا ہے کوئی سیبوں کا باغ ہزاروں چیزوں کے ہوسکتے ہیں، لیکن کوئی باغ دو چیزوں کے اندر پوری پوری کوشش کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا، پہلی چیز زمین کا ہموار اور درست ہونا، زمین کے ہموار کرنے میں کوشش کئے بغیر یا زمین میں کوشش کر کے خود ان باغات کی مستقل پرورش کئے بغیر کسی طرح باغات پرورش نہیں پا سکتے، سو دین میں تبلیغی امور کی کوشش یہ تو زمین مذہب ہے، اور سب ادارے باغ ہیں، اب تک زمین مذہب ایسی ناہموار اور ہر طرح کی پیداوار اور باغات سے اس قدر نامناسب واقع ہو رہی ہے کہ کوئی باغ اس پر نہیں لگتا حضرت دہلوی کی رائے یہ تھی جس کو انھوں نے مختلف عناوین سے ملفوظات میں مکاتیب میں اور ارشادات میں ظاہر کیا ہے کہ ان کی تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ ایک جگہ حضرت دہلویؒ کا ایک مکتوب نقل کیا ہے علی میاں حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ مولانا مدارس دینیہ کے وجود کو مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور اس سایۂ رحمت کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے، لوگوں کی ناقدر دانی اور غفلت سے دینی مدارس اور مکاتب کی ایک بڑی تعداد میوات میں معطل ہو گئی تھی۔ شیخ رشید احمد صاحب کو اسی خط میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، "لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں آپ ہمت فرمادیں کہ سیکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہل زمانہ کے لئے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا ہے کہ قرآن دنیا سے مٹتا چلا جائے اور ہمارے پیسوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔" (سوانح مولانا محمد الیاس صاحبؒ)

(اشکال ۵) یہ اعتراض بھی بہت کثرت سے آرہا ہے کہ تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں

جہاں تک علماء کی اہانت کا تعلق ہے اس دور فساد میں کون سا طبقہ کون سی جماعت ایسی ہے جو علماء کی اہانت نہیں کر رہی ہے، اگر ان میں سے کچھ لوگ تبلیغی جماعت میں بھی شریک ہو جائیں تو اس چیز کو تبلیغی جماعت کی طرف منسوب کرنا صریح ظلم ہے علماء کی اہانت کے متعلق تو یہ ناکارہ اپنے رسالہ "اعتدال" میں تقریباً پچاس صفحے پر بہت تفصیل سے گفتگو کر چکا ہے، اس میں اس اعتراض کو بھی اور اس کی وجوہ کو بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے جہاں تک تبلیغی جماعت کا تعلق ہے میرے علم میں تو یہ ہے کہ علماء کے احترام کی مرکز اور اکابر تبلیغ کی طرف سے بہت تاکید ہوتی ہے، اگر اس کے خلاف کسی کا قول یا فعل ہو تو یہ اس کا ذاتی فعل یا قول ہے۔ میں اس سے پہلی فصل میں جہاں مدارس کے نقصان کا بیان کر چکا ہوں وہاں بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقولہ جو متعدد علماء بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور دور رہتے تھے۔ اس تبلیغ کی بدولت آپ تک پہونچنا ہوا۔ یہ مقولہ بلا تصنع بلا مبالغہ سو آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہوگا۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بمبئی شہر میں علماء حقہ میں تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا، اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت قدس سرہٗ پر حملہ کیا۔ میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت قدس سرہٗ کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہمرکاب تھا تو اہل بمبئی کے بشری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علماء دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا، لیکن اب وہی بمبئی ہے کہ جہاں علماء حقہ کی طلب اور بلانے کے تقاضے اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا بھی مشکل ہے، جہاں تک تبلیغی اکابر کے ارشادات کا تعلق ہے ان سے انکار یا چشم پوشی انتہائی موجب تعجب ہے، اگر کسی تبلیغ والے میں سے کسی نالائق نے جو پہلے سے علما کا مخالف ہو علماء کی شان میں خلاف کہہ دیا ہو تو یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ تبلیغ سے پہلے علماء کے ساتھ کیا تعلق رکھتا تھا، اگر

وہ پہلے سے معتقد تھا اور تبلیغ میں آنے کے بعد یہ حرکت شروع کی تب تو تبلیغ پر یہ الزام سچا ہے اور اگر وہ پہلے سے مخالف تھا تو تم ہی سوچو کہ اس میں تبلیغ پر کیا الزام ہے مجھے اس وقت حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہ کا ایک لطیفہ یاد آیا "ایک مدرسہ کے طالب علم نے کسی کی چوری کر لی تھی اس نے حضرت قدس سرہٗ سے شکایت کی کہ حضرت طالب علم بھی چوری کرنے لگے، تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بالکل نہیں بلکہ چور طالب علمی کرنے لگے حضرت دہلویؒ کا ارشاد ہے کہ ۱؎ ہمارے کارکن جہاں بھی کہیں جاویں وہاں کے حقانی علماء اور صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں۔ وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوتے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اور ان کے منافع کا وہ تجربہ رکھتے ہیں، اور تم اپنی یہ بات ان کو اچھی طرح سے سمجھا نہ سکو گے یعنی تم ان کو اپنی باتوں سے اس کا یقین نہیں دلا سکو گے کہ یہ کام ان کے دوسرے دینی مشاغل سے زیادہ دین کے لئے مفید اور زیادہ منفعت بخش ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بات کو مانیں گے نہیں اس لئے ان کی خدمت میں بس استفادہ ہی کے لئے جایا جائے، لیکن ان کے ماحول میں نہایت محنت سے کام کیا جائے اور اصولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی کوشش کی جائے اس طرح امید ہے کہ تمہارے کام اور اس کے نتائج کی اطلاعیں خود بخود ان کو پہنچیں گی، اور وہ ان کے لئے داعی اور ان کی توجہ کی طالب ہو جائے گی پھر اگر اس کے بعد وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوں تو ان سے سرپرستی اور خبر گیری کی درخواست کی جائے، اور ان کے دینی ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات ان سے کہی جائے۔ (ملفوظات)

۲؎ ارشاد فرمایا کہ اگر کہیں دیکھا جائے کہ وہاں کے علماء اور صلحاء اس کام کی طرف ہمدردانہ طور سے متوجہ نہیں ہوتے تو ان کی طرف سے بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دی جائے، بلکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ان حضرات پر اس کام کی پوری حقیقت ابھی کھلی نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ دنیا جو حقیر وذلیل چیز ہے جب اس کے گرفتار اپنے دنیوی مشاغل پر اس کام کو ترجیح نہیں دے سکتے اور اپنے مشاغل وانہماک کو چھوڑ کر اس کام میں نہیں لگ سکتے تو اہل دین اپنے اعلیٰ مشاغل کو اس کام کیلئے کیسے آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں (ملفوظات) ۳؎ فرمایا کہ مسلمانوں کو علماء کی خدمت میں چار نیتوں سے جانا چاہیئے۔ اول اسلام کی جہت سے ۲؎ یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علوم نبوت ہیں۔ اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں ۳؎ یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں

کی نگرانی کرنے والے ہیں ہے ان کی ضروریات کے تفقد کے لئے کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہل اموال پورا کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ان ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم ودین میں خرچ کریں گے تو اہل اموال کو ان کے ان اعمال کا ثواب ملیگا۔ (ملفوظات)

۴ ایک بار فرمایا کہ جو وفود سہارنپور، دیوبند وغیرہ تبلیغ کے لئے جارہے ہیں ان کے ہمراہ تجار دہلی کے خطوط کر دیئے جائیں جن میں نیاز مندانہ لہجہ میں حضرات علماء سے عرض کیا جائے کہ یہ وفود عوام میں تبلیغ کے لئے حاضر ہو رہے ہیں، آپ حضرات کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اگر ان میں سے کچھ وقت اس قافلہ کی سرپرستی میں دے سکیں جس میں آپ کا اور طلبہ کا حرج نہ ہو تو اس کی سرپرستی فرمائیں اور طلبہ کو اس کام میں اپنی نگرانی میں ساتھ لیں۔ طلبہ کو از خود بدون اساتذہ کی نگرانی کے اس کام میں حصہ نہ لینا چاہیے۔ اور قافلہ والوں کو یعنی وفود تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے، بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں، اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمد ورفت کم کی ہے اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض، تو بہت سخت چیز ہے، پھر فرمایا کہ ہمارا طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہیں۔ ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہئیے اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں۔ اور ان کے علم وصحبت سے بھی مستفید ہوں (ملفوظات)

۵ ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب زاد مجدہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا تھانویؒ کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے، کیونکہ وہ قریب العہد ہیں، اسی وجہ سے تم میری باتیں جلدی سمجھ جاتے ہو کہ مولانا کی باتیں سن چکے ہو اور تازہ سنی ہوئی ہیں، تمہاری وجہ سے میرے کام میں بہت برکت ہوتی ہے میرا بہت جی خوش ہوا، پھر بہت دعائیں دیں اور فرمایا،

تم خود بھی رو رو کر اس نعمت کا شکر کرو (ملفوظات)

۶۔ فرمایا کہ ہمارے کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لئے خصوصیت کے ساتھ جانا چاہیئے علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے الی آخرہ (ملفوظات)

۷۔ فرمایا کہ ہمارے اس کام کا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کے جس طبقہ کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس کو ادا کرتے ہوئے اس دعوت کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔۔ علماء دین کا حق تعظیم ادا کرکے ان کو یہ دعوت دی جائے۔ (ملفوظات)

۸۔ ارشاد فرمایا "علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت و کوشش سے عوام میں دین کی طرف صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جا سکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہو سکتا ہے اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے (ملفوظات)

۹۔ کسی سلسلے سے عہد حاضر کے ایک مشہور صاحب علم اور صاحب قلم خادم دین کا ذکر آ گیا جن کی بعض علمی کمزوریوں کی بنا پر خاص دین دار طلقوں کو ان پر اعتراض تھا تو فرمایا کہ میں تو ان کا قدر داں ہوں ہوں، اگر ان میں کوئی کمزوری ہو تو میں اس کا علم بھی حاصل کرنا نہیں چاہتا یہ معاملہ اللہ کا ہے شاید ان کے پاس اس کا کوئی عذر ہو، ہم کو تو عام حکم یہ ہے کہ دعائیں کرو وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ (ملفوظات)

۱۰۔ فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکھانا، یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ اور نماز کی تلقین و تعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی ا، ب، ت ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورے کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچکر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت اور بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں علماء و صلحاء کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں، ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے؛ اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔ البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ

سے افادہ واستفادہ اور تعلیم کے اس طریقہ پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک قابو پاچکے ہیں۔ (ملفوظات)

۱۱ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پاسکتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے یہ میرے لئے خسران عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہونچانا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے (سوانح حضرت دہلویؒ) علی میاں سوانح مذکور میں لکھتے ہیں مولانا ایک طرف علماء کو عوام سے اس دعوت کے ذریعہ قریب ہونے کی اور ان کا درد اپنے دل میں پیدا کرنے کی تاکید فرماتے تھے دوسری طرف عوام کو علماء کی مرتبہ شناسی، قدردانی اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ان کو بتاکید اصول کے مطابق علماء کی خدمت میں حاضر ہونے کی فہمائش کرتے تھے ان کی ملاقات اور زیارت کا ثواب بیان فرماتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب واصول سمجھاتے تھے۔ ان کو دعوت دینے ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کو مشغول کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔ ان کی جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں ان کی تاویل اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی عادت ڈالتے، ان کو ان کی خدمت میں بھیجتے تھے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ کس طرح گئے اور کیا باتیں ہوئیں؟ پھر ان کی تنقیدوں اور تاثرات کی اصلاح اور تصحیح فرماتے تھے۔ اس طرح عوام، تجار اور کاروباری لوگوں کو علماء سے اتنا قریب کر دیا کہ پچھلے برسوں میں کبھی اتنے قریب نہیں ہوئے۔ بدقسمتی سے شہروں میں سیاسی تحریکات اور مقامی اختلافات کی وجہ سے عوام میں علماء کی طرف سے ایک عام بیزاری پیدا ہونے لگی تھی، اور بغیر کسی استثناء اور تخصیص کے عام حاملین دین اور علماء کے خلاف ایک عام جذبۂ عناد پیدا ہونے لگا تھا۔ مولانا کی ان کوششوں اور حکمت عملی سے کم سے کم اس دعوت کے حلقۂ اثر میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ سیاسی اختلافات کو عوام دین کے لئے گوارا کرنے لگے، اور سیاسی مسلک کے اختلاف کے باوجود علماء حق کی تعظیم اور قدرو اعتراف کی گنجائش نکل آئی، بڑے بڑے تاجر جو علماء سے برسوں سے متوحش تھے علماء کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہونے لگے۔ اور اپنے تبلیغی جلسوں اور تقریبوں میں ادب واحترام کے ساتھ لے جانے لگے۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

۱۲ ایک طویل ملفوظ جو اپنی بیماری کی حالت میں ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے جو وضو کرا رہے تھے فرمایا کہ تم مجھے وضو کراتے وقت بیمار کی خدمت کی نیت کے علاوہ یہ نیت بھی کیا کرو کہ اے اللہ ہم یہ

سمجھتے ہیں کہ تیرے اس بندہ کی نماز ہم سے اچھی ہوتی ہے تو ہم اس لئے اس کو وضو کراتے ہیں کہ اس کی نماز کے ثواب میں ہمارا حصہ ہو جائے۔ پھر فرمایا یہ میں ان لوگوں کو کہتا ہوں لیکن میں خود اگر یہ سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان لوگوں سے اچھی ہوتی ہے تو مردود ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد دوسری گفتگو کے بعد فرمایا کہ تم لوگ ان علماء کی خدمت کرو جو ابھی تک تمہاری قوم کو دین سکھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں، میرا کیا ہے؟ میں تو تمہارے ملک میں جاتا ہی ہوں تم نہ بلاؤ جب بھی جاؤں گا جو علماء ابھی تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں ان کی خدمتیں کرو گے تو وہ بھی تمہاری قوم کی دینی خدمت کرنے لگیں گے (ملفوظات)

۱۳ مولانا الحاج محمد یوسف صاحبؒ کی سوانح میں لکھا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں علماء دین کی سب سے زیادہ قدر تھی۔ آج جس طرح علماء کی ناقدری ان پر بیجا تنقید کا رواج پیدا ہو گیا ہے مولانا اس کو دین کے لئے بڑا مہلک سمجھتے تھے اور ناقدری کرنے والوں کی محرومی کا باعث جانتے تھے، اپنے ایک رفیق کو تحریر کرتے ہیں "دیکھئے خوب سمجھ لیجئے ہم اکابر علماء کے ہر وقت محتاج ہیں ان کے بغیر چارہ کار نہیں ان کے دامن کے ساتھ وابستگی ہماری سعادت ہے، یہ حضرات بہت سی خوبیوں اور علوم نبویہ کے انوارات کے حامل ہیں انکی قدر دانی علوم نبوت کی قدر دانی ہے جس قدر ہم انکی قدر و خدمت کریں گے اور انکی خدمت میں حاضری کو بڑی عبادت سمجھ کر ان کے ارشادات و نصائح سے مستفید ہوتے ہوئے ان سے مفید مشورے حاصل کرتے رہیں گے اسی قدر علوم نبویہ کے انوارات سے منور ہوتے رہیں گے۔" (سوانح یوسفی) ۱۴ ایک مرتبہ علماء کو تعلیمی حلقہ کے ختم پر فرمایا "ہم یہ نہیں چاہتے کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات پڑھانے پر لگادیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو۔ اسلئے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں سے ایک علم ہے اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہیں رہے گا، اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو" (سوانح یوسفی)

۱۵ ایک عالم دین کو خط لکھتے ہوئے حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے "حضرت عالی کو اللہ رب العزت نے ہر طرح کی خوبی سے مالا مال فرمایا ہے، ان نورانی روحانی علوم کا سرچشمہ بھی بنایا اور اس زبردست عظمت والی امانت نبوت کا داعی بھی بنایا، اگر حضرت عالی کی توجہات اور دعاؤں سے یہ مبارک قابل رشک اور بہترین گروہ علم کی بلندیوں سے اس مبارک عمل کے دوڑ دھوپ کے میدان میں کود پڑے اور اپنی اس علمی اشتغال والی قربانیوں کے ساتھ تھوڑے دنوں اس گھاٹی کو عبور کرے تو یہ امانت مبارکہ اہلوں کے ہاتھ میں آکر سرسبز ہو جائے اور نااہلیت کی بنا پر جو خطرات لاحق ہوتے ہیں ان سے اس امانت عظیمہ کی حفاظت بھی ہو جائے۔ (سوانح یوسفی)

۱۶ مولانا یوسف صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں " بزرگان دین سے بد ظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں، ان کے پاس جب جائیں تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جارہا ہوں بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں۔" (سوانح یوسفی عزیزی)

۱۷ مولانا یوسف صاحب الوداعی ہدایات میں فرمایا کرتے تھے " خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعاء کی درخواست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے (سوانح یوسفی) مفتی عزیزالرحمٰن صاحب بجنوری اپنی ابتدائی آمد کی تفاصیل میں مولانا یوسف صاحبؒ کی طرف سے اکرام، اعزاز، خاطر کی تفاصیل لکھنے کے بعد جو قابل دید ہیں مگر بہت طویل ہیں لکھتے ہیں کہ یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ انکو کسی طرح سے یہ معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا میری ساتھ ایک رفیق تھے، جن میں کوئی ظاہری علامت ایسی نہ تھی جس سے ان کو عالم سمجھا جائے، میں نے ان کو مولانا کہہ کر خطاب کیا۔ جس پر حضرت جی متوجہ ہوئے اور اپنی جگہ سے بلوا کر اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ میں جو دیوبند سہارنپور جماعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں کہ تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دی جائے میں تو اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جارہے ہیں یہ ان سے قریب ہو جاویں اسی میں ان کا فائدہ ہے (سوانح یوسفی عزیزی)

۱۸ مولانا یوسف صاحبؒ کے سلہٹ کی تشریف آوری کی کارگذاری کا ذکر کرنے کے بعد مفتی عزیزالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کا برسوں قیام رہا اور حضرت مولانا یوسف صاحب اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت ہوتی وہاں کے اجتماع باوجود کام نہ ہونے کے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے۔ چنانچہ انبہٹہ کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی وجہ سے طے فرمایا۔ سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنیؒ کے کافی خلفاء شریک ہوئے۔ آپ نے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا اور مشوروں میں شریک رکھا۔ اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی (سوانح یوسفی عزیزی)

۱۹ مولانا محمد ثانی صاحب سوانح یوسفی میں ایک مکتوب مولانا یوسف صاحبؒ کا جناب الحاج فضل عظیم صاحب مراد آبادی ثم المکی کے نام طویل مکتوب میں لکھتے ہیں کہ " سب سے اہم جزو علم و

ذکر کا اشتغال ہے۔۔۔ اور اس کے لئے سب سے اہم دو جانبوں کے حقوق کو ادا کرنے پر مداومت پالینا ہے ایک علم و ذکر کی طرف نسبت رکھنے والے بزرگوں کی عظمت کو دل میں محسوس کرنا جو کام کیا جائے اس کی اطلاع کے ذریعے اور مشاورت کے ذریعہ ان کی بڑائی کو پہچاننا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا، اور اسی طرح دنیوی امور میں مادی بڑوں کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے مادی کاموں میں ان کی مشاورت کو بھی شامل کرنا۔

نمبر۲ ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں جو بہت طویل ہے، علم کے فضائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے، بہت طویل مکتوب تقریباً ۲۳ صفحے کا ہے جو نصائح سے بریز ہے (سوانح یوسفی) ایک اور جگہ ایک واقعہ لکھا ہے مولانا یوسف صاحبؒ کے خادم اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابو داؤد شریف کا سبق پڑھنے کے لئے حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) کے کتب خانہ میں جا رہے تھے کہ خبر ملی کہ مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں، ہم لوگوں کا پڑھنا ملتوی ہو گیا، اور حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب تشریف لے آئے۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا نے حجرے سے باہر آکر استقبال فرمایا اور حجرہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد حضرت مولانا اپنے کتب خانہ سے اپنی تصانیف امانی الاحبار اور حیاۃ الصحابہؓ لائے۔ اور خدمت میں پیش فرمائیں۔ موصوف دیکھتے جاتے تھے اور حضرت کی قربانی اور بلند عزمی کا اظہار کرتے جاتے تھے (سوانح یوسفی)

(اشکال ۶) جو بہت ہی شروع سے ہو رہا ہے کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا کام تبلیغ کرنا نہیں، یہ اعتراض بہت ہی مختلف عنوانات میں مختلف عبارات میں مجھ تک پہنچتا رہا۔ اور میں مختصر و مفصل سوال کے مطابق جواب بھی لکھواتا رہا، یہ اعتراض دراصل تبلیغ و وعظ میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں اس کے لئے عالم ہونا بہت ضروری ہے تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو۔ کوئی چیز اس میں قرآن و حدیث کے خلاف نہ کہی جا سکے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ کے لفظ کو

عام سمجھ کر اس کا اطلاق کر دیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل نہیں وارد ہوتا۔ اس لئے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کو طور پر لے جاکر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو، حضرت حکیم الامۃ کا ارشاد ہے کہ جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء کے ساتھ خاص نہیں ہر شخص بآواز بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔ (انفاس عیسیٰ) تعجب ہے کہ ایک جانب تو ان پر یہ اعتراض ہے کہ جاہلوں کو تبلیغ کے واسطے بھیجا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ لوگ دین کے دوسرے امور کو نہیں لیتے۔ شریعت اور دین ان چھ نمبروں میں موقوف نہیں، بہت سے اوامر، نواہی، منکرات ایسے ہیں جن کی اصلاح بہت ضروری ہے، مگر یہ تبلیغ والے ان کو نہیں چھیڑتے اس کی دراصل وجہ یہ ہی ہے کہ یہ عامی لوگ ہوتے ہیں ان کو وعظ کہنے کی بالکل اجازت نہیں الّا یہ کہ ان میں علماء ہوں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ عالم کا وعظ کہنا حق ہے مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ بھی اس کے پابند ہیں کہ تبلیغ کے چھ نمبروں کے علاوہ اس اجتماع میں دوسری چیزیں نہ چھیڑیں کہ مسائل میں اختلافات ہوتے ہیں اور اختلافی مسائل میں مناظرہ وغیرہ شروع ہو جاتے ہیں ان کے چھ امور اجماعی اور متفق علیہ ہیں جن میں کوئی اختلافی چیز نہیں، اور یہ بات کہ تبلیغ کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں احادیث کثیرہ اور آثار صحابہ سے بہت ہی کثرت سے ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد اعلانات فرمائے جو کتب حدیث میں کثرت سے موجود ہیں اور ان پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاضر ہیں وہ غائبین کو میرا یہ پیام پہونچا دیں، حالانکہ حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع تھا، کیا سارے ہی عالم تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی نہیں کی تھی، مگر چونکہ صرف ایک خاص پیام پہنچانا تھا اس کے لئے عالم ہونے کی ضرورت نہیں، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں یہ اعلان فرمایا کہ حاضرین غائبین کو یہ پیام پہنچادیں، امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باب رب مبلغ اوعیٰ من سامع باب باندھا ہے کہ بہت سے ایسے لوگ جو کم پڑھے ہوں ایسوں کو پیام پہنچاتے ہیں جو زیادہ پڑھے ہوئے ہوتے ہیں امام بخاریؒ نے اس میں حضور اقدس کا یہ پیام نقل کیا ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ کیلئے

ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ اس شہر میں اس دن میں اور اس مہینے میں، پھر یہ اعلان فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ غائبین کو میرا یہ پیام پہونچادیں۔ بہت ممکن ہے کہ جو موجود ہیں وہ ایسے لوگوں تک میرا پیام پہونچائیں جو سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں، اس حدیث پاک سے معترضین کا یہ اعتراض بھی اڑ گیا کہ جاہلوں کو تبلیغ کے لئے علماء کے پاس بھیجا جاتا ہے حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو تبلیغ کا اہل نہیں سمجھتا ہے تو اس کو بیٹھا رہنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو تو کام میں لگنے اور دوسروں کو اٹھانے کی اور زیادہ کوشش کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خیر کا کام چند نااہلوں کے سلسلہ سے کسی اہل تک پہونچ جاتا ہے اور پھر وہ پھولتا پھلتا ہے اور پھر اس کا اجر بقاعدہ من دعا الی حسنۃ الحدیث کی بنا پر ان نااہلوں کو بھی پورا پہنچ جاتا ہے۔ جو اس کام کے اس اہل تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ پس جو نااہل ہو اس کو تو اس کام میں اور زیادہ زور سے لگنا ضروری ہے میں بھی اپنے کو چونکہ نااہل سمجھتا ہوں اس لئے اس میں منہمک ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے کام کو اس کے کسی اہل تک پہنچادے اور پھر اس کام کا جو اعلیٰ اجر اللہ پاک کے یہاں ہو وہ مجھے بھی عطا فرمادیا جاوے۔ (ملفوظات حضرت دہلوی) اسی طرح امام بخاری نے مستقل ایک باب اور باندھا ہے باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا من ورائھم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو چند باتیں بتائیں اور یہ فرمایا کہ ان باتوں کو محفوظ رکھو اور اپنی قوم میں جاکر ان کو پہنچادو۔ امام بخاری نے باب القراءۃ علی المحدث میں ایک صحابی کا واقعہ لکھا ہے جو گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کا قاصد پہنچا اور انھوں نے آپ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قاصد نے سچ کہا ہے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے قاصد نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے اوپر پانچ نمازیں فرض ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کہا، انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کے قاصد نے کہا کہ ہمارے اوپر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سچ کہا، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میں ان چیزوں میں سے کسی میں کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا اس حدیث پاک میں کمی زیادتی نہ کرنے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس پہونچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ انتہیٰ

میں حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں خاص وعام، تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے اور خطاب بالمنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے فقط۔ یہی وہ فرق ہے جس کو میں نے شروع میں کہا کہ وعظ صرف علماء کا کام ہے اور مخصوص چیز وں کا پہنچا دینا علماء کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر شخص کو کرنا چاہیئے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے وعظ آداب التبلیغ میں بہت تفصیل سے اس کو بیان فرمایا ہے اسمیں بھی تبلیغ عام اور خاص کی تفریق فرمائی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ تبلیغ خاص کیلئے تو مسئلہ کی حقیقت کا معلوم ہونا اور اسکے بیان پر قدرت ہونا شرط ہے۔ اور تبلیغ عام یعنی وعظ کہنا یہ علماء کا کام ہے۔ خواہ درسیات پڑھ کر عالم ہوا ہو یا کسی عالم سے مسائل سن سن کر عالم ہو گیا ہو اس کو بھی تبلیغ عام کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی بڑے نے اس کو اس کام کے لئے متعین کیا ہو، چنانچہ صحابہؓ نے کہاں پڑھا تھا وہ بھی تو سن سن کر تبلیغ کرتے تھے، مگر ہر شخص خود نہ سمجھے کہ میں اس کے قابل ہوں جب تک کوئی کامل نہ کہہ دے کہ تم کامل ہو، بہجۃ النفوس کا ترجمہ جو مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ارشاد سے کیا اور وہ بخاری شریف کی احادیث کا انتخاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نیز تبلیغ کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یہی مراد ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خواص نے صرف درس وتدریس پر قناعت کرلی ہے عامۂ مسلمین کو امر و نہی کرنے سے پہلو تہی کی جاتی ہے، حالانکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جن کے یہ حضرات وارث ہیں اصل وظیفہ امر و نہی اور تبلیغ ہی تھا، اصطلاحی درس وتدریس ان کا وظیفہ نہ تھا۔ درس وتدریس دراصل اسی مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ ہے تاکہ مبلّغ علم صحیح کے ساتھ تبلیغ کرسکے۔ پھر یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ وسیلہ اور ذریعہ کا تو اتنا اہتمام اور اصل مقصد سے اتنی بے پروائی۔۔۔۔ اور عامۂ مسلمین کو جان لینا چاہیئے کہ تبلیغ احکام صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ جس شخص کو جتنا علم احکام کا حاصل ہے اس کو دوسروں تک پہونچانا اس کے ذمہ فرض ہے مثلاً سب کو معلوم ہے کہ نماز فرض ہے تو جو نماز نہیں پڑھتا اس کو یہ حکم پہونچانا ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے۔ اسی طرح جن کاموں کا گناہ ہونا معلوم ہے ان کا گناہ ہونا اس شخص کو بتلایا جائے جو ان میں مبتلا ہے۔ البتہ عام لوگوں کو وعظ کی صورت سے تبلیغ نہ کرنا چاہیئے کہ یہ منصب اہل علم کا ہے، جاہل جب وعظ کہنا شروع کرتا ہے تو غلط یا صحیح جو زبان پر آتا ہے کہہ جاتا ہے۔ جس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے عوام کو وعظ نہ کہنا چاہیئے بلکہ گفت وشنید اور نصیحت کے طور پر ایک دوسرے کو احکام سے مطلع کرنا

چاہیئے کیونکہ تبلیغ احکام فرض ہے اور اس کو اصلاح حال میں بھی بڑا دخل ہے فقط

**اشکال ۸:-** مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف قرار دیا جاتا ہے یہ بھی غلط ہے جیسا مدارس کا فائدہ علیحدہ ہے ایسا ہی خانقاہوں کا فائدہ علیحدہ اسی طرح تبلیغ کا فائدہ بھی مستقل ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اور مدارس اور خانقاہوں کا فائدہ خصوصی ہے کہ مدارس اور خانقاہوں سے وہی لوگ تمتع حاصل کر سکتے ہیں جو مدارس اور خانقاہوں میں جائیں اور تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اس حیثیت سے اس کا فائدہ ان دونوں سے زیادہ اہم اور اتم ہے کہ اسمیں ناقدروں، جاہلوں، دین سے ناواقف لوگوں کو دین کیطرف کھینچ کر لانا ہے حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد افاضات میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس و تدریس متعارف مقصود کا مقدمہ ہے اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔ آجکل بڑی کوتاہی ہو رہی ہے کہ درس و تدریس کو اصل سمجھ لیا ہے اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محرومی ہو گئی ہے حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا۔ ابتداء میں درس و تدریس اور بعد فراغ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں ایک طرف متوجہ ہو کر دوسری طرف سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے علماء کو اس طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی صرف کیا کریں۔۔۔ آجکل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے، پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغولی ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ جس قدر وقت اس میں صرف کرتے ہیں تبلیغ میں اس کا نصف حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ تحریر ہے "ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دین میں تبلیغ اصل ہے اور درس و تدریس اس کے مقدمات مگر یہ شرط ہے کہ بلا ضرورت کسی مفسدہ میں ابتلاء ہو جائے ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ چنانچہ۔۔ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا موقع پر خیال رہتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہیئے۔ ایک شخص ریل میں تھا، اس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی یہ شریعت کے خلاف ہے اس کو درست کر لینا۔ اس نے چھٹتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی، اسی روز سے میں نے بلا ضرورت لوگوں کو کہنا چھوڑ دیا۔ کہ ابھی تک تو گناہ ہی تھا اور اس صورت میں کفر تک کی نوبت آگئی۔"
(افاضات یومیہ حصہ اول)۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ اصل کام دعوت الی اللہ ہے۔ اور اس کے محفوظ اور قائم رکھنے کے لئے مدارس کی ضرورت ہے۔ اب یہ چاہیئے کہ جب مدارس سے علم ضروری حاصل کرلیں تو دعوت الی اللہ بھی کیا کریں۔ جس کا آسان ذریعہ وعظ ہے اور پڑھنا پڑھانا اس کا مقدمہ ہے اس لئے

یہ شغل بھی ضرور رکھیں جیسے نماز کے لئے وضو اور وضو کے لئے پانی اور لوٹوں کا جمع کرنا ضروری ہے ایسے ہی تبلیغ کے لئے بھی پڑھنا پڑھانا ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص... وضو اور لوٹوں ہی کے اہتمام میں رہے اور پانی ہی بھرا کرے اور نماز کا وقت گذر جائے تو کیا یہ شخص قابل مدح ہے؟ پس اسی طرح پڑھنا پڑھانا دعوت الی الحق کے صرف مقدمات ہیں۔ مگر اب ان مقدمات میں ایسی مشغولی ہوئی کہ اصل کام کو بھی بھول گئے افسوس جو لوگ اس کے اہل تھے وہ بھی اس کو بھولے ہوئے ہیں کہ وہ مقدمات ہی میں مشغول ہیں مقصود میں وقت صرف نہیں کرتے (التبلیغ ۲ وعظ دعوت الی اللہ)

گذشتہ مضامین میں کثرت سے یہ مضمون لکھا جا چکا کہ حضرت دہلوی اور مولانا یوسف صاحب رحمہما اللہ کے مکاتیب تقاریر ملفوظات میں مدارس اور خانقاہوں کی اہمیت جتنی کثرت سے بیان کی گئی ہے وہ ظاہر ہے اور وہ دونوں حضرات اپنی تبلیغ کو مدارس اور خانقاہوں کے لئے بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے فرماتے اور لکھتے رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ مدارس اور خانقاہوں میں وہی شخص جائے گا جس میں طلب ہوگی اور لوگوں میں طلب پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ عمومی تبلیغ ہی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہو اور جب تک دین کی طلب اور تڑپ پیدا نہ ہوگی نہ مدارس کو کوئی پوچھے گا نہ خانقاہوں کو، اگر تبلیغی کارگذاریوں کو معلوم کیا جائے اور ان کی احوال سے تفصیلی علم حاصل ہو تو صرف ایک میوات ہی اس کے لئے شاہد عدل ہے کہ جہاں اسلام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے وہاں ان چالیس سال میں کتنے علماء پیدا ہوئے جن کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہو گئی۔ کتنے سالکین حضرت اقدس تھانوی ــــــ حضرت شیخ الاسلام مدنی، حضرت اقدس رائے پوری کے خلفاء بن چکے ہیں، علی میاں حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کر لیا کہ ایسی حالت میں مسلمانوں میں ایمان و یقین رو بہ تنزل ہیں دین کی قدر و عظمت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے، عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، لہٰذا ان تکمیلی شعبوں کا قیام جو دین کی جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باتیں ہیں، طبائع اور رجحانات کے سیلاب کے رخ کو خداداد فراست و بصیرت سے پہچان کر آپ نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ نئے دینی اداروں کا قیام تو الگ رہا پرانے اداروں اور دینی مرکزوں کی زندگی بھی ایسی حالت میں خطرے سے باہر نہیں۔ اس لئے کہ وہ رگیں اور شرائیں جن سے ان میں خون زندگی آتا تھا مسلمانوں کے جسم میں برابر خشک ہوتی جا رہی ہیں، ان کی طلب اور ان کی ضرورت کا احساس اور ان کے قائم ہو جانے

کے بعد ان کی قدر اور ان کے خدمت گذاروں کی خدمات کا اعتراف ختم ہو رہا ہے، اس سلسلے میں حضرت کا ایک بہت طویل مکتوب جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تاجر اسلحہ الٰہی بخش اینڈ کو دہلی کے نام مدارس کی اہمیت اور ان کے بقاء و تحفظ کیلئے تبلیغ کی ضرورت پر تحریر فرمایا جو بہت اہم ہے، اس کے بعد اس خط کی شرح میں علی میاں لکھتے ہیں کہ "مولانا سمجھتے تھے کہ ان مدارس کا وجود مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے اور اس سایۂ رحمت کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے ...... لیکن مولانا سمجھتے تھے کہ ان مدارس کا وجود و قیام اس زمین پر ہے جو ہمارے اسلاف تیار کر گئے تھے۔ اصل دین کی تبلیغ اور جد و جہد کی بدولت مسلمانوں میں دین کی جو طلب اور قدر پیدا ہو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دین کو اپنی نئی نسل میں پیدا کرنے کے لئے اور اس کو دنیا میں قائم و باقی رکھنے کے لئے دیندار مسلمانوں نے جا بجا مکاتب و مدارس، قائم کئے اور ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا اس بچی کھچی طلب اور قدر کا نتیجہ ہے کہ ابھی تک مدارس چل رہے ہیں اور ان کو طالب علم مل رہے ہیں، لیکن اس سرمایہ طلب میں برابر کمی آرہی ہے اور اضافہ نہیں ہو رہا ہے یہ صورت حال دین کے مستقبل اور دینی اداروں کے وجود و بقاء کے لئے سخت تشویشناک ہے (دینی دعوت)

(اشکال ۵) یہ بھی بعض مرتبہ خطوط میں آیا اور سننے میں بھی آیا کہ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنایا جاتا ہے۔ بظاہر تو یہ اعتراض یقیناً اہم ہے، مگر درحقیقت امارت کے مناسبات الگ ہوتے ہیں جس کے درمیان میں صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ انتظامی صلاحیتیں غور و فکر وغیرہ امور بھی ضروری ہیں۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا عہد نبوت سے چلتا آرہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو متعدد سرایا میں امیر بنا کر بھیجا ہے۔ طعن کرنے والوں سے تو کوئی زمانہ خالی ہوتا نہیں بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا، اور حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ اسامہ کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے پہلے ان کے والد زید کی امارت میں اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم کہ وہ امارت کا زیادہ مستحق تھا اور مجھے محبوب (بخاری)۔ اعتراضات کی وجوہ میں یہ بھی تھا کہ اس نو عمر لڑکے کو مہاجرین اولین پر امیر بنا دیا (حیاۃ الصحابہؓ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو اپنے مرض وصال میں امیر بنایا جس کی تنفیذ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

کی کتب حدیث وسیر میں مفصل اس کی احادیث موجود ہیں۔ کہ اول تو اس لشکر کو اس حالت میں بھیجنے ہی پر لوگوں کو اشکال تھا۔ لیکن جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اصرار کیا کہ جس لشکر کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا ہے میں اس کو روک نہیں سکتا تو پھر انصار نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ اگر اس کا بھیجنا ضروری ہے تو پھر ہمارے اوپر کسی ایسے شخص کو امیر بنا دیں جو سن رسیدہ ہو، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ پیام لے کر حضرت، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی مبارک کو پکڑ کر یہ کہا کہ تو مر جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امیر بنایا اور تو مجھے یہ کہتا ہے کہ میں اس کو اس کی امارت سے ہٹا دوں۔ حضرت عمرؓ نے جا کر کہا کہ تمہیں تمہاری مائیں روئیں مجھے تمہاری وجہ سے آج خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پیش آیا" بہت طویل قصہ ہے۔ (حیاۃ الصحابہؓ) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا جب کہ ان کے ماتحت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ مفصل حدیث حیاۃ الصحابہ میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہینہ پر جو وفد بھیجا اس میں عبداللہ بن جحش کو امیر بنایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تم میں زیادہ افضل نہیں ہے، لیکن بھوک اور پیاس پر زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہؓ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امارت کے سلسلہ کے درمیان میں صرف افضلیت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اور بھی بہت سی چیزیں اس میں قابل لحاظ ہوتی ہیں۔ حضرت قیس بن سعد کو ایک لشکر کے اوپر امیر بنایا۔ جن میں حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بھی موجود تھے (حیاۃ الصحابہؓ ج ۲)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں یزید بن ابی سفیان کو امیر بنایا اور ماتحتی میں امین ہذہ الامۃ حضرت ابوعبیدہ اور امام العلماء حضرت معاذ بن جبلؓ تھے اور یہ دونوں لقب ان دونوں حضرات کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ ہیں مفصل قصہ حیاۃ الصحابہؓ میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص کو مہاجرین اور انصار کی بڑی جماعت پر امیر بنا کر بھیجا۔ اور ان سے فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہیں ایسے لوگوں پر امیر بنایا ہے جو اسلام میں تم سے مقدم ہیں اور وہ اسلام کے بارے میں تم سے زیادہ غنی ہیں۔ آخرت کے حاکموں میں سے بننے کی کوشش کیجیو، اور ہر بات کے درمیان میں اللہ کی رضا کا اہتمام رکھیو (حیاۃ الصحابہؓ) حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا ارشاد افاضات یومیہ میں منقول ہے کہ محمد بن قاسم

حجاج بن یوسف کے داماد تھے۔ جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت سترہ سال کی عمر تھی لشکر میں بڑے بڑے پرانے تجربہ کار ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ سب برکت ایمان اور فہم صحیح کی تھی، سترہ سال کی عمر اور دوسرے ممالک پر چڑھائی، زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اس وقت فہم عام تھا۔ اب جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بُعد ہوتا جارہا ہے اسی قدر اس میں کمی ہوتی جارہی ہے فقط درحقیقت امارت کے واسطے صرف مشیخت یا افضلیت یا اعلمیت کافی نہیں اس میں ان چیزوں سے زیادہ ضرورت بالخصوص اسفار کے موقعہ پر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو ہمت، قوت، مشقتوں کے برداشت میں زیادہ تحمل کرنے والا ہو، تبلیغ والے امارت کے لئے خاص طور پر اس کی رعایت ضرور رکھتے ہیں کہ پہلے سے کسی دورہ وغیرہ میں نکل چکا ہو کہ وہ فی الجملہ تجربہ کار ہوتا ہے واقف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض جماعتوں میں کسی پرانے کارکن کو ایسے اکابر پر بھی امیر بنادیا جاتا ہے اور بنانا ضروری ہے جو پہلے کسی گشت میں نہ گئے ہوں، کہ وہ اصول طریق کار سے اپنی علوشان کے باوجود ناواقف ہوتے ہیں۔ مقولہ مشہور ہے "سل المجرب ولا تسئل الحکیم"[1] کہ بات تجربہ کار سے پوچھنی چاہئے۔ بہت سے طبیب وڈاکٹر جن کی ڈگریاں اونچی ہوتی ہیں لیکن علاج ان سے کم ڈگریوں والوں کا بوجہ انکے تجربات کے زیادہ موثر ہوتا ہے۔ پہلے سفر حج یعنی ۱۳۳۸ھ میں شریف کے اخیر زمانہ میں مدینہ کا راستہ نہایت مخدوش تھا۔ جس کی وجہ سے مدینہ پاک قافلے بہت کم گئے۔ ہم لوگوں کا پہلا سفر حج تھا۔ اس لئے حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو مدینہ پاک کئی دفعہ حاضر ہوچکا ہوں۔ قیام کی نیت سے جارہا تھا مگر قیام کی تو حضرت مولانا محب الدین صاحب اجازت نہیں دیتے۔ تم لوگوں کا پہلا حج ہے معلوم نہیں پھر حاضری ہو نہ ہو۔ اس لئے تم ہو آؤ، مدینہ پاک کے اس سفر میں اس سیہ کار کو حضرت نے امیر بنادیا، حالانکہ اس قافلہ میں مجھ سے زیادہ علم والے فضل والے بڑے بڑے بوڑھے بھی موجود تھے۔ اس کی تفصیل میرے رسالہ آپ بیتی میں حجوں کی تفصیل میں گذر چکی۔ اس سلسلہ میں یہ الزام بھی دہرایا گیا کہ تبلیغ والوں کا یہ عذر کہ کوئی اہل نہیں تھا اس واسطے نااہل ہی کو امیر بنادیا۔ اور اس پر بہت فقرے کسے گئے کہ جب کوئی اہل نہیں تھا تو کیا ضرورت تھی کہ جماعت نکالی جاتی یہ بھی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ جب تبلیغ کی اہمیت اس کی ضرورت اور احتیاج کثرت سے معلوم ہوچکی تو پھر یہ اشکال کہ نااہل کو کیوں امیر بنادیا مسئلوں سے

---

[1] ترجمہ:- تجربہ کاروں سے دریافت کرو اور اہل حکمت سے نہ پوچھو

... ناواقفیت ہے، علماء کے نزدیک بالاتفاق اُمیوں کی نماز امی امام کے پیچھے جائز ہے اس وجہ سے کہ جماعت میں کوئی قاری یا عالم نہیں جماعت کا چھوڑنا جائز نہیں، امارت تو معمولی چیزیں ہیں اور عارضی، حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے تو اپنے ملفوظات میں کثرت سے تحریر فرمایا ہے کہ مشائخ بعض اوقات نا اہل کو بھی اجازت دیدیتے ہیں، میرے رسالہ آپ بیتی ۵ میں یہ مضمون بہت تفصیل سے گذر چکا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ ایک طویل گفتگو میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر امامت کے لئے کوئی وجہ کافی نہ ہو تو یہی وجہ کافی ہے کہ امام کو باوجود نا اہل ہونے کے جب لوگ اہل سمجھ کر امام بناتے ہیں تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس کو لوگوں کے گمان کے موافق اہل ہی کر دیں۔ اکثر ہوا واقع ہوا ہے کہ مشائخ نے کسی ایسے شخص کو اجازت دیدی جس میں اہلیت نہ تھی مگر حق تعالیٰ نے ان کے فعل کی برکت سے اس کو اہل کر دیا۔ (مجالس الحکمۃ) حضرت دہلوی کا نکاح ۱۳۳۰ھ میں ہوا جبکہ ان کی عمر ۲۷ سال کی تھی، اور نکاح میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مراقدہم وغیرہ اکابر موجود تھے۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کو امامت کے لئے بڑھا دیا تو مولانا بدر الحسن نور اللہ مرقدہٗ نے جو خاندان کے بڑے تھے مزاحاً کہا کہ انجن تو اتنا چھوٹا اور اتنے بھاری بھاری ڈبے تو حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا تھا کہ یہ تو انجن کی طاقت پر منحصر ہے فقط نو عمر امیر بھی بسا اوقات قافلہ کو زیادہ قابو میں رکھ سکتا ہے۔

(اشکال ۹) ایک اعتراض کثرت سے کانوں میں پڑا کہ حضرت حکیم الامۃ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہما اس موجودہ تبلیغ کے خلاف تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے متعلق تو آئندہ مستقل نمبر آرہا ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تو کثرت سے ان تبلیغی مجامع میں شرکت فرمائی۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں ۲۰ھ میں تو اس ناکارہ کی طباعت بذل کے سلسلہ میں بہت کثرت سے حاضری ہوئی اس وقت تک تو یہ تبلیغ شروع نہیں ہوئی تھی اس کے بعد ۴۶ھ سے حجاز سے واپسی کے بعد حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ تک بہت ہی کثرت سے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کی نوبت آئی مہینہ تو شاید ہی کوئی گیا ہو مگر دو مہینے مسلسل کبھی ایسے نہیں گذرے ہوں گے کہ تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی ہو، میں نے اس دوران میں حضرت کی مجلس میں کوئی مخالفت نہیں سنی البتہ لوگوں سے میرے کان میں پڑا، مگر حضرت قدس سرہٗ کے اجل خلفاء کی تحریرات مستقل نمبر میں آگے آرہی ہیں جن سے ان حضرات کا اس تبلیغ کے ساتھ شغف وانہماک معلوم ہوگا، اس کے بالمقابل یہ مقولہ

حضرت حکیم الامۃ کا متعدد لوگوں سے میرے کان میں پڑا کہ "مولوی الیاس صاحب نے تو یاس کو آس سے بدل دیا حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہ کی سوانح میں علی میاں نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے جب حضرت حکیم الامۃ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔ اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں آپ نے تو ماشاءاللہ یاس کو آس سے بدل دیا مولانا کو ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔ لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے بتلایا کہ یہ مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے۔ اور کچھ اور نہیں چھیڑتے تو مولانا کو مزید اطمینان ہوا" اور یہ مضمون تو گذشتہ مضامین حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے مختلف ملفوظات میں گذر چکا ہے کہ وعظ عالموں کا کام ہے، تبلیغ ہر شخص کر سکتا ہے، تبلیغ اور تذکیر کے فرق کے بیان میں حضرت تھانوی کے مختلف مضامین اس سلسلے میں گذر چکے ہیں، اگر کسی موقع پر حضرت حکیم الامۃ نے کوئی نکیر فرمائی ہوگی تو یقیناً اس روایت پر کہ جاہلوں کا وعظ نقل کیا گیا ہوگا، یا کسی مبلغ یا خاص جماعت کی بے عنوانی نقل کی گئی ہوگی اس پر حضرت کا نکیر فرمانا برمحل ہے۔ تقریباً آٹھ سال ہوئے ایک صاحب کا خط میرے پاس آیا تھا جس میں یہی استفسار کیا گیا تھا کہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کیا اس تحریک کے مخالف تھے۔ اور یہ کہ میرے شیخ مجھے اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے اور میں اس کو بہت ضروری سمجھتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میرا وہ خط اسی زمانہ میں چند سال ہوئے ایک رسالہ "چشمۂ آفتاب" میں طبع بھی ہو گیا تھا، جس کو اس رسالہ سے یہاں نقل کرتا ہوں،

"عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہونچا حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے متعلق مخالفت میرے علم میں نہیں۔ بلکہ میرے علم میں یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ متعدد مرتبہ نظام الدین تشریف لے گئے بلکہ میوات بھی تشریف لیگئے اور چچا جان یعنی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کثرت سے تھانہ بھون حاضر ہوتے تھے، تھانہ بھون کی حاضری میں یہ ناکارہ بھی اکثر ساتھ ہوتا تھا اور چچا جان ہر حاضری پر اپنی مساعی کا تذکرہ کرتے تھے اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اظہار مسرت بھی فرماتے تھے اور دعائیں بھی دیتے تھے یہ تو اس ناکارہ کا مشاہدہ ہے۔ البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کے بعض خلفاء اور خواص اس کو پسند نہیں فرماتے اس

کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی روایات پر رائے قائم فرماتے ہیں۔ نیز چونکہ اس کی کوئی منظم جماعت نہیں، بلکہ خود آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ان حضرات کی کوشش رہتی ہے کہ ہر جگہ سے آدمی نکلیں نئے آدمی اصول سے واقف نہیں ہوتے ان سے بے اصولیاں بھی ہوتی ہیں، اس ناکارہ کو شروع ہی سے بہت قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی ہے، اب ان جماعتوں کے کارنامے بہت کثرت سے دیکھنے اور سننے کے مواقع پیش آتے ہیں میرے نزدیک یہ تحریک۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور بے انتہا ثمرات کا موجب ہے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے نمازی بے دین دیندار بن گئے جو لوگ علماء اور مدارس کے بہت خلاف تھے وہ سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم سے متعلق اور مدارس کے معین بن گئے۔ نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عرب ممالک اور دوسرے یورپ کے بہت سے شہروں میں ہزاروں آدمی دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن ممالک میں مساجد ویران پڑی تھیں ان میں باقاعدہ نماز بلکہ تراویح کا اہتمام ہو گیا۔ کوتاہیوں سے انکار نہیں لیکن کوتاہیوں سے کون سا مجمع یا ادارہ خالی ہے، نفع نقصان کی مجموعی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے مدرسہ کے ناظم الحاج مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ، مولانا تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ہیں وہ تو بیعت کے وقت بھی ہر مرید کو اس کی تاکید فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بہت سے مشائخ بھی اپنے مریدین کو اس کی تاکید کرتے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانی بھی حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اس مرتبہ سفر حج سے واپسی پر خود اس ناکارہ کی موجودگی میں انھوں نے مولانا محمد یوسف صاحب کو اپنے مدرسہ میں بلا کر اس کی تاکید اور تحریک پر تقریر کروائی۔ ابھی مولانا عبید اللہ صاحب بھی مدینہ منورہ سے پاکستان کے راستے سے واپس آئے انھوں نے بھی بتایا کہ مفتی صاحب نے بہت اصرار سے اپنے مدرسہ کے لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا اور خود انھوں نے بھی ان کی تقریر کے بعد زوردار تائید فرمائی اس کے باوجود آپ کے متعلق میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کو شیخ اس کی اجازت نہ دیں تو آپ کو ان کی منشا کے خلاف شرکت

نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ اگر آپ کو شیخ خوشی سے اجازت دیں تو ضرور شرکت فرمائیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر آپ اپنے شیخ کی رضا کے تحت شرکت نہ فرماویں تو مخالفت بھی نہ فرمادیں، اس لئے کہ میری رائے یہ ہے کہ عنایت الٰہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے کہ مبشرات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس جماعت کے متعلق تواتر سے نقل کئے جارہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو اس میں، شرکت کے واسطے ترغیبات وتاکیدات خوابوں میں کثرت سے کی جارہی ہیں جس کی نظیر لیلۃ القدر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے ارای رؤیا کم قد تواطئت فی السبع الاواخر الحدیث جس کو شیخین نے تخریج کیا ہے کی روشنی میں کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حمایت کرنا جو اتنی کثرت سے سننے میں آرہا ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر یہ ناکارہ مخالفت کو خطرناک سمجھ رہا ہے، عدم شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی وجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے، اس میں بندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں، لیکن مخالفت دوسری چیز ہے یہ اس ناکارہ کا ناقص خیال ہے واللہ اعلم بالصواب، البتہ کوئی منکر صریح دیکھی جائے تو اس پر نکیر دوسری چیز ہے۔ یہ ناکارہ اپنے ہجوم مشاغل اور کثرت امراض کی وجہ سے طویل تحریرات سے معذور ہے اس لئے آپ کو اس خصوصی تعلق پر جو مدرسہ کی وجہ سے اس ناکارہ سے بھی ہے مختصراً اپنی رائے لکھ دی ہے۔ ان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأً فمنی ومن الشیطان۔ فقط والسلام

(حضرت مولانا) زکریا (صاحب) مظاہر علوم سہارنپور۔

بقلم محمد اسمٰعیل سورتی ۱۳ / ج ۲ ۱۳۸۴ھ

اگر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے کبھی کسی مبلغ یا جماعت کے متعلق کوئی تنقید فرمائی ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں، حضرت قدس سرہ کی تنبیہات اور اصلاحات سے کون ناواقف ہے اور اس سے طلبہ علماء بالخصوص حضرت کے خدام اور مجازین میں کون سا مستثنیٰ ہے، خود حضرت قدس سرہٗ کا ارشاد مبارک ہے فرمایا کہ مشکل سے کوئی

شخص ہوگا جو میری لڑائی سے (مراد روک ٹوک ہے) بچا ہوگا، ورنہ قریب قریب سب ہی سے لڑائی ہو چکی ہے۔ (افاضات اخوان خلیل کے ضمیمہ پر جام ۸ کے حاشیہ میں حضرت تھانوی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہو سکتی ہے۔۔۔۔
اس وقت ایک موقع نظر کے سامنے بھی ہے، الامداد بابت محرم ۱۳۳۶ھ میں ایک صاحب پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے کس قدر لتاڑ پڑی ہے۔۔۔۔ ایک صاحب نے جو مولوی اور مجاز تھے ایک عریضہ لکھ کر خدمت والا میں پیش کیا جس میں یہ مضمون تھا کہ "میں اپنے وطن جاتا ہوں اور وہاں فتنے بہت ہیں آپ کچھ فرما دیجئے تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔" فرمایا کہ میں کیا کہدوں۔ ان صاحب نے اس کا جواب دینے میں گنجلک (ٹال مٹول) کی آپ نے فرمایا کہ صاف جواب دو اس تحریر کا کیا مقصود ہے۔ اس کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا لفظ کہہ دیجئے کہ حق تعالیٰ مددگار رہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایسا امر ہے کہ میں اس کے دریافت کرنے میں آپ کا حاجتمند ہوا اور آپ میرے کہنے سے پہلے اس کو جانتے ہیں پھر مجھ سے یہ لفظ کیوں کہلایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، تم کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آیا۔ اگر دعا کرانی تھی تو صاف لفظوں میں کہا ہوتا کہ دعا کر دیجئے۔ اس کے بعد ایک صاحب نے ان صاحب کی سفارش کرنی شروع کی تو ان پر بھی لتاڑ پڑی الامداد میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط اس سے بھی بڑھ کر جناب الحاج حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت قدس سرہٗ کے کتنے اخص الخواص مقرب اور معالج جن کے متعلق حضرت حکیم الامۃ نے لکھا ہے "دیکھئے حکیم مصطفیٰ صاحب کتنے محبوب، معتمد کتنے مقرب کتنے مخصوص اس کے باوجود حکیم مصطفیٰ صاحب نے جب کہ حکیم الامۃ لکھنؤ شفاء الملک صاحب کے زیر علاج تھے تو حکیم صاحب نے اپنے کسی دوست کے ذریعہ سے شفاء الملک سے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے مرض کی تشخیص کے متعلق استفسار کیا تھا کہ کیا مرض ہے اس پر حضرت حکیم الامۃ نے اس دخل در معقولات پر جتنا سخت خط حکیم مصطفیٰ صاحب کو لتاڑ کا لکھا ہے وہ میری تو نقل کی ہمت نہیں پڑتی افاضات یومیہ جلد نہم حصہ دوم ملفوظ ۱۳۳ میں نقل کیا ہے کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضرت قدس سرہٗ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سے ناراض ہو گئے تھے یا وہ معتوب بن گئے تھے۔ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ اپنے بڑے بھانجے مولانا سعید احمد صاحبؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی جس کو عشق کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان ہی کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا۔۔۔۔

سہارنپور کے ایک جلسہ میں مولانا کا نہایت اعلیٰ درجہ کا وعظ ہوا جس سے سامعین بیحد متاثر ہوئے حضرت نے بعد وعظ مولانا کو کسی معمولی سی بات پر برسر مجمع نہایت سختی کے ساتھ زجر و توبیخ فرمائی تاکہ ان میں عجب و پندار پیدا نہ ہو، بعد میں حضرت والا نے خود بھی یہی مصلحت بتائی (اشرف السوانح) کیا ان تین واقعوں سے یا اس قسم کے دوسرے واقعات سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت قدس سرہٗ اپنے سارے مجازین اور سارے اعزہ سے خفا تھے یا سب کو نکال دیا تھا اسی طرح اگر کسی مبلغ یا کسی جماعت کے متعلق کسی لغزش پر جو حضرت قدس سرہٗ تک صحیح یا غلط طریقہ پر پہنچی اور حضرت نے لتاڑا ہو تو برمحل ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے یہ کہدینا کہ حضرت اس جماعت سے خفا تھے۔ کوئی بھی عقل سلیم مان سکتی ہے، بالخصوص جبکہ لوگوں کی عادت اکابر کی خدمت میں غلط واقعات پہونچانے کی مشہور و معروف ہے خوان خلیل کے قصہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا یہ مقولہ بھی درج ہے کہ معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں۔ فقط، حضرت حکیم الامۃ کی افاضات یومیہ میں بیسیوں قسم کے اس نوع کے واقعات ہیں اس لئے اکابر کی طرف سے اگر کسی آدمی پر یا کسی جماعت پر کوئی ڈانٹ پڑے تو وہ وقتی چیز ہوتی ہے۔ اس کو اس شخص یا جماعت کی طرف سے کلیہ پر حمل کرنا یا جہالت سے ہو سکتا ہے یا عناد سے، خود حضرت حکیم الامۃ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں پر ڈانٹ ڈپٹ روک ٹوک زیادہ کرتا ہوں یہ واقعہ ہے کہ ان کے متعلق یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھ سے اچھے ہو جائیں ۔ گو عام لوگ اس کو عدم مناسبت اور بے تعلقی کی دلیل سمجھتے ہیں (افاضات یومیہ)۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن (شہر کا نام) میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ احادیث نقل کیا کرتے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے متعلق غصہ میں فرمایا جو لوگ یہ حدیثیں سنتے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر نقل کرتے تو حضرت سلمان کہتے تھے کہ حذیفہ کو اپنی احادیث کا زیادہ علم ہے لوگ حضرت حذیفہ کے پاس جا کر کہتے کہ ہم نے حضرت سلمان سے تمہاری حدیثیں نقل کیں، انھوں نے نہ تو تصدیق کی نہ تکذیب کی تو حضرت حذیفہ حضرت سلمان کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا آپ میری ان احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جو خود آپ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں حضرت سلمان نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراضی کے درمیان میں بعض لوگوں کے

متعلق کچھ فرمادیتے تھے۔ اور بعض اوقات بعض لوگوں کی کسی مسرت کی بات پر مسرت کا اظہار فرمادیتے تھے۔ تم اس قسم کی روایات نقل کرنے سے یا تو رک جاؤ کہ جن کی وجہ سے بعض لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کی طرف سے لوگوں کے دل میں ناراضی پیدا ہو اور آپس میں اختلاف پیدا ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میں ایک آدمی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح سے مجھے بھی غصہ آجاتا ہے پس جس آدمی کو میں نے غصہ میں کچھ کہا ہو یا اللہ تو اس کہنے کو لوگوں کے لئے رحمت اور قیامت کے دن برکات کا سبب بنا، یا تو تم ایسی حدیثیں نقل کرنے سے رک جاؤ، ورنہ میں امیر المومنین کے پاس تمہاری شکایت لکھوں گا (بذل ج ۵)

خود حضرت اقدس حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ سے افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مشائخ کے یہاں جو مقربین بصیغۂ اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مکربین بصیغۂ اسم فاعل بھی ہوتے ہیں، ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں، جھوٹ سچ لگاتے رہیں۔ جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا جس سے چاہا راضی کر دیا، بحمد اللہ ہمارے بزرگ اس سے صاف ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کسی کی شکایت سنتے ہی نہ تھے جہاں کسی نے کسی کی شکایت شروع کی فوراً منع فرمادیا کرتے تھے کہ خاموش رہو میں سننا نہیں چاہتا، اس کے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت کی نہ ہوتی تھی، اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سن کر فرمادیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی شکایت کی سب غلط ہیں۔ میں جانتا ہوں اس شخص کو وہ ایسا نہیں، ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے میں کیا معمول تھا۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا کہ ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں سمجھ لیتا ہوں کہ دونوں میں رنجش ہے۔ مگر سن لیتے تھے سب" افاضات یومیہ میں لکھا ہے کہ میں تو واقعات میں علماء تک کی روایات کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فتویٰ تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں، اس پر چاہے کوئی برا مانے یا بھلا جو بات تھی صاف عرض کر دی"

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے پاس مقربین یہ سوغاتیں لے کر جاتے ہیں کہیں اس کی شکایت کہیں اس کی شکایت کسی نے دو حضرات

سے جاکر یہ کہہ دیا کہ دیکھئے آپ کے سفر حجاز کے بعد ہی اس نے (یعنی حضرت تھانوی) حدیث کا دورہ شروع کرادیا۔ احقر نے عرض کیا کہ شاید مثنوی شریف کے درس کو کسی نے حدیث کا دورہ سمجھ لیا ہو فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے کہ خرگوش کو اونٹ سمجھ لے پھر فرمایا کہ اگر شروع ہی کر دیتا تو کیا گناہ تھا۔ مگر لوگوں میں یہ سخت عیب ہے کہ بزرگوں کے بھی کان بھرتے ہیں۔ بزرگوں کے پاس یہ سوغاتیں لے کر جاتے ہیں۔ (حسن العزیز)

میرا مقصد ان چیزوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مشائخ کے یہاں روایات غلط اور صحیح پہنچتی ہی رہتی ہیں۔ اور اس بنا پر اگر کسی شخص کی کوئی تعریف یا کسی کی کوئی مذمت کی ہو تو ان کو کلیہ بنا لینا ہرگز مناسب نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ صاحب سر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس پر ڈانٹ دیا کہ ایسی روایات نقل نہ کیا کریں، یہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء جن کی تفصیل آگے آرہی ہے اس کام میں بہت شرکت فرمارہے ہیں۔ اور حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مختصر لفظوں میں بہت ہی اچھی بات لکھی کہ "آپ لوگوں سے اس قسم کے استفسارات تعجب خیز ہیں، تبلیغ آج سے نہیں، ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے جب علماء اس میں شریک ہیں، انھوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ولائح ہے اس کے بعد اب سوال کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ مفصل خط اپنی جگہ پر آرہا ہے۔

(۱) اشکال عنا) حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق میرے کان میں کبھی کبھی پڑا کہ حضرت بھی اس کے مخالف تھے۔ اس روایت پر تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اس لئے کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی اس تبلیغ کے ساتھ دلچسپی، شغف، ترغیبات، تحریراً و تقریراً اتنی شائع ہوچکی ہیں کہ اس کے بعد اس قسم کی روایات حضرت کی طرف منسوب کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں، اس جماعت کے جلسوں میں کثرت سے حضرت قدس سرہٗ کی شرکتیں بھی ہیں تقریریں بھی ہیں اور شرکت کیلئے تاکیدیں بھی ہیں ان سب کا احاطہ اس مختصر رسالہ میں بہت ہی دشوار ہے، حضرت کی تقریریں مستقل بھی رسائل میں شائع ہوچکی ہیں ان سب کا اس مختصر رسالہ میں نقل کرنا تو بہت دشوار ہے، حضرت شیخ الاسلام کی تبلیغی تقریروں کے نام سے بھی ایک مستقل رسالہ شائع ہوچکا، اور مختلف اخبارات و رسائل میں بھی کثرت سے ان کے اقتباسات شائع کئے گئے، نمونہ کے طور پر صرف ایک دو خطوط نقل کرتا ہوں، ان میں سب سے اہم بندہ کے نزدیک وہ خط ہے جو حضرت الحاج حکیم محمد اسحٰق صاحب کٹھوری ممبر شوریٰ

دارالعلوم کے نام لکھا اور حضرت شیخ الاسلام کی تقریروں کے رسالہ میں چھپا ہوا ہے، وہ یہ ہے:

"محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک، یہ بات معلوم کرکے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے آتی رہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے احباب واعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے برخلاف اس کے وہ اشخاص جن کو اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ان کو قومی اور وطنی تحریکات سے کوئی دل چسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا راز کیا ہے۔

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں، بنابریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جاویں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۶ صفر ۱۳۶۱ھ

دوسرا مکتوب پروفیسر سید احمد شاہ صاحب مرادآبادی کے نام۔

"محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تبلیغی خدمات کے انجام دینے اور اس کیلئے مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کرنیکا مقصد، مبارک مقصد ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور پھر توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس مبارک مقصد کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب کو علیحدہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بلا سفارش اس کام کو مکمل طریقہ پر انجام دینگے اور بالفرض آپ ضروری سمجھیں تو یہ عریضہ کو انکی خدمت میں پیش کردیں اور میرا سلام اور استدعاء دعوات صالحہ انجام دیں۔" فقط والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

تیسرا مکتوب علماء افغانستان کے نام۔ جس کے متعلق سوانح یوسفی میں لکھا ہے یہ تو معلوم ہو چکا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی جماعت کی حمایت میں ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں، اور جہاں جہاں بھی ان کی مدد و اعانت کی ضرورت پڑی مدد اور سرپرستی فرمائی، افغانستان میں حضرت مدنی کے تلامذہ اور تعلق رکھنے والے مشائخ بکثرت تھے۔ جب یہ تبلیغی جماعت افغانستان جانے لگی تو حضرت مدنی نے بعض ذی اثر علماء کو خطوط تحریر فرمائے تاکہ جماعت کو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

" طال شوقی الی لقائکم ایہا الغائبون عن نظری، بخدمت عالی جناب ذوالجاہ والاکرام مولانا فضل ربی وحضرات علمار کابل لازالت شموس فیوضکم وبدور معالیکم لامعۃ ازیں بعد ادائے مراسم اسلامیہ وسنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ عرض آنکہ حاملین عریضہ ہمارے چند احباب خدمات عالیہ میں حاضر ہو رہے ہیں، ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدمات دنیہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرنا ہے اور مسلمانانِ افغانستان کو وہ مقصد یاد دلانا جس کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے۔ امید آنکہ آپ حضرات ان کی امداد واعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ممکن تسہیلات سے درگذر نہ فرمائیں گے۔ والسلام

خیر اندیش ننگ اسلاف حسین احمد غفر لہٗ صدر مدرس دار العلوم دیوبند صدر جمعیۃ علماء ہند

۱۳ر محرم ۱۳۷۷ھ

افغانستان کی یہ پہلی جماعت تھی جو اگست ۱۹۵۷ء میں گئی تھی۔ اور اس کے امیر مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی تھے گیارہ افراد پر مشتمل تھی جن کے اسماء سوانح یوسفی میں درج ہیں، اور اسی میں اس جماعت کے کارناموں کی تفصیل ہے[1]

بنگلور میں ایک زمانہ میں تبلیغ کے خلاف بہت زور باندھے گئے اور کہا گیا کہ یہ مدرسوں کو فضول بتاتے ہیں اور بعض اہل مدارس کی طرف سے تبلیغ کے خلاف اشتہارات لکھے گئے جو حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجے گئے۔ جس پر حضرت قدس سرہٗ نے یہ مضمون تحریر فرما کر بھیجا تھا جو اخبار روشنی بنگلور مورخہ ۱۷ر مارچ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔

" اہل مدارس کی مختلف تحریریں اور پوسٹر دربارۂ حمایت تبلیغ ومخالفت ان دنوں نظر سے گذریں۔ جن میں حد اعتدال اور توسط سے تجاوز کرتے ہوئے افراط وغلو سے کام لیا گیا ہے تبلیغ دین اور تعلیم دینی ہر دو امور ضروریات اور فرائض اسلامیہ سے ہیں ان کے کارکنوں کو ہمیشہ حدود شرعیہ کے اندر کام انجام دینا چاہیئے، کوئی کام خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اگر حدود شرعیہ سے بالاتر ہو کر عمل میں لایا جائے گا تو ضرور بالضرور اس میں خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوں گے۔ اس لیے میں ہر دو فریق سے نہایت ادب اور محبت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اعتدال اور توسط کو اختیار فرمائیں اور بے جا الزامات تراشی اور بے اعتدالیوں سے درگذر فرما کر اپنے اپنے فرائض وواجبات میں منہمک ہو جائیں

---

[1] سوانح یوسفی از مولانا محمد ثانی حسنی

زمانۂ سعادت صحابہ کرام رضی سے لے کر آج تک ہمیشہ کارکن اشخاص اور جماعتوں سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں، مگر ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ضروری چیزیں ممنوع نہیں قرار دی گئیں بلکہ اصلاح کی گئی اور ان غلطیوں کو چھانٹ دیا گیا۔ اہل تبلیغ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان میں ناتجربہ کار اور نو آموز افراط و تفریط کرنے والے اشخاص بھی ہیں۔ ان کی کسی کوتاہی پر نفس تبلیغ پر نکیر کرنا غلطی سے خالی نہ ہوگا اور یہی حال تعلیم کا بھی ہے اس لئے میں تمام بھائیوں سے امیدوار ہوں کہ ہر ایک دوسرے کی عزت افزائی کی کوشش کرے، اور گندگی اچھال کر مسلمانوں میں مزید تفریق پیدا نہ ہونے دے واللہ یھدی السبیل وھو المستعان۔

ننگ اسلاف، حسین احمد غفرلہ

مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری سوانح یوسفی میں لکھتے ہیں" اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو دیوبند ضرور جاتے اور بہت دیر تک نہایت ادب و احترام سے بیٹھے رہتے تھے، حضرت مدنی کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو پھر ہر مصافحہ کرنے والے سے پوچھا کرتے تھے کہیے! آپ نے چلہ دیا یا نہیں؟ اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سے چلہ لکھواتے۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی تبلیغی اجتماعات میں تقریریں نہایت کثرت سے ہوئی ہیں ان میں سے چند مطبوعہ بھی ہوگئیں جو بڑی طویل ہیں ان کو اس رسالہ کا جز بنانے میں تو یہ مختصر رسالہ بہت ہی طویل ہو جائے گا، اگر کوئی صاحب خیر ان کو ایک جگہ طبع کرا دے تو علاوہ اس کے کہ نہایت افادہ اور لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت شیخ الاسلام کو تبلیغی جماعت سے کتنا تعلق تھا۔ ایک مختصر رسالہ حضرت شیخ الاسلام کی اہم تقریروں کے نام سے چھپا ہے۔ اس میں دو تقریریں مفصل طبع کی گئی ہیں۔ دوسری تقریر کا آخری حصہ نقل کرتا ہوں، یہ تقریر ۲۶ر جولائی ۱۹۵۷ء بعد نماز جمعہ بمقام ارکونم ضلع شمالی آرکاٹ مدراس میں ایک تبلیغی اجتماع میں فرمائی، تاثر کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع رو رہا تھا۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہ حضرت کا سب سے آخری سفر تھا اور آخری ہی تقریر تھی اس کے آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں، "بھائیو! آپ کی یہ مجلس تبلیغ کی ہے یہ تبلیغ اصل میں وظیفہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ کام جو تم کرتے ہو معمولی نہیں میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تم کو کیسی خدمت سپرد کی ہے۔ حقیقت میں کام لینے والا اللہ

ہے، اگر وہ نہ چاہے تو تم کیا کرتے؟ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ارشاد ہے، یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ خدا کا فضل ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں اس چیز کو ڈالا ہے اسی ہندوستان میں ہمارے باپ دادا اور بہت سے لوگ گذر گئے جو آپس میں لڑتے رہے اور دنیا کے پیچھے پڑے رہے لیکن ان کو تبلیغ کا کبھی خیال نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے علما اور اہل خیر کو اس کی توفیق دی۔ تم بہت سے بندگان خدا کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر رہے ہو، جو کلمہ اور نماز نہیں جانتے تھے کیا وہ مستحق دوزخ نہیں تھے؟ تم ان کو سمجھا کر اللہ کے راستے پر چلاتے ہو تو کیا دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل نہیں کر رہے ہو؟ اللہ جس کو چاہتا ہے اٹھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گراتا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی　　منت شناس از وکہ بخدمت بداشتت

خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اس کی توفیق دی یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے تم کیا ہو؟ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات نہ مانی اور آپ کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا؟ تم گھبراؤ نہیں پریشان نہ ہو اگر بیوقوف اور جاہل برا بھلا کہیں، طعنہ دیں تو سن لو یہ تو سنت ہے آنحضرت کی اور سنت ہے انبیاء سابقین کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لقد اوذیت فی اللہ وما اوذی احد مثلی ولقد اخفت فی اللہ وما اخیف احد مثلی الحدیث اگر تمہیں کامیابی نہیں ہوئی، اور کوئی بھی سیدھا نہیں ہوا تو اس کے باوجود تمہارا درجہ بڑا ہے اور تمہیں پورا اجر ملے گا تم اطمینان رکھو تمہارا کام اللہ کے دربار میں مقبول ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر فتح کرنے کے لئے بھیجتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا جاتے ہی قتال شروع کر دوں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں جا کر ٹھہرو، اور لوگوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی طرف بلاؤ اگر نہ مانیں تو دوسرا معاملہ کرنا اس لئے کہ لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من الدنیا وما فیھا ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت کر دے تو وہ تمہارے لئے دنیا وما فیہا سے بہتر ہے دوسری روایت میں ہے کہ تم کو جوان اونٹوں کے ملنے سے بھی یہ بہتر ہے۔

بھائیو ——! تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ مبارک ہے اللہ پاک تمہاری جدوجہد سے لوگوں کو فائدہ پہونچائے۔ اور تم سے اسلام کی خدمت لے۔ تم ہرگز تنگدل مت ہو تکلیفیں اٹھانی

پڑیں گی جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں، کیا تم کو خبر ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرب سے کیوں نکلے؟ وہ عراق میں پہونچے، شام، ایران، افغانستان، سندھ، یوپی، بہار اور جنوب میں دکن تک پہونچے؟ یہاں تک کیوں پہونچے ان کا مقصد کیا تھا؟ کیا ملک فتح کرنا تھا؟ یا دولت لوٹنی تھی؟ ہرگز نہیں ان کا اصلی مقصد صرف لا الہ الا اللہ کی دعوت دینا تھا، دنیا کو سچے دین پر لانا تھا اللہ کے بچھڑے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانا تھا اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنا تھا، بعد والوں نے بیوقوفی کی کہ دنیا کے پیچھے پڑگئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار یا پانچ لاکھ تھی، مگر تقسیم ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔ ہمارے بزرگ اسلاف نے اور اولیاء کرام نے تبلیغ دین کے لئے بہت ہی کوششیں کیں، ایک انگریز اسمتھ لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر نوے لاکھ مسلمان ہوئے۔ ان کے پاس کیا تھا؟ کوئی فوج تھی؟ فقط اللہ کی معرفت کا خزانہ تھا۔ ہر جگہ اللہ کے سچے بندے گذرے ہیں جنھوں نے دین کی تبلیغ کی، میں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے۔ اللہ کا کرم کہ تبلیغ کی کوشش وہ پھل لائی کہ ایک زمانہ میں بعض حکام کو یہ تدبیر کرنی پڑی کہ وہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے روکیں۔ سنہ ۱۰۰ھ میں خلافت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں خراسان کے حاکم کو یہ خطرہ ہوا کہ جزیہ بند ہونے سے خزانہ خالی ہو جائے گا اس لئے . . . اعلان کرنا پڑا کہ کسی کا اسلام اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ ختنہ نہ کرالے، بوڑھوں کے لئے تکلیف دہ بات تھی اس لئے اس حکم کے جاری ہونے سے اسلام کی ترقی رک گئی، اب خلیفہ کو اطلاع ملی کہ والی خراسان نے اسلام پر پابندی لگادی ہے تو آپ نے اس کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیا اور فرمایا کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ ان پر اسلام کو موقوف رکھا جائے؟ میرے بھائیو؟ ہمارے اسلاف کی کوششوں سے اہل اللہ علماء کرام اور عام مسلمانوں کی کوششوں سے دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان ہو گئے، اگر غلط کاری نہ ہوئی ہوتی تو یقیناً ہندوستان کا اکثر حصہ مسلمان ہو جاتا، میرے بزرگو! اللہ نے آپ کے دلوں میں تبلیغ کی محبت ڈالی یہ مبارک کام ہے اور آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ آپ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنے بھائیوں کی بھی، اللہ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔ بھائیو! تنگ دل

نہو، اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو، سب کو اللہ کی رضا و خوشنودی اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاؤ خود بھی عمل کرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو، واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے شرکت ہوئی ہے، جن کو تتبع اور تلاش کیا جائے تو بہت ہی وقت لگے گا، میرے روزنامچوں میں بھی بہت سے اجتماعات ایسے ملیں گے جن میں حضرت شیخ الاسلام کی شرکت ملے گی، سوانح یوسفی میں ڈاسنہ کے اجتماع میں جو ۳ رجمادی الاخری ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ رجنوری ۱۹۵۶ء منگل کی دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام نے شرکت فرمائی۔ اس کے متعلق سوانح کے حاشیہ میں لکھ دیا گیا غالباً حضرت مدنی کی یہ شرکت تبلیغی اجتماعات میں اپنی زندگی کی آخری شرکت تھی یہ اندازہ سے لکھا گیا۔ اس لئے کہ ایک ہی سال بعد حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہو گیا لیکن آرکاٹ کے جس اجتماع کی شرکت کا ذکر اوپر گذرا وہ اس کے بعد کی ہے حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ۴۷ء کے ہنگاموں کے بعد جبکہ نظام الدین کے حضرات کو جلسے کرنے مشکل ہو رہے تھے بہت کثرت سے اجتماعات میں شرکت فرمائی، سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۴۷ء کے ہنگامے میں ایسے پر خطر دور میں ادھر سے ادھر جانا دشوار تھا، ذرا قدم نکالا موت نے آدبوچا۔ بڑے سے بڑے ہمدرد تعلق والے آنکھیں پھیر لیتے حتیٰ کہ بعض ایسے اہم ترین اور مخلص ترین اور پرانے تعلق رکھنے والے اصحاب جو اس وقت صاحب اختیار تھے جن کا حکومت میں اثر و رسوخ تھا انھوں نے بھی ایسے پر خطر دنوں میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ ..... لیکن اس اندھیری رات میں روشنی کی ایک ایسی شمع بھی جلی جس نے روشنی دی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب، مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تو کہنا ہی کیا کہ وہ برابر مرکز اور مرکز والوں کی سرپرستی فرماتے رہے، اور ان کی ہمت کو شکستہ ہونے سے بچائے رکھا لیکن مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ نے بھی اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق و احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا۔ (مولانا کے متعلق مضمون ان کے بیان میں آرہا ہے) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا احمد سعید صاحبؒ بھی ان خطرناک ایام میں جماعت کی بہت زیادہ معاونت فرماتے رہے۔

---

# دیگر اکابر کی نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق آراء وارشادات

(الف) حضرت اقدس قدوۃ الاتقیاء رأس الاصفیاء شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہٗ کے متعلق تو شاید ہی کسی کو اس سے انکار کی جرأت ہو کہ حضرت قدس سرہٗ کا نظام الدین کثرت سے تشریف لے جانا، اور تبلیغی اسفار اور اہم امور میں مشوروں میں شرکت بہت کثرت سے ہوتی تھی، خود اس ناکارہ کے ذریعہ سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ نے حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کے دور میں اور اس کے بعد مولانا الحاج محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کئی باران اکابر کو رائپور میں اجتماعات کرانے کے لئے بلایا، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بار بار رائپور میں تبلیغی اجتماعات حضرت کے ارشادات پر ہوئے۔ حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی دہلی میں تشریف بری بھی بہت کثرت سے ہوتی تھی۔ جس کے دوران میں تبلیغی مشورے حضرت دہلوی کے دور میں بھی اور مولانا محمد یوسف صاحب کے دور میں بھی حضرت رائپوری قدس سرہٗ سے ہوا کرتے تھے، باوجود اس کے حضرت دہلوی کی یہ تمنا رہتی تھی کہ حضرت رائے پوری کی تشریف بری اس سے بھی زائد ہو۔ جس کے متعلق آپ بیتی نمبر ۴ میں ایک طویل قصہ بھی لکھوا چکا ہوں کہ حضرت دہلوی کی اس تمنا اور خواہش پر کہ حضرت کی تشریف آوری میں اضافہ ہو جائے حضرت کا یہ ارشاد کہ میری آمد توان (اس ناکارہ کی طرف اشارہ فرما کر) پر موقوف ہے، اس پر چچا جان نوراللہ مرقدہٗ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ جب حضرت کی تشریف آوری اتنی آسان ہے تو پھر اتنی تاخیر کیوں ہوتی ہے۔ سوانح حضرت دہلوی میں لکھا ہے کہ مولانا کے نزدیک ملک کی جہالت وغفلت دینی بے حمیتی اور جذبات کی خرابی تمام فتنوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ تھی۔ اور اس کا علاج صرف یہ تھا کہ میوات کے لوگ اپنی اصلاح وتعلیم اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کی طاقت اور جذبات پیدا کرنے کے لئے باہر اور خصوصاً یوپی کے شہروں میں جائیں۔ اور اس کے لئے سب سے پہلا سفر اپنے وطن کاندھلہ کا رمضان میں تجویز ہوا، جس کی تفصیل سوانح حضرت دہلوی میں موجود ہے۔ اس کے بعد دوسرا سفر رائپور کا تجویز ہوا، اور شوال میں ۱۰۔۱۱ آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر رائپور تشریف لے گئے۔ رائے پور بھی اطمینان کی جگہ تھی اور دینی وروحانی مرکز تھا۔ نیز مولانا عبدالقادر صاحب جانشین حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ رائپوری

سے یکجہتی اور یگانگت کی بنا پر وہاں سے بھی کوئی تکلف اور اجنبیت نہیں تھی (سوانح حضرت دہلوی) یہ میوات کی جماعتوں کے یوپی میں آنے کی ابتدائیں ہیں۔ اس کے بعد متعدد مرتبہ رائپور میں اجتماعات ہوتے رہے اور حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ باغ کے اپنے تمام لوگوں کو اجتماع میں شرکت کے لئے اہتمام سے بھیجتے تھے۔ یہ ناکارہ بھی رائپور کے متعدد اجتماعات میں شریک ہوا سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند کی لائی ہوئی مصیبت اور وحشت پیدا کرنے والے دور میں اجتماعات کی ابتداء ایسے مقام سے کی جہاں پر ذکر کی فضا قائم تھی۔ اور برسوں سے اللہ اللہ کرنے والے وہاں پر موجود تھے۔ اور ایک ایسے مرد خدا اور بزرگ شخصیت کا سایہ تھا جس نے برسوں ایمان و یقین اور یاد الٰہی کا سبق دیا۔ تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلا اجتماع رائپور میں ہوا۔ ۳ ربیع الثانی ۶۷ھ مطابق ۱۴ فروری ۴۸ء کی شب میں مولانا محمد یوسف صاحب نظام الدین سے سہارنپور تشریف لے گئے، اور لکھنؤ سے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی پنجاب میل سے سہارنپور پہنچے۔

دوسرے دن صبح ان سارے حضرات کی رائپور روانگی ہوئی۔ رائپور میں ایک طویل اجتماع تھا۔ جس کے سلسلہ میں یکشنبہ کی شب میں جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا۔ یہ جلسہ اپنی نوعیت کا ایک کامیاب بنیادی جلسہ تھا۔ اس سے آئندہ اجتماعات اور جلسوں کی راہ ہموار ہوئی مشرقی پنجاب کے بہت سے پناہ گزیں جنھوں نے رائپور میں آکر قیام کر لیا تھا وہ بھی اس میں شریک ہوئے یہی وہ سفر ہے جس میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نے مولانا محمد یوسف صاحب سے پاکستان کے سفر اور دورہ پر اصرار فرمایا۔

دوسرا اجتماع رائپور کا پہلے سے طے شدہ نہ تھا نہ پہلے سے کسی کو خبر تھی، اور نہ کوئی اس کے لئے انتظام ہی کیا گیا تھا، مولانا محمد یوسف صاحب حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ سے ملنے کی خاطر رائے پور تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل فیض آباد ضلع سہارنپور بہت دنوں سے حضرت شیخ الحدیث سے فیض آباد آنے کی درخواست اور اصرار کر رہے تھے۔ مگر حضرت رائپوری نے حضرت شیخ الحدیث کو سفر کی مشقت کی خاطر فیض آباد جانے کی رائے نہ دی اور جو حضرات فیض آباد لیجانے پر مصر تھے ان سے یہ فرمایا کہ تم لوگ رائپور میں رہو اور حضرت شیخ سے یہیں نیاز حاصل کرو ۱۶ محرم ۷۳ھ بروز شنبہ مولانا محمد یوسف صاحب سہارنپور تشریف لے گئے مع دوسرے رفقاء کے انھوں نے جب حضرت شیخ کو سہارنپور میں نہ پایا تو اسی وقت رائپور تشریف لے گئے اس طرح اس وقت رائپور میں

اہل سلق کا ایک اجتماع ہوگیا، حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے اہل رائپور کو حکم دیا کہ وہ قرب وجوار میں آدمیوں کو بھیجکر لوگوں کو جمع کریں، اور بدھ کی صبح کو جامع مسجد رائپور میں ایک تبلیغی اجتماع کریں۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت میں حضرت کی صرف زیارت کی نیت سے آیا ہوں، مگر حضرت رائپوری نے حکم فرمایا، اصرار فرمایا، مولانا اس پر آمادہ ہو گئے اور بدھ کی صبح کو تقریباً چھ گھنٹے جامع مسجد رائپور میں اجتماع ہوا قرب وجوار کا یہ کامیاب اجتماع تھا حضرت شیخ اور مولانا کی تشریف بری کو سن کر بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے مولانا نے اس اجتماع میں چار گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد دو گھنٹے تشکیل ہوئی۔ (سوانح یوسفی)

حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہا کی سوانح عمریوں میں بہت کثرت سے ان دونوں حضرات کی رائپور میں حاضری اور اجتماعات کے تذکرے ہیں، اور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی بھی دہلی حضرت دہلوی کے زمانے میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانے میں نظام الدین کی تشریف بری اور کئی کئی دن قیام اور اہم امور میں مشوروں کا ذکر ہے۔ چونکہ گلالتہ کا اجتماع حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اہم اجتماع تھا جس میں شرکت کے لئے حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ رائے پور سے اہتمام سے تشریف لے گئے۔ سوانح یوسفی میں اس اجتماع کی تفصیل بہت ہی طویل لکھی ہے لکھا ہے کہ مراد آباد کے ستر نفر پیدل چل کر اس جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن ذوق و شوق اور کیف وسرور اتنا تھا کہ تکان کا پتہ بھی نہ چلا، سہارنپور سے شیخ الحدیث صاحب اور رائپور سے حضرت رائپوری ۲۹ر شوال کو نظام الدین پہونچے اور ہر دو حضرات یکشنبہ کی صبح کو نظام الدین سے گلالتہ تشریف لے گئے۔ اسی دن اجتماع تھا۔ اور جوالاپور ضلع سہارنپور کا اجتماع تو حضرت اقدس رائپوری ہی کی سفارش پر تجویز ہوا تھا جس کی تفصیل سوانح یوسفی میں ہے۔

(ب) حضرت مولانا وصی اللہ صاحب خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہٗ کے مکتوب کا مختصر حصہ حضرت حکیم الامتہ کے بیان میں گذر چکا۔ پورا مکتوب یہ ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" ایسے استفسارات پہلے یہاں آئے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے، اب آپ نے بھی کیا ہے۔ آپ جیسے حضرات سے یہ امر تعجب خیز ہے۔ یہ تبلیغ آج سے نہیں ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے۔ جب علماء اس میں شریک ہیں انھوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ولائح ہے۔ اس کے بعد اب سوال کی اور پھر ہم جیسے لوگوں سے کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ کام مقصود ہے اور اس کو شرعی طریقہ سے کرنا ہے اور علماء دونوں کو جانتے ہیں پھر ان کی

تقلید کو جو ضروری سمجھ رہا ہے اس پر ان کی تقلید ضروری ہے، جو کام کرتا ہے اس کی اہمیت کو وہ عمل سے پہلے اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کو سمجھ لیتا ہے۔ بس یہ دونوں پہلو پیش نظر ہیں پھر اب سوال کی حاجت نہیں۔ سوال عمل سے پہلے پیدا ہوتا ہے اور اب سوال سے کیا فائدہ؟ اب تبلیغ اپنے عروج پر ہے وہ روز بروز بڑھتی ہی رہے گی۔ جو اس کے موافق ہو خلوص سے اس کو عمل میں لائے۔ سوال سے تردد کا پتہ چلتا ہے کہ ابھی عمل کے جواز ہی میں تردد ہے یا سب کو اس میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ بہت سے کام ہیں اور ضروری ہیں سب کو کرنا ہے۔ ایک جماعت اس کیلئے ہونا بھی ضروری ہے اور بس اور حدود شرع کا پاس و لحاظ ہر جماعت کے لئے ضروری ہے والسلام

وصی اللہ عفی عنہ (چشمۂ آفتاب)

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ خاص مولانا ڈاکٹر صلاح احمد صاحب صدیقی جو رسالہ معرفت حق جو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ سے نکلتا ہے اس کے مدیر بھی ہیں ان کے داماد جناب شمس الرحمٰن صاحب کا خط میرے پاس آیا۔ جنھوں نے اپنی تبلیغی مساعیٔ جمیلہ ہر ہفتہ دو گشتوں میں شرکت، مرکز میں شب گذاری اور روزانہ بعد فجر کی تعلیم کے اپنے متعلق ہونا، اور ہفتہ واری تقریر اپنے ذمہ ہونا وغیرہ وغیرہ امور کی تفصیل لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میری جماعت کی آمد و رفت پر کبھی کچھ نہیں فرماتے، بلکہ کبھی کبھی بہت ہی فراخدلی سے کہتے ہیں کہ یہ بھی بہت بڑا اور ضروری کام ہے اور ہمارا ہی کام ہے فقط۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو ان کی سرپرستی کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرماتے اور ان کے داماد صاحب کی مساعی جمیلہ کا اجر ڈاکٹر صاحب کو بھی عطا فرمائے، اور ان سب اجور کا مجموعہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو عطا فرمائے کہ یہ سب حضرت شاہ صاحب ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

(ج) مکتوب مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

محترمی و مکرمی مولانا صاحب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کئی روز ہوئے آپ کے جوابی گرامی نامے نے عزت بخشی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف کے متعلق میں نے آپ کے استفسار پر کافی غور کیا اور اس سلسلے میں اپنی معلومات کو ذہن میں یکجا کرتا رہا۔ پھر میں نے آپ کے گرامی نامہ کا جواب

لکھنے کے لئے محمد اللہ سے کہا ؎۱ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے حضرت نے کسی کو میرے سامنے تبلیغ سے نہیں روکا اور نہ منع کیا ؎۲ چند ہی دنوں کی بات ہے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے یہاں مولانا عبید اللہ صاحب سرگرم کارکن تبلیغ سے تبلیغی تقریر کرائی اور حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے یہاں کام کرتے رہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے متوسلین اور معتقدین تبلیغ میں عملی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تبلیغ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں، میرے عوارض مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں عملی شرکت کروں، پھر بھی گاہے گاہے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ اور اب سے چار پانچ سال قبل سہارنپور کی جامع مسجد میں جمعرات کے ہفتہ واری اجتماع میں پابندی سے شریک ہوتا تھا۔ نیز میں اپنے تمام احباب ظاہر و باطن کو ادھر متوجہ کرتا رہتا ہوں، اور وہ لوگ جو مجھ سے بیعت ہوتے ہیں انھیں تو میں بتاکید تبلیغ میں شرکت کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ ادھر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے حضرت کے یہاں برابر تبلیغ کا کام ہوتا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی حضرت نے کسی مبلغ کے متعلق کچھ فرمایا ہو نفس تبلیغ پر حضرت نے میرے علم کے مطابق کبھی نکیر نہیں فرمائی اور جب آپ خود تحریر فرمار ہے ہیں، دوسری طرف جو احقر نے اس دعوت تبلیغ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گذارنے کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے۔ اب اس کے بعد مزید استفسار کی کیا گنجائش رہی؟ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ آزمائشی حالات نے تبلیغ کی ضرورت کو ہمیشہ سے زائد ثابت کر دیا۔ نیز اس کا نفع ظاہر و باہر ہے۔ اللہ کے حکم سے رسولوں نے تبلیغ کی ان کے بعد برابر ان کے صحابہ تابعین تبع تابعین، علماء اور اولیاء و صوفیاء ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ مجھے امید ہے بلکہ یقین ہے کہ اب آپ کو اطمینان ہو جائے گا، اور کوئی خلش باقی نہیں رہے گی۔ تبلیغ نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کر دی ایسی صورت میں اس کا تعاون ضروری ہے۔ مجھے حضرت شیخ مدظلہ سے معلوم ہوا کہ حضرت پھولپوری قدس سرہ تبلیغ کے بڑے زبردست حامی تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ تو انتہائی شد و مد کے ساتھ تحریک تبلیغ کے حامی تو تھے ہی نیز دورہ کے اساتذہ حضرت مولانا امیر احمد صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب اور دوسرے مدرسین عملاً شرکت کرتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دراصل تبلیغ کا سرچشمہ اور منبع مظاہر علوم بذات خود ہے اس تحریک کے مؤسس مؤید اور سرپرست سب ہی مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔

حضرت شیخ ہر ماہ کافی روپیہ مبلغین کے دعوت طعام وغیرہ میں خرچ فرماتے ہیں۔ فقط۔

(حضرت مولانا) محمد اسعد اللہ (صاحب) بقلم محمد اللہ

(د) حضرتِ مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کی شرکت ان تبلیغی اجتماعات میں اتنی کثرت سے ہوتی رہتی ہے کہ ان کی تفاصیل کا احصاء مشکل ہے، حضرت قاری صاحب کی کئی تقاریر مستقل طور پر ایک رسالہ میں جس کا نام "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں شائع ہو چکی ہیں۔ اگر حضرت قاری صاحب کے تبلیغی اسفار کی تفصیل کوئی جمع کرنا چاہے تو رسالہ دارالعلوم سے معلوم ہو جائے گا کہ کہاں کہاں کے اجتماعات میں حضرت قاری صاحب کی شرکت ہوئی ہے۔ میوات کے متعدد اجتماعات میں تو یہ ناکارہ بھی حضرت قاری صاحب کے ساتھ شریک ہوا، اور سہارنپور کے سالانہ اجتماع میں ہمیشہ قاری صاحب کی تشریف آوری اور کئی کئی گھنٹے اس تبلیغی جماعت کی حمایت اور اس میں شرکت کی تاکیدی تقریروں میں تو یہ ناکارہ خود بھی شریک ہوا۔ قاری صاحب کی بھوپال کے اجتماع کی ایک تقریر جس کو مولوی محمد احسن ندوی نے ضبط کیا تھا اور اس کو "نشان منزل" نے طبع کیا تھا۔ جس کی نقل "حقیقت تبلیغ" مرتبہ جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی میں ہے کہ ہندوستان میں اس وقت دعوت و تبلیغ کے کام کو چند سال قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا خدا تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر اس کا القاء کیا انھوں نے تبلیغ کیلئے جماعتوں کا طریقہ اختیار کیا مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعتی طریقہ اختیار فرمایا میں نے شاید کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر بطور فن کے القاء کیا۔ اس میں تعلیم و تربیت سیر و سیاحت روح کی دلچسپی بدن کی ورزش ہر ایک چیز موجود ہے۔ آج کے دور میں یہ کام بڑا ہی مفید اور لازمی ہے۔ اسی وجہ سے یہ کام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس خاموش تبلیغ سے ایک عظیم انقلاب آرہا ہے، ہندوستان کے ہر خطہ میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز دیکھے، رسمی انداز میں اس عالمگیر طریقہ پر کام نہیں ہو سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ نہ فتنہ و فساد ہے اور نہ واویلا و شور آپ نے کہیں نہیں سنا ہوگا کہ ان جماعتی لوگوں نے کہیں غدر کیا، کہیں فساد برپا کیا یہ خاموش تبلیغ ہے جو عالمگیر طریقہ سے ساری دنیا میں پھیلتی جارہی ہے اور اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی چلی آرہی ہے۔ تبلیغ کے کام میں آدمی کو اس کے گھر سے نکالا جاتا ہے وہ گھر کے ماحول سے نکل کر خدا کے گھر میں پہنچتا ہے وہاں اسے دوسرا ماحول ملتا ہے۔ گھر کے ماحول

اور اس ماحول میں بڑا فرق ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔یہاں سے داعی اور عامل دونوں بننا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔وہ داعی بن کر آتا ہے اور عامل بن کر جاتا ہے۔ آج کے دور میں بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن یہ تحریک اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں نہ عہدے ہیں نہ منصب ہیں نہ کرسیاں ہیں اور نہ سیٹیں ہیں بلکہ اپنے ہی مال کا خرچ ہے اپنی جیب پر بار ہے، یہ تحریک موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے لئے ایک بڑی پناہ گاہ ہے۔۔۔ آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں کے لئے صرف دو پناہ گاہیں ہیں ایک دینی مدرسے دوسرے یہ تبلیغی کام۔

قاری صاحب کا ایک بہت طویل وعظ ۸۴ صفحہ کا "کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟" کے نام سے بلفظہ شائع کیا گیا ہے جس میں قاری صاحب نے ان سب اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس وقت ان کے کان میں پڑے تھے اور ان کو یاد رہے تھے اس کے بعد فرمایا خلاصہ وعظ کا یہ ہے کہ اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں جو میں نے اوپر بیان کئے۔ اور اس کام میں اصلاح نفس کے تقریباً چاروں طریقے موجود ہیں۔ جو جتنی محنت کرے گا اتنی ہی ترقی حاصل کرے گا۔ اس لئے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر اس کام کے ثمرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔ اب تک معترضین کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ ان کے اعتراض کو مان کر کے اور اگر غور کیا جائے تو سرے سے ان کے اعتراضات ہی قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ اس میں بڑے اور پرانے لوگ بھی تو موجود رہتے ہیں جن سے کام کے اصول معلوم ہو سکتے ہیں اور اصول سے کام کرنے میں ترقی ہو گی، بعض ارباب درس و تدریس ہوتے ہیں اور بعض اہل فتویٰ ان سے آپ کو روکتے بھی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو علم حاصل کرنا ہو تو ان سے حاصل کر سکتا ہے، مسائل معلوم کرنا ہوں تو ان سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کام کرنے والوں کے لئے یہ سب باتیں ہیں اور نہ کام کرنے والوں کے لئے یہ سارے اعتراضات ہیں۔ بہر حال نسخہ ہے مکمل، ہاں دل ہی اگر نہ چاہے تو اور بات ہے کسی نے صحیح کہا ہے کہ "اگر تو ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں" تو بات بتلانے والوں نے بتلا دی اعلان کرنے والوں نے آواز بھی لگا دی، منزل بھی بتلا دی ثمرہ بھی بتلا دیا کہ یہ سامنے آئے گا، اب ان حضرات کی ذمہ داری نہیں کہ وہ آپ کی طرف سے چلیں بھی۔ آپ چلیں گے اور کام کریں گے تو اس کا پھل پائیں گے۔ ظاہر ہے کہ نفع عام ہے اس لئے اس میں ضرورت ہے کہ سب چلیں، اگر آپ تعلیم میں شرکت کر سکتے ہوں تو تعلیم میں شریک ہوں، گشت میں شرکت کر سکتے ہوں تو گشت میں شریک ہوں، اور اگر کچھ

اوقات لگا سکتے ہوں تو اوقات بھی لگائیں، اور بھائی اس سے کنارے رہنا بڑی ہی محرومی کی بات ہے. فکری طور پر ہو، عملی طور پر ہو جس درجہ میں بھی ہو اس میں شریک رہنا چاہیے
(۵) حضرت مولانا الحاج سید سلیمان ندوی خلیفہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی شرکت لکھنؤ کے قیام میں پھر بھوپال کے قیام میں پھر پاکستان کے قیام میں ان تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے ہوئی ہے حجاز کے تبلیغی اجتماعات میں بھی حضرت سید صاحب کی شرکت ہوئی ہے اور تقریریں بھی فرمائی ہیں، مولانا الحاج ابو الحسن علی میاں صاحب نے جو حضرت دہلوی کی سوانح لکھی ہے اس پر حضرت سید صاحب کا مبسوط مقدمہ ہے جس کے متعلق سید صاحب کی سوانح "تذکرہ سلیمان" میں لکھا ہے کہ یہ بلند پایہ مقدمہ بھی اپنی جامعیت علمیت اور افادیت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے. بیس صفحات میں اتنے اہم مضامین کی وسعتوں کو سمیٹ لینا یہ حضرت ہی کا حصہ تھا، صرف عنوانات کی شمار ہی سے اس کی گونا گونی کا اندازہ لگائیے جو یہ ہیں. امت[۱] مسلمہ کا فریضہ، دولت[۲] وسلطنت مقصود اول نہیں، امت[۳] مسلمہ جا نشین ہے، تعلیم[۴] وتزکیہ میں تفریق، تعلیم وتزکیہ کی یکجائی، فلاح[۶] دونوں کی یکجائی میں ہے. مزاج نبوت قوام ملت ہے، صاحب[۸] سوانح اس معیار سے، سلسلہ[۹] ولی اللہی، صاحب[۱۰] سوانح کا سلسلۂ نسب، اس[۱۱] عہد میں تبلیغی ناکامی کے وجوہ، انبیاء[۱۲] کے اصول دعوت (تذکرہ سلیمان) یہ تو اجمالی عنوانات ہیں. ان میں سے عنوان ۸ "صاحب سوانح اس معیار سے" کے ذیل میں مقدمہ میں لکھا ہے کہ "آئندہ اوراق میں جس داعی حق اور دعوت حق کی تصویر کھینچی گئی ہے میری آنکھوں نے اس کے چہرے کے خد وخال کا مشاہدہ کیا تھا، اس کے ظاہر وغائب کے حالات دیکھتا اور سنتا رہا، اور جن کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی ان کو ان اوراق کے پڑھنے سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی. اور اسی ضمن میں اس کے اصول وطریق دعوت اور خود حقیقت دعوت کے سارے حالات واضح ہو جائیں گے.

اسی مقدمہ کے عنوان ۱۵ انبیاء کے اصول دعوت کے ذیل میں تحریر فرمایا. "تبلیغ ودعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں. ایک عرض ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے. اور کلمۂ حق کی دعوت پیش

فرماتے تھے۔ مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبد یالیل وغیرہ رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے۔ اور ان کی ترشی و تند جوابوں کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان و اسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی، صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن و امان و اطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر و ایران و حبش کے بادشاہوں اور عمان و بحرین اور یمن اور حدود شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہونچے۔ اور مختلف صحابہ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ گئے، حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یمن کا رخ کیا، یہی حال ہر دور کے علماء حق اور ائمۂ دین کا رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہونچائے، بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خاصان حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے فیض کہاں پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں، لاریوں، موٹروں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی۔ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سیستان میں پیدا ہوئے، چشت واقع افغانستان میں دولت پائی اور راجپوتانہ کے کفرستان میں آکر حق کی روشنی پھیلائی، فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ سندھ کے کناروں سے دہلی تک اور دہلی سے پنجاب تک آئے گئے۔ اور ان کے مریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء علیہ الرحمہ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے مزارات کی جائے وقوع کو دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں ہے کوئی بنگال میں ہے کوئی صوبجات متحدہ میں ہے (مقدمہ سوانح) سید صاحب اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"از بھوپال یکم ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ" عزیزم مکرم حیاکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مکی زندگی سے مدنی زندگی بمشکل کامیاب ہوسکتی ہے، اور پچھلے فرسودہ نظام زندگی کی بنیاد پر تجدید کی دیواریں کھڑی نہیں ہوسکتی ہیں، خود مسلمان بننا دوسرے مسلمانوں کو مسلمان بننے

کی دعوت دینا وقت کی اہم پکار ہے۔ اور اس فرض کو نفرت کے بجائے محبت کے جذبہ سے انجام دینا سب سے اہم ہے۔ (تذکرہ سلیمان) اسی سوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ "حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت کا ایک بڑا مرکز بھوپال بھی تھا اور تبلیغی حضرات کئی وجوہ سے حضرت والا سے خاص تعلق رکھتے تھے اس لئے جب تک حضرت بھوپال میں مقیم رہے تبلیغی کاموں کی گویا سرپرستی فرماتے رہے اور غالباً حضرت ہی کے ایماء سے مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی بڑی گرمجوشی سے تبلیغی وفود میں حصہ لیتے رہے اور اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعہ ریاست کے چپہ چپہ تک اسلام خالص کی دعوت پہونچائی۔

صاحب سوانح ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وصال سے صرف چار یوم قبل مغرب کے بعد جب حضرت والا حسب معمول نماز سے فارغ ہوکر چارپائی پر لیٹے تھے کہ سفیر شام مع چند رفقاء کے تشریف لائے۔۔ اس کے بعد سفیر صاحب نے جماعت تبلیغ کے متعلق حضرت والا کی شخصی رائے دریافت فرمائی، ارشاد ہوا کہ تبلیغی جماعت دین خالص کی داعی ہے۔ (تذکرہ سلیمان)

مولانا الحاج علی میاں صاحب حضرت دہلوی کے لکھنؤ کے سفر کی تفاصیل لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ سید سلیمان صاحب ایک روز پہلے لکھنؤ تشریف لا چکے تھے اور مولانا کے ساتھ ہی مقیم تھے سید صاحب کو اس سے چند گھنٹے پہلے کے لئے تھانہ بھون کے اسٹیشن اور تھانہ بھون سے کاندھلہ تک ریل میں مولانا سے گفتگو کا اتفاق ہوا تھا، اور آپ نے اگلے روز پھاٹک حبش خاں کے جلسہ میں مولانا کی دعوت کی ترجمانی اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا، اس موقع پر آٹھ نو دن شب و روز ساتھ رہا۔۔۔۔ آخری روز جمعہ کے دن جو خاص مصروفیت کا تھا امیر الدولہ اسلامیہ کالج تشریف لے گئے جہاں ایک بڑا اجتماع آپ کے انتظار میں تھا وہاں پہلے مولانا سید سلیمان صاحب نے ایک پر اثر تقریر کی آپ کے بعد مولانا نے ارشاد فرمایا (سوانح حضرت دہلوی) یہ ناکارہ بھی حضرت دہلوی کی معیت میں ندوۃ العلماء میں مقیم رہا۔ سید صاحب بہت اہتمام سے حضرت دہلوی کی نجی تقاریر میں اور اجتماعات میں نہایت ہی سکون و وقار کے ساتھ شریک رہتے اور بہت غور سے تقاریر خاص طور سے نجی مجالس کی سنتے۔ ایک دفعہ میرے سامنے حضرت دہلوی سے فرمایا تھا کہ آپ کے ارشادات میں مجھے حضرت حکیم الامتؒ کے ارشادات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۱۹۵۰ء میں مولانا سید سلیمان ندوی حج کو تشریف لے گئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی سے عرب کے علماء بہت پہلے

سے واقف تھے ان کے حجاز پہنچنے سے تبلیغی جماعت کے افراد نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کئی ایسے اجتماع کئے جن میں عرب کے علماء بکثرت شریک ہوئے اور حجاز و یمن اور شام و عراق کے علاوہ سوڈان، مصر، مراکش، ٹیونس کے علماء بھی شریک ہوئے۔ اس سلسلے کا پہلا اجتماع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں ہوا تھا، اور سید صاحب نے ایک ایسے اجتماع کو خطاب کیا جس میں مصر، سوڈان، مراکش، ٹیونس کے فاضل علماء اور خواص جمع تھے مولانا سید سلیمان ندوی نے نہایت اچھے پیرائے اور علمی اسلوب میں بڑے سلجھے ہوئے انداز سے دعوت و تبلیغ پر روشنی ڈالی اجتماع کے اختتام پر سب ہی علماء اور خواص نے اپنے اپنے پتے دیئے علماء نے کام کو خوب سراہا اور اس کام سے اپنے تعلق کا اظہار کیا۔ (سوانح)

مفتی زین العابدین صاحب مفتی اعظم لائلپور نے اس سفر حج کا قصہ اپنے گرامی نامہ میں تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۴۹ء میں ہندستان سے حجاز تشریف لے گئے ہم مکہ معظمہ تین دن مسلسل حاضر ہوتے رہے، تیسرے دن حضرت نے پوچھا آپ کہاں کے ہیں تو بندہ نے عرض کیا کہ پنجاب کا ہوں، حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈابھیل میں دورہ پڑھا پھر امرتسر میں پڑھاتا رہا، اس کے بعد سات چلّے تبلیغ میں لگائے، پھر ایک سال نظام الدین گذارا، پھر ان حضرات نے یہاں ۱۹۴۷ء میں بھیج دیا، اب یہاں اس طرح حجاج میں اور بقیہ وقت یہاں کے عربوں میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ تیرا نام بمبئی میں معلوم ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہ یہاں کے امیر جماعت تم ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے ہی امیر بنا رکھا ہے تو فرمایا کہ میرا یہاں کا پورا وقت آپ کے حوالہ ہے میں خود کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا، چنانچہ اس پر اس شدت سے عمل فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ صولتیہ میں لیٹا ہوا تھا، ایک ساتھی نے آکر اٹھایا کہ شیخ عمر بن حسن رئیس امر بالمعروف نجد شیخ عبداللہ بن حسن شیخ الاسلام حجاز کے بھائی تشریف لائے ہیں، میں حیران ہو کر اٹھا ان سے باہر آکر ملا پھر اندر لے گیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا، میں شیخ سید سلیمان الندوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دی تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں یہاں کا وقت تبلیغ میں دے چکا ہوں، میرے امیر سے پوچھیں اگر وہ قبول کر لیں تو مجھے قبول ہے، چنانچہ میں اسی وقت شیخ عمر بن حسن کی کار میں ان کے ساتھ بیٹھ کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرت سے استفسار کر کے ان کی دعوت قبول کی۔ اور ان کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ان بڑے لوگوں سے تو براہ کرم آپ خود طے فرما لیا کریں تو فرمایا

کل نہیں جوطے کرنا ہوگا تجھے کرنا ہوگا۔ فقط۔ جناب الحاج عبدالوہاب صاحب روح رواں تبلیغ
ستان اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں" سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے ساتھ ہر اتوار کو تشریف
جاتے تھے، اور بندہ کی باتوں کو سنتے تھے، اور بندہ کا نام "بلبل ہزار داستان" رکھا ہوا تھا فرماتے تھے کہ
تم لوگ آجاتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خیر ہی خیر ہے، اور جب تم چلے جاتے ہو تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں فقری شری فقہ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامت
انوی نور اللہ مرقدہ جب تک سہارنپور مقیم رہے میوات کے جلسوں میں کثرت سے تشریف
جاتے رہے۔ حضرت مولانا کی ایک دفعہ طبیعت ناساز تھی حکیم کو دکھانے دہلی تشریف لے گئے
نکہ نظام الدین ہی قیام رہا کرتا تھا اس وقت حضرت دہلوی میوات کے ایک سخت ترین
فر پر جارہے تھے جو پہاڑ پر تھا، حضرت دہلوی نے مولانا کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، باوجودیکہ مولانا
بیمار بھی تھے اور حکیم کے پاس علاج کے لئے تشریف لے گئے تھے مگر ساتھ ہو لئے، جمعہ کا دن نہایت
رمی کا وقت پہاڑ تک سواری مل گئی، مگر پہاڑ پر پاؤں چڑھنا پڑا چچا جان تو مشاق تھے ہمیشہ
عادی تھے مولانا مرحوم کو اس قسم کے سفر کا کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا دونوں اکابر نہایت مشقت
ساتھ جمعہ کی عجلت کی وجہ سے تیزی سے پہاڑ پر چڑھ رہے تھے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے ایک
واقف میواتی نے دوسرے کو آواز دے کر کہا کہ ارے فلانے دیکھ تو یہ مولبی گنجی کھانے کے شوق
کیسا بھاگ رہے ہیں، گنجی میوات کا ایک خاص کھانا ہے، جو ان کے یہاں بہت پسندیدہ ہے اور یوپی
لوں کو اس کا کھانا مشکل ہے" تجلیات رحمانی یعنی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ
سوانح عمری میں لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی، تبلیغ کو آپ اس دور
جہاد اکبر سمجھتے تھے۔ امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت
لانا کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے۔۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للہیت کے
بہ قلب سے قائل تھے فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ حرکت ہو رہی ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للہیت کی برکت ہے، مولانا
یوسف صاحب حضرت مولانا کے خاص تلامذہ میں سے تھے انھوں نے دورہ کی اکثر کتابیں مولانا مرحوم سے پڑھی
یں تبلیغی جماعت کے بعض دوسرے سرکردہ حضرات حضرت مولانا کے تربیت یافتہ اور تلامذہ تھے۔ مولانا انعام الحسن صاحب
لانا عبید اللہ صاحب حضرت مولانا سے پڑھے ہوئے ہیں۔ مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر جماعت سعودی عرب حضرت کے تلمیذ خاص
ر بڑے تعلق والے تھے مولانا اپنے تلامذہ و متعلقین کو تبلیغی سلسلہ میں شرکت کا حکم اور مشورہ دیتے، مولانا منظور احمد صاحب
نوٹی نے تحریر کیا کہ میں مدرسہ سے رخصت لے کر تین چلوں پر مشرقی پاکستان چلا گیا تھا۔

اور اب جماعت تبلیغی کے ہمراہ مکہ مکرمہ جارہا ہوں، اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانے میں جہاد اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ایک صاحب نے کراچی سے مولانا کو لکھا کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جو دعوت الی اللہ کے لئے جاتی ہے شرکت برابر کرتا رہتا ہوں مگر پچھلی اتوار کی شام کو تبلیغی جماعت کے ایک صاحب جو عالم معلوم نہیں ہوتے تھے انھوں نے اپنے بیان میں فرمایا کہ گشت میں جانے والوں کو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے حالانکہ مسجد الحرام خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے والوں کو صرف ایک لاکھ کا ثواب، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی، حالانکہ حضرت تھانوی کے وعظ آداب التبلیغ میں پڑھا تھا کہ یہ تبلیغ فرض کفایہ ہے تو جب فرض عین نہیں تو انھوں نے یہ کیسے بیان کر دیا، جس پر حضرت مولانا نے مختصراً تحریر فرمایا کہ ایسے جزوی امور کو ترک کر دیجئے جو بات شریعت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرتے رہیں (تجلیات رحمانی) ایک شخص نے تبلیغ میں مسلسل چلّوں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں یہ بہت بڑا فریضہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ پسماندگان کے حقوق کا بھی خیال فرمانا ضروری ہے (تجلیات رحمانی)

(۳) حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حال ناظم جامعہ اسلامیہ کراچی خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق حضرت ناظم صاحب مظاہر علوم اور اس ناکارہ کے خطوط میں گذر چکا ہے کہ حضرات دہلی کی آمد پر حضرت مفتی صاحب ان لوگوں کو اپنے مدرسے میں بلاتے ہیں اور مدرسین وطلبہ کو جمع فرما کر ان حضرات سے تبلیغی تقریریں اہتمام سے کراتے ہیں اور بعد میں خود بھی اس کی تائید میں تقریر فرماتے ہیں، واقعات بالا تو خود میرے مشاہد ہیں وہاں کے طلبہ کے خطوط سے بھی اکثر حضرت مفتی صاحب کی مستقل تقریر اس جماعت کی تائید و نصرت و شرکت میں ہونی معلوم ہوتی رہتی ہے۔

یہ چند نمونے میں نے حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء کے نقل کرائے ہیں میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اگر حضرت حکیم الامۃ اس جماعت سے خفا تھے تو حضرت کے اجل خلفاء میں سے کسی کو بھی ناراضگی کی خبر نہ ہوئی اور یہ سب حضرات نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس میں شرکت بھی فرماتے رہے شرکت کے تقاضے بھی کرتے رہے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کے بھانجے نے ایک مستقل چلّہ اس میں دینے کا وعدہ فرما رکھا تھا جو مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اور وہ جب چچا جان کی بیماری میں ایک دن کو تشریف لے گئے اور چچا جان

نور اللہ مرقدہ نے ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا تو اپنی سخت مجبوری اور ضرورت کے باوجود مستقل قیام فرمالیا اور وصال تک وہیں موجود رہے، اور اس زمانہ میں تبلیغی اجتماعات میں کثرت سے شرکت بھی فرماتے رہے اور ملفوظات بھی جمع کرتے رہے۔ اور اس کا اطمینان بھی دلاتے رہے کہ آپ کے بعد یہ کام انشاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ جیسا کہ ملفوظات حضرت دہلوی میں تفاصیل سے موجود ہے، میں نے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے خلفاء کے آراء، اور ارشادات اسی وجہ سے لکھوائے کہ لوگ حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے اس چیز کو پھیلاتے ہیں۔ کہ حضرت حکیم الامۃ ناراض تھے۔ تعجب ہے کہ اس مجہول روایت کی اطلاع حضرت کے اجل خلفاء کو نہ ہوئی بالخصوص مولانا ظفر احمد صاحب کو جو ہر وقت کے تھانہ بھون کے حاضر باش خانقاہ کے مفتی اعظم اور حضرت قدس سرہٗ کے مسودات اور ارشادات کو لکھنے والے اور حضرت ہی کی خدمت میں رہ کر اعلاء السنن وغیرہ کی تصانیف کرتے رہے۔ ان کو حضرت تھانوی کی ناراضی کا شائبہ بھی ہو جاتا تو حضرت دہلوی کے اخیر زمانہ میں اس طرح موجودہ تبلیغ کے اندر سرگرمی سے منہمک نہ ہوتے۔ ان کے علاوہ آراء دیگر مشائخ اور علماء کی نمونۃً لکھواتا ہوں۔

(الف) حضرت مولانا الحاج شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی نقشبندی، بھوپالی، مولانا الحاج عمران خاں صاحب کی وجہ سے (کہ وہ بھوپال کی مرکزی جماعت کے روح رواں ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے اخص الخواص مریدین میں ہیں) تبلیغ کی سرپرستی فرماتے رہے، خاص طور سے بھوپال کے اجتماع میں کثرت سے دعائیں اور مشورے بھی فرماتے رہے، حضرت مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں چند روز قیام کے دوران میں حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات حضرت پیران پیر کے مواعظ کی طرح سے تاریخوار مجالس کے ساتھ جمع کئے ہیں، جن کا نام "صحبتے با اہل دل" ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں، اٹھارویں مجلس ۳ رذی قعدہ ۱۳۸۵ھ آج حضرت کی طبیعت کچھ مضمحل تھی، کمر میں کئی دن سے درد تھا آج اس میں غالباً زیادتی ہوگئی اشراق پڑھ کر خلاف معمول لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی۔ مولانا انعام الحسن صاحب چند رفقاء خدام کے ساتھ ملنے آئے، یہ معلوم کر کے کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں راقم سطور کے پاس اندر مہمان خانہ میں آگئے، کچھ دیر کے بعد جلسہ (اجتماع بھوپال) میں شرکت کرنے والے مہمانوں اور خانقاہ میں آنے والوں کا ہجوم ہو گیا، اندر کا دالان بالکل بھر گیا۔ حضرت بیدار ہو گئے مولانا کے میرے پاس تشریف رکھنے کا علم ہوا تو بجائے باہر خانقاہ میں جانے کے اندر

ہی تشریف لے آئے اور دالان کے کنارے جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں اس کے پاس ہی بیٹھ گئے حاضرین نے صدر مجلس میں تشریف رکھنے کے لئے عرض کیا تو فرمایا مجھے یہیں راحت ہے، بے تکلفی بڑی راحت کی چیز ہے۔۔۔ مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے یورپ میں تبلیغی اثرات جماعتوں کی نقل وحرکت اور مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہونے کا ذکر کیا یہ بھی تذکرہ فرمایا کہ جماعت کے لوگوں نے پیرس میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی اس مرتبہ رمضان مبارک میں وہاں تراویح ہوئی، ۶۰۔ ۷۰ آدمی تراویح میں شریک ہوتے تھے، اخیر عشرہ میں ایک صاحب نے اعتکاف بھی کیا، خط میں تھا کہ پیرس کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اعتکاف ہے، حضرت نے ان واقعات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ خدا کی شان ہے کفر وظلمت کے مرکز میں یہ تبدیلیاں ہورہی ہیں اور اسلام وایمان کے مرکزوں میں اور بزرگوں کے خاندانوں میں جہاں پشتوں سے دینداری اور بزرگی چلی آرہی تھی مغرب کی نقالی دین سے بے رغبتی بلکہ دین کی تحقیر اور شعائر اسلام سے وحشت اور ان کے ساتھ تمسخر کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی" فرمایا کہ ہم تو اسی وقت سے معتقد ہیں کہ جب نظام الدین کی یہ مسجد بہت مختصر اور کچی پکی تھی۔ اور کچھ معذور اپاہج میواتی وہاں پڑے رہتے تھے، ہمیں تو یہ باغ اسی وقت لہلہاتا نظر آتا تھا، میں ایک مرتبہ نظام الدین زیارت کے لئے گیا، زیارت سے فارغ ہو کر جانے لگا تو کسی نے کہا کہ ایک چھوٹی سی مسجد اور ہے وہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ اور ایک بزرگ رہتے ہیں۔ وہاں بھی چلئے میں حاضر ہوا اور ان بزرگ (مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو دریافت کیا، کہا گیا کہ وہ اس وقت مسجد کے باہر گئے ہوئے ہیں ظہر کے نماز کے وقت ملیں گے، میں ٹھہر گیا ظہر کی نماز کا وقت آیا وہ تشریف لائے میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی یا تو اپنے والد صاحب کے پیچھے (ایسے اطمینان کی) نماز پڑھی تھی یا ان کے پیچھے پھر میں نے مولانا یوسف صاحب کا دور بھی دیکھا، ایک دن میں نے ان سے کہا میں نے آپ کو اس وقت دیکھا تھا جب صفوۃ المصادر پڑھتے تھے۔ بڑی سادگی سے بولے اب بھی تو وہی پڑھ رہا ہوں (صحبتے با اہل دل)

بھوپال کا رسالہ نشان منزل میں وقتاً فوقتاً حضرت شاہ صاحب کے ارشادات اس جماعت تبلیغ کی حمایت میں شائع ہوتے رہے ہیں جو میری نگاہ سے بھی وقتاً فوقتاً گذرتے رہے ہیں۔ اس وقت یہ خیال بھی نہیں تھا کہ ان چیزوں کو کسی وقت نمایاں کرنا پڑے گا، لیکن اگر کوئی دیکھنا چاہے تو نشان منزل کے رسالہ میں بہت کثرت سے ملے گا بھوپال کا سالانہ اجتماع بہت مشہور ہے

(ب) جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی کی شرکت میوات کے جلسوں میں کثرت سے ہوئی، اور بعض اجتماعات میں یہ ناکارہ بھی شریک تھا مفتی محمود صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کے ساتھ میوات کے بعض اجتماعات میں میں بھی شریک ہوا ہوں۔ مفتی صاحب اور مولانا الحاج احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء کی تقریریں میوات کے بعض جلسوں میں بندہ نے خود سنی ہیں۔ بہت ہی شد ومد سے لوگوں کو اس کام میں شرکت کے لئے تقاضا اور دعوت دیا کرتے تھے۔ سوانح یوسفی میں ایک جلسہ کا مختصر ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ قصبہ نوح ضلع گوڑ گانواں میں ایک تبلیغی اجتماع ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ بروز یکشنبہ ہوا۔ اس جلسہ میں مرکز کے اکابر کے علاوہ مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب دہلوی مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی شریک ہوئے۔ اس تبلیغی اجتماع میں، مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے تبلیغ کی ضرورت اور افادیت پر کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اس اجتماع میں میوات کے اہل تعلق اور کثیر تعداد میں میواتی شریک ہوئے" دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبد الرشید صاحب مسکین بھوپال کے مشہور عالم اور ملی کارکن نے مولانا محمد الیاس صاحب کی زندگی میں مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی وساطت سے بھوپال میں تبلیغی کام کی دعوت دی تھی، (سوانح یوسفی)

حضرت دہلویؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں آج یہ بندہ اس دعوت کو لے کر مدرسہ امینیہ گیا تھا جس میں اللہ کے فضل اور لطف اور رحمت نے بہت امید افزا صورت پیدا فرمادی، حضرت مفتی صاحب نے تمام مدرسین اور طلباء کو جمع فرمایا اور میری تحریض کے بعد مولوی فخر الحسن صاحب نے تحسین فرمائی ان کے بعد حضرت مفتی صاحب نے باوجود وقت کے تنگ ہونے کے اس کی ضرورت ثابت فرمائی۔ عنوان بہت ہی اچھا اختیار فرمایا حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ اپنے ایک اہم مکتوب میں علی میاں کو تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت ایک اہم ضرورت جو درپیش ہے وہ یہ کہ مبلغین کی معتد بہ جماعت کراچی پہنچی ہوئی ہے۔ وہاں سے ایک تار جناب کی دعوت کا آیا ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حیدر آباد سندھ میں ایک جلسہ ہونے والا ہے اس میں اکابر مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا طیب صاحب وغیرہما اکابر علماء امت شرکت فرما رہے ہیں اس میں آپ کی شرکت کی شدید ضرورت ہے، آپ اللہ سے مانگتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ فرماتے ہوئے اور استقلال اور دل جمعی کے ساتھ دعوت دینے کے عزم سے حیدر آباد سندھ تشریف لے جاویں (مکاتیب)۔

سن ۱۳۶۰ھ میں قصبہ نوح میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا۔ میوات کی سرزمین میں اس سے پہلے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ شرکاء جلسہ کا اندازہ پچیس ہزار کا کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب جو اس اجتماع میں شریک تھے فرماتے تھے کہ میں ۳۵ سال سے ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں، لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔ (سوانح یوسفی)

مراد آباد کے ایک اجتماع میں حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ تشریف نہ لاسکے ان کی جگہ نیابت میں جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب نے شرکت فرمائی۔ (سوانح یوسفی)

(د) جناب الحاج مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی شرکت موجودہ تبلیغ کے اجتماعات میں اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں بہت کثرت سے رسائل اور اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں، اور بہت سے مضامین "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں شائع ہو چکے، ایک تحریر ان کی کسی شاکی کی شکایات کے جواب میں رسالہ "حقیقت تبلیغ" مؤلفہ الحاج ابراہیم یوسف باوا رنگونی کے رسالہ میں ہے وہ کسی معترض کے خط کے جواب میں جس کا نام مجھے معلوم نہیں، خط بہت طویل ہے۔ جو حقیقت تبلیغ میں بھی چھپا ہوا ہے اور اس سے رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں ماشاءاللہ ترقی پذیر ہیں جماعتیں یوں بھی تمام سال قریہ بقریہ گشت کرتی رہتی ہیں۔۔ خصوصاً یہاں بھوپال میں کثرت سے سالانہ اجتماع اور ہفتہ واری اجتماع کو دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اس ضمن میں چند امور ہمیشہ کھٹکتے رہے اور دل کلیۃً جماعت کے طریق کار سے متفق نہ ہوا لیکن گذشتہ ماہ نومبر ۱۹۶۳ء میں لکھنؤ کے سالانہ اجتماع میں آپ کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ یہ عاجز کسی غلطی یا وسوسۂ شیطانی میں مبتلا ہے اس بنا پر اسی وقت سے یہ خلش تھی کہ حضرت محترم سے اپنے رفع شکوک و دفع وسواس کے لئے اس باب میں استفسار کر کے اصلاح حاصل کروں گا۔ آگے اشکالات کی فہرست ہے جو مفتی صاحب کے جواب سے خود سمجھ میں آتی ہے۔

مکرم و محترم زیدت مکارمکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گرامی نامہ صادر ہوا مگر رمضان المبارک میں اتنی طویل تحریر کا پڑھنا مشکل، پھر جواب اس سے زیادہ مشکل، تاہم پڑھا معلوم ہوا کہ وقتی اور کوئی فوری چیز جواب طلب نہیں مکرما! تبلیغ کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنا اور دیکھنے کی تو آج تک نوبت نہیں آئی۔ میں نے خود طویل طویل سفر کئے ہیں یہاں بھی ہمیشہ ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کرتا ہوں ۳۵ برس سے شرکت کا موقع

ملتا رہتا ہے، سہارنپور، دیوبند، رائپور لکھنؤ وغیرہ کے اکابر ارباب مدارس وارباب خانقاہ کا جو کچھ اس کام سے تعلق ہے وہ بھی براہ راست معلوم ہے، مشائخ کرام اپنے زیر تربیت سالکین کو کس طرح اس کام کی ترغیب دے کر کام میں لگاتے ہیں وہ بھی معلوم ہے اس کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے بیان کو غلط کہا جائے ہو سکتا ہے کہ بعض کم فہم کم علم ناتجربہ کار لوگوں کے ذاتی اعمال و کردار سے کوئی صورت رونما ہو جائے یا کچھ اصحابِ اغراض لوگ ان ناتجربہ کار لوگوں کو اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے غلط طور پر استعمال کرلیں جس سے اس قسم کے فتنے پیدا ہوں، آپ کی تحریر کردہ صورت حال یقیناً بہت دکھ اور اذیت کی چیز ہے یہ بھی یقینی امر ہے کہ اس قسم کی چیزوں (تعزیہ داری وغیرہ اور مدارس وخانقاہوں کی مخالفت یا توہین) کی ذمہ دار حضرات کی طرف سے ہرگز اجازت نہیں، ایسی چیزیں تبلیغ کے کام اور دین کو سخت نقصان پہونچانے والی ہیں، تبلیغی نمبروں میں ایک نمبر اکرام مسلم بھی ہے اصولی حیثیت سے وہ بہت قابل اہتمام ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی طرف سے سخت ہدایت ہے کہ جس بستی میں جماعت جائے وہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں ضرور حاضر ہو۔ اور ان کے اصولوں کی پوری پابندی کرے ان کو ہرگز دعوت نہ دے ان سے صرف دعاء کی درخواست کرے، علماء اور طلباء کو ہدایت ہے کہ اس کام کی وجہ سے درس و مطالعہ تکرار کا حرج ہرگز نہ کریں۔ سالکین کو ہدایت ہے کہ اپنے اوراد و وظائف اور تسبیحات کو ہرگز ترک نہ کریں بلکہ زمانۂ خروج میں شدت کے ساتھ پابندی کرے، راتوں میں تہجد اور ذکر و گریہ کی عام فضا اذکار و مراقبات کا اہتمام مواخات و مواسات، ایثار و ہمدردی، تواضع و انکسار، احتساب و انضباطِ اوقات، حقوق اللہ وحقوق العباد کی نگہداشت وغیرہ یہ وہ دینی امور ہیں جو خانقاہوں کا طرۂ امتیاز ہیں، اور حق تعالیٰ نے مشائخ پر ان کا انعام فرمایا ہے تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی پوری کوشش ہے کہ اللہ پاک ان امور کی طرف تمام مسلمانوں کو متوجہ فرمائے اور سب کے نفوس میں ان کو راسخ فرمادے تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ جماعت خانقاہوں کے کام کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتی، علم و ذکر کا نمبر اخلاص نیت کا نمبر آخر کس لئے ہے؟ جگہ جگہ جماعت نے مدارس دینیہ قائم کئے اور کر رہی ہے، خود مرکز نظام الدین دہلی میں عربی مدرسہ ہے، جہاں چھوٹی بڑی سب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، میں نے خود تبلیغ کے لئے جن اکابر علماء و مشائخ کو نکلتے اور ترغیب دیتے ہوئے دیکھا ہے چند کے نام یہ ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر مدرسہ امینیہ دہلی میں خو میوات کے علاقہ میں ان کے ساتھ تھا اور ان

کو بہت نزدیک سے دیکھا کہ ان کو تبلیغی کام سے کس قدر گہرا تعلق تھا، مفتی اشفاق الرحمن صاحب مفتی مدرسہ فتحپوری دہلی، مفتی جمیل احمد صاحب مفتی تھانہ بھون، مولانا اسعد اللہ صاحب مجاز حضرت تھانوی، مولانا عبدالرحمن صاحب صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور مجاز حضرت تھانویؒ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور مجاز، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند مجاز حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی وغیرہم جب ایک کام اس قدر عالمگیر ہوا اور مسلمانوں کے گروہ دین سیکھنے کے لئے نکلیں تو ان سے بے اصولی اور غلطی ہونا بھی مستبعد نہیں خاص کر ایسی حالت میں کہ ہر جماعت کو امیر عالم بھی میسر نہ آئے نہ ان کی غلطی کو سراہا جائے گا نہ ان کی غلطی کی وجہ سے تبلیغ سے بددل ہو کر کام کو چھوڑا جائیگا نہ تبلیغ کے فوائد اور ضرورت سے صرف نظر کیا جائے گا۔ بلکہ خود غلطی سے بچتے ہوئے دوسروں کو غلطی سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور اس کی بڑی ذمہ داری ان علماء حضرات پر ہے جو غلطیوں کو دیکھ کر دلوں میں اعتراضات کا پہاڑ قائم کرلیں۔ اور اس کام سے دور ہی دور رہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کام کو اپنا کام تصور کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ شرکت کریں اور کم علم کم سمجھ بھائیوں سے جو غلطی ہو اس کو شفقت و محبت کے ساتھ ان پر ترس کھاتے ہوئے الدین النصیحۃ کے پیش نظر بلطائف الحیل اصلاح فرمائیں وقت ملاقات اگر آپ زبانی تذکرہ فرماتے تو کچھ مزید عرض کرتا والسلام کوئی بات ناگوار خاطر گذرے تو معاف فرمائیں اس تحریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور مطلع فرمائیں شکر گذار ہوں گا۔ والسلام

احقر محمود عفی عنہ مدرسہ جامع العلوم کانپور

مفتی صاحب کے نو[9] خطوط بہت مفصل مکاتیب محمودیہ کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی طبع ہو چکے ہیں، جو رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں بھی طبع ہوئے ہیں، مکتوب ہذا ان نو مکاتیب میں سے آٹھواں ہے۔ اس کی تمہید میں ناشر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب کی شخصیت ان چند برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے جو ایام طالبعلمی اور تبلیغ کے ابتدائی دور سے ہی کام میں دلچسپی اور حصہ لیتے رہے اور جہاں بھی رہے اپنے تعلیم و تدریس اور افتاء جیسے مشاغل کے ساتھ مرکز سے وابستہ رہے اور اسی کے زیر سایہ کام کرتے رہے اور اب بھی دارالعلوم دیوبند میں وقتاً فوقتاً طلبہ میں خطاب فرمایا کرتے ہیں، اور اس حیثیت سے بھی اور اس حیثیت سے کہ وہ ملک کے سب سے بڑے دینی ادارے کے صدر مفتی ہیں اور ان کے پاس تبلیغی جماعت سے متعلق بھی سوالات آتے رہتے

ہیں جن کے جوابات ان کو دینے پڑتے ہیں ان خطوط کی جو اہمیت ہو سکتی ہے وہ اہل فکر و نظر سے مخفی نہیں رہ سکتی ہم حضرت مفتی صاحب سے ان خطوط کی صورت میں اس گرانقدر عطیہ پر بہت ہی مشکور و ممنون ہیں، فجزاہ اللہ خیر الجزاء، اس مجموعہ کے علاوہ مفتی صاحب کے دوسرے خطوط بھی متعدد رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

(۸) مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم عمومی جمعیتہ علماء تبلیغی اسفار میں بہت کثرت سے شرکت کرتے تھے، مجھے بھی مولانا مرحوم کے ساتھ میوات کے بعض جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی، لیکن ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں جتنی کثرت سے مولانا نے اجتماعات میں شرکت کی اس کا بیان سوانح یوسفی میں اس طرح لکھا ہے کہ "۱۹۴۷ء میں مولانا حفظ الرحمن صاحب نے اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا.... مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی خبرگیری شب و روز رکھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب ہمیشہ ان کے اس احسان کا ذکر کرتے رہے کہ جب کہ سب کی ہمتیں چھوٹ چکی تھیں اور اپنے بھی پرائے ہو رہے تھے مولانا حفظ الرحمن صاحب نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی جماعت بنا بنا کر جہاں یہ جماعت جانا چاہتی بھیجتے اور اس کی حفاظت کا سامان کرتے۔ جماعت جب بھی کسی جگہ کے لئے پروانۂ راہداری مانگتی تو باوجودیکہ مولانا انتہائی مشغول ہوتے لیکن پروانۂ راہدری فوراً لکھ دیتے کہ یہ جماعت ہماری جماعت ہے، اس پرچہ کو لے کر جماعت جہاں بھی جانا چاہتی چلی جاتی کہیں بھی پولیس مزاحم نہ ہوتی اس کے علاوہ خود مولانا اپنا وقت نکال کر گشت کرتے ہوئے نظام الدین کثرت سے جاتے.... بعض اوقات جماعت کی طرف سے ایسے امور پیش آتے جو مولانا کو الجھن میں ڈال دیتے لیکن کسی وقت بھی ہمدردی اور شفقت کا ہاتھ نہ اٹھاتے اپنے رویہ میں ادنیٰ سا فرق نہ آنے دیتے۔ مولانا یوسف صاحب کا ایک خاص مزاج تھا۔ وہ کسی ایسے اجتماع یا جلسے میں شریک نہ ہوتے جو صرف سیاسی ہو یا جس میں شرکت کرنے سے تبلیغی کام پر اثر پڑے۔ اس نازک موقعہ پر ایسے کئی حالات پیش آئے۔ ایک مرتبہ میوات میں گھاسیڑہ کے مقام پر ہندو مسلمانوں کا حکومتی پیمانہ پر ایک جلسہ کیا گیا، جس میں گاندھی جی سردار پٹیل اور پنڈت نہرو بھی شریک تھے۔ چونکہ یہ میوات کا علاقہ تھا اور مولانا محمد یوسف صاحب سے تعلق رکھنے والے اس کے باشندے تھے، اور وہی لوگ فساد سے زیادہ متاثر تھے۔ لیکن یہ جلسہ خالص سیاسی طرز کا تھا.... اس لئے اس جلسہ میں شرکت نہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب... بستی نظام الدین تشریف لے گئے اور مولانا سے فرمایا کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں، لیکن مولانا نے ان حضرات کے

احترام کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اپنی عدم شرکت کا اظہار فرمادیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مولانا کے صریح انکار اور اپنی پوزیشن کی نزاکت کے باوجود کسی قسم کی ناراضگی یا بیزاری کا اظہار نہیں کیا اور آئندہ بھی کبھی اس ناگواری کو زبان پر نہ لائے۔ اور دبی زبان سے بھی کبھی ذکر نہ کیا بلکہ ہر آڑے وقت برابر جماعتوں کی ہر طرح مدد کی، اور جو بھی رکاوٹیں پیش آئیں ان کو دور کیا، یہی وہ مولانا کا طرزِ عمل تھا جس نے مولانا محمد یوسف صاحب کے دل کو تشکر اور ممنونیت سے بھر دیا تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بھی وہ احسان ہے جس کو ہمیشہ یاد کیا گیا اور مرکز کے ہر بڑے چھوٹے نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ (سوانح یوسفی)

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے ابتداء میں تو اپنی جماعت کے اندر بھی لیکن اب اپنی جماعت میں تو علی الاعلان یہ الزام نہیں رہا، لیکن مخالفین مکالمۃ الصدرین کی ایک عبارت کو بہت جلی قلموں سے شائع کرتے ہیں کہ اہل تبلیغ کو حکومت (انگریزوں) کی طرف سے روپے ملتے ہیں، اب تو وہ حکومت بھی نہیں رہی وہ دور بھی ختم ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس عبارت سے اب بھی غلط فہمی پھیلاتے ہیں۔ اس لئے مجھے مستقل نمبر پر جو ۱۳ میں آرہا ہے لکھنا پڑا، لوگ مولانا کی طرف نسبت کئے ہوئے جھوٹے الفاظ کو بہت کثرت سے شائع کرتے ہیں اور مولانا مرحوم کی مؤکد تردید کو جو مولانا نے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کے ساتھ کی ہے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے تو ہمیشہ اس جماعت کو اپنی جماعت بیان کیا اور ۴۷ء کے ہنگامہ میں جہاں کہیں پروانہ راہ داری کی ضرورت پیش آئی یہی الفاظ کہ یہ ہماری جماعت ہے لکھ کر دیا۔

(۵) مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل سوانح لکھی ہے جس میں اس کام کی اہمیت اس کے دینی منافع اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کے ساتھ احترام کا معاملہ اور ان کے واقعات بہت کثرت سے لکھے ہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "حضرت جی فرمایا کرتے ہیں کہ موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی بے حد و حساب نقل و حرکت اور ان چھ نمبروں کی اشاعت پر ہے۔ اس پر عاجز نے بہت سوچا بالآخر شرح صدر ہو گیا اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں ادھر ہیں۔

مجھے جملہ اکابر کی آراء نہ مقصود ہیں اور نہ تتبع و تلاش کی فرصت ہے، جن حضرات کی تبلیغ کے ساتھ کی اہمیت حافظہ میں محفوظ تھی وہ لکھوا دیا ورنہ اگر تتبع کیا جائے تو علماء کرام اور اہل الرائے سینکڑوں نہیں ہزاروں ملیں گے جنھوں نے اس مبارک کام کو سمجھا دیکھا اس کی اہمیت کو محسوس

کیا۔ اس کے خلاف اگر چند اکابر یا علماء اس کی مخالفت نہ کریں تو کوئی اشکال کی بات نہیں، دین کا کونسا کام ایسا ہے جس میں اختلاف نہیں ہے۔ البتہ میرے ذہن میں بچتا ہے کہ جن حضرات نے مخالفت فرمائی ہے وہ صرف غیر محقق روایات پر مبنی ہے۔ خود نظام الدین جا کر یا اجتماعات میں شرکت کر کے ملاحظہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اسی لیے جب مجھ سے کوئی شخص کوئی اعتراض کیا کرتا ہے تو میرا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے نظام الدین میں کتنا قیام کیا اور اس مبارک کام میں کتنے چلے دیئے تاکہ میں اندازہ کر سکوں کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے یا محض روایات پر مبنی ہے۔

(۳) ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ ہونے سے پہلے بلکہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ سے پہلے بہت کثرت سے نظام الدین تشریف لاتے تھے اور لندن میں جو سب سے پہلا تبلیغی گشت ہوا اس کی سرکردگی بھی ڈاکٹر صاحب نے ہی کی تھی، ڈاکٹر صاحب اپنی کسی ضرورت سے لندن گئے ہوئے تھے وہاں تبلیغی جماعت سب سے پہلے پہونچی ڈاکٹر صاحب چونکہ بہت پہلے سے اس جماعت سے واقف تھے، جامعہ ملیہ میں یہ جماعت کثرت سے جاتی رہتی تھی اس لئے ڈاکٹر صاحب نے لندن میں سب سے پہلا گشت اس جماعت کو کرایا۔ ایک کتاب ہے "بیس بڑے مسلمان" اس میں ڈاکٹر صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے "اس اہم کام (تبلیغ دین) کی انجام دہی کا جو نظم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قائم فرمایا ہے اس کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مجھے پچھلے دنوں نصیب ہوا، اس کام کی سچی روح مجھے اس نظم میں کارفرما دکھائی دیتی ہے۔ ایمان اور یقین بحث اور دلیل سے پیدا نہیں ہوتے کسی کو یہ دولت نصیب ہو تو دوسروں تک بھی اسے منتقل کر دیتا ہے، اپنے دل کی آگ سے دوسروں کے سینے بھی گرماتا ہے اور اپنے عمل کی بے چینی سے بے عملوں کی عروق مردہ میں بھی خون زندگی دوڑا دیتا ہے فقط۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے متعلق میں نے اپنے حافظہ سے لکھا تھا کہ لندن کا سب سے پہلا اجتماع ان کی سرکردگی میں ہوا، ایک دوست نے بتایا کہ سوانح یوسفی میں اس واقعہ کو بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والوں میں کئی ایسے اہل علم اور مغربی علوم سے واقف اور یورپ کے تمدن سے گہری واقفیت رکھنے والے حضرات تھے۔ ان میں سرفہرست ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ جامعہ ملیہ اور حال صدر جمہوریہ ہند ہیں۔ مدتوں سے یہ حضرات مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔ اور حضرت مرحوم سے گہرا تعلق ہو گیا تھا۔ اور اس تحریک کے مؤیدین میں سے تھے۔ . . . ۲۰؍جنوری ۱۹۴۶ء میں ان ہی دو ڈاکٹر ذاکر صاحب اور جناب راحت رضوی صاحب) کے ذریعہ لندن میں تبلیغ کا ابتدائی گشت

شروع ہوا، جو لوگ لندن کی ہماہمی سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ملک میں خالص دینی اور تبلیغی کام جبکہ اس میں گشت جیسے عمل کو ایک ضروری جزو قرار دیا گیا ہے کتنا مشکل اور نامانوس ہوگا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایک تعلیمی کانفرنس میں لندن گئے ہوئے تھے، انھوں نے لندن میں اس گشت کا افتتاح کیا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب علمی دنیا میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور عالمگیر شہرت کے مالک ہیں اس لئے لندن کے رہنے والوں نے ادھر توجہ کی، اس گشت کے امیر وقاید راحت رضوی صاحب لکھنوی ہوئے۔ یہ گشت بڑا مبارک ثابت ہوا اور اس سے مقامی کام کی ابتدا ہوئی۔

**اشکال ۱۱** ایک اعتراض یہ بھی کثرت سے کانوں میں پڑتا رہا کہ اہل تبلیغ لوگوں پر جبر کرتے ہیں اور زبردستی کرتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جبر و زبردستی میں اور اصرار و الحاح میں بہت فرق ہے عوام کے سمجھنے کی چیز تو نہیں مگر علماء کے سمجھنے کی چیز ضرور ہے کہ اکراہ کی کیا تعریف ہے، مجھے سیکڑوں نہیں ہزاروں جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی۔ اصرار اور ترغیبیں تو بہت کثرت سے سننے میں آئیں۔ **لیکن زبردستی کرتے تو میں نے دیکھا نہیں اور اصرار کو زبردستی کہنا** مشکل ہے، حضرت دہلوی کا ارشاد ہے جن لوگوں کے حقوق خدمت تم پر ہیں اور جن کی اطاعت کرنا تمہارے لئے ضروری ہے ان کی خدمت و راحت کا انتظام کرکے اور ان کو مطمئن کرکے اس کام میں نکلو اور اپنا رویہ ایسا رکھو کہ تمہارے علم و صلاح کے ذوق میں ترقی دیکھ کر تمہارے سرپرست اس مشغلہ میں تمہارے لگنے سے نہ صرف یہ کہ مطمئن ہوں بلکہ خواہاں اور راغب ہو جائیں (ملفوظات حضرت دہلوی)

حضرت دہلوی اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں" اہل علم ایک سلسلہ یہ شروع فرمائیں کہ پہلے سے طے کرلیں کہ آئندہ جمعہ فلاں مسجد یا فلاں گاؤں میں پڑھنا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی اطلاع دیدیں وہاں پہونچکر نماز سے پہلے تبلیغی گشت اور لوگوں کو آمادہ کرکے مسجد میں لائیں پھر تھوڑی دیر کے لئے انھیں روک کر دین کی اہمیت اور اس کے سیکھنے کی ضرورت ان کو سمجھاکر دین سیکھنے کے واسطے تبلیغی جماعتوں میں نکلنے کی دعوت دیں اور ان کو سمجھائیں کہ اس طریقہ پر وہ چند روز میں دین کا ضروری علم و عمل سیکھ سکتے ہیں۔ اگر اس دعوت پر تھوڑے سے تھوڑے آدمی بھی تیار ہو جائیں تو کسی مناسب جماعت کے ساتھ ان کے بھیجنے کا بندوبست کریں۔

حضرت دہلوی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں" آپ لوگ خوب یقین فرمالیجیے کہ

ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ فساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے۔ آپ لوگوں نے بدعتی کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے آئندہ سے ایسے الفاظ سے احتراز چاہیے۔ (طویل مکتوب)

مولانا محمد یوسف صاحب نے کارکنوں کے لئے ہدایات کا جو بہت طویل مکتوب لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مغز بنتی ہے۔ اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی۔۔۔ اعذار کا دل جوئی اور غیب کے ساتھ حل بتائیں، صحابہؓ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں (سوانح یوسفی)

مولانا یوسف صاحب اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، کارکنوں کو تشکیل کی صورت لکھنے کے بعد۔۔۔۔ اپنی دعوت میں تو پورے چار ماہ کا مطالبہ رکھیں لیکن اس پر زور اتنا دیں جتنی لوگوں میں استعداد ہو اگر وہ اس دعوت کے بعد صرف ایک گھنٹہ روز کا بھی لگانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی قدر کریں، اور اس کا وقت اتنا قیمتی بنائیں کہ اس کیسامنے اس محنت کی قیمت اچھی طرح کھل جائے۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

یہ تو نظام الدین کے حضرات کا عمل ہے، لیکن میرے نزدیک اگر جبر بھی دین کے کاموں میں ہو تو اپنی استطاعت اور قدرت کے موافق کوئی مضائقہ نہیں لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کافروں کے حق میں ہے کہ ان کو زبردستی تلوار کے زور سے مسلمان نہیں بنایا جاسکتا، لیکن مسلمان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ الحدیث مشہور ہے کہ اگر کوئی ناجائز بات ہوتے دیکھے اور قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے اور ہاتھ سے قدرت نہ ہو تو زبان (ڈانٹ) سے روکے اور یہ بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کا برا سمجھنا تو ایمان کا سب سے کمتر ین درجہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے مثلی کمثل رجل استوقد ناراً الحدیث مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری مثال اس شخص کی ہے جس نے ایک آگ جلائی جب وہ خوب روشن ہو گئی تو اس کے اوپر پروانے وغیرہ گرنے لگے آگ میں جلنے لگے۔ اور آدمی ان پروانوں کو ہٹاتا ہے اور وہ پروانے اس شخص پر زبردستی گرتے ہیں اور آگ میں گھستے ہیں، پس اسی طرح میں بھی تمہاری کمریں پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں اور تم آگ میں گھسے جاتے ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ آگ سے ہٹ جاؤ آگ سے ہٹ جاؤ اور تم اس میں

گھسے چلے جاتے ہو یہ تبلیغ والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں لوگوں کو جہنم سے ہٹا رہے ہیں کھینچ رہے ہیں کیا بے نمازی اور بے دین جہنم میں نہیں گر رہے ہیں؟ کیا اسی کو زبردستی کہا جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ ترک تبلیغ کے لئے محض ناگواری مخاطب عذر نہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین کیا ہم تم کو نصیحت کرنے سے پہلوتہی کریں گے کہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو، حالانکہ حق تعالیٰ کے ذمہ تو امر بالمعروف واجب نہیں۔ وہ اس سے پاک ہیں کہ ان پر کوئی بات واجب ہو بس یاد رکھیئے کہ امر بالمعروف کے لئے عذر صرف یہ ہے کہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہو، اور ضرر بھی جسمانی محض فوت منفعت عذر نہیں۔ جو شخص خدا سے بیگانہ ہے اگر اس کو احکام الٰہی کی تبلیغ ناگوار ہے تو ہماری جوتی سے ہم تبلیغ سے کیوں رکیں بس ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیئے اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہیے چاہے تمام عالم ناراض ہو جائے (انفاس عیسیٰ)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ برا مانتا ہے ناک منھ چڑھاتا ہے اور ہمارے درپئے ایذاء ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی ہم امر بالمعروف کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف شروع کر دیں جب کام شروع کر کے گاڑی اٹکے گی اس وقت استفسار کر لینا ابھی سے اعذار کا حکم دریافت کرنے کا آپ کو حق نہیں، بلکہ اس وقت اعذار کا حکم دریافت کرنا گویا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈنا ہے۔ (انفاس عیسیٰ)۔

حسن العزیز میں ایک دیہاتی کا طویل قصہ نقل کیا ہے کہ وہ حضرت کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوا۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس کے حال کے اعتبار سے اس کو پندرہ دن قیام ضروری بتایا اس نے کہا کہ کھیتی باڑی کی وجہ سے نہیں رہ سکتا، حضرت نے پوچھا کہ کوئی اور بھائی وغیرہ بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ ہیں اور اگر کچھ دن یہاں رہوں گا تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ اب یہاں تو ناراض نہیں ہو رہے جب جاؤ گے اکٹھے ناراض ہو لیں گے کم از کم پندرہ دن تو ٹھیرتا کہ اتنے دن کا گھسا ہوا شیطان دل کے اندر سے نکلے اور اتنے دن بھی بہت کم ہیں ورنہ قاعدہ سے تو یہ چاہیے تھا کہ جتنے دن تک وہ شیطان دل میں گھسا ہوا رہا کم از کم اتنے دن تو اس کے نکلنے کیلئے چاہئیں پھر اس نے مغرب کے بعد بیعت کی درخواست کی اور اصرار کیا حضرت نے فرمایا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ابھی بیعت کی ضرورت نہیں اس پر اس نے بیچ میں کہہ دیا کہ میری حالت تو ایسی ہو گئی کہ نماز چھوڑنے کو جی چاہتا ہے، اس پر حضرت بہت برہم ہوئے اور دیر تک نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹتے رہے کہ اچھا جنون ہے اگر ایسا ہی جنون ہے تو کبھی گوہ

کھانے کو جی نہ چاہا ابھی سر پر لگ جائے تو دماغ روشن ہو جائے اپنے پاس سے دھکا دیکر نالائق پاجی کہہ کر اٹھا دیا
اگر تبلیغ والے یوں کہیں کہ جس گھر میں دو آدمی ہوں نمبر وار ایک آدمی تبلیغ میں جاتا رہے دوسرا گھر کا کام کرتا رہے تو اس پر کیا الزام ہے رسالہ کے خاتمہ پر تکملہ میں حضرت حکیم الامۃ کے ایک خلیفہ مولانا عبد السلام کا تفصیلی قصہ آرہا ہے کہ حضرت حکیم الامۃ نے باوجود والد صاحب کی ناراضی کے جانے کی اجازت نہ دی، اگرچہ تبلیغ والے والد صاحب کی ناراضگی پر ان کو راضی کرنے کی تاکید کرتے ہیں، اور یہ ناکارہ تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والد صاحب کی اجازت کے بغیر جانے کی اجازت ہی نہیں دیتا، اگرچہ میں تبلیغ کو اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جتنا اصلاح نفس لیکن تبلیغ پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے حکیم الامۃ پر اعتراض کرنا ہوگا کہ انھوں نے باپ کی ناراضی کی بھی پرواہ نہ کی۔
ایک شخص نے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی خدمت میں دو ماہ رہنے کی خواہش ظاہر کی کہ ایک بیوی دو بچے ایک میں چار آدمی ہیں، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان کو لکھا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بیوی کو دو ماہ کے لئے اس کے باپ کے گھر ان سب کی خوشی سے چھوڑ دیا جائے، اس طرح آسانی سے موقع مل سکتا ہے (تربیت السالک) اگر تبلیغ والے یہ کہیں کہ اپنی غیبت کے زمانے میں بیوی کو اس کے گھر چھوڑ دو تو وہ گردن زدنی ہے حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے، تربیت السالک میں ایک شخص نے اپنا طویل حال لکھا ہے کہ میں ڈیڑھ ہزار کا مقروض ہوں، میری آمدنی چمڑے کی تجارت ہے۔۔۔ اب گذارش یہ ہے کہ آپ ضرور اجازت دیدیں کہ میں آٹھ دن کے لئے حاضر خدمت ہو جاؤں شاید اس آٹھ دن کی قلیل مدت میں میری حالت میں تغیر ہو جائے۔ اور اگر قرض کا عذر مانع ہو تو میں یہ عرض کروں گا کہ اگر خدانخواستہ مجھ کو دفعتہً کوئی جسمانی مرض لاحق ہو جائے کہ جس کی وجہ سے علاج کرنا ضروری ہو جائے اور دہلی حکیم اجمل صاحب کی خدمت میں جانا پڑے تو پھر مجبوری سب خرچ بھی برداشت کرنا پڑیں گے اور یہی کہا جائے گا کہ اگرچہ میں قرضدار ہوں قرض ادا کرنا تمام کاموں سے مقدم ہے لیکن جب صحت جسمانی ہی ٹھیک نہ ہو گی تو قرض ادا ہونا بھی غیر ممکن ہے اس لحاظ سے میرے خیال میں صحت جسمانی کی حفاظت زیادہ ضروری ہو گی۔ بس بالکل اسی ضرورت کو سمجھ کر میں اجازت حاضری آٹھ یوم کی چاہتا ہوں میرے خیال سے صحت جسمانی سے صحت روحانی زیادہ اہم اور ضروری ہے، اور پھر جبکہ میری دنیا کا دار و مدار بھی اس روحانی صحت پر موقوف ہے۔ مختصر گذارش یہ ہے کہ اگر مناسب ہو تو اجازت حاضری کی مرحمت فرمائی جائے۔ حضرت قدس سرہٗ کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کی مجموعی حالت موجودہ میں آنے کی ممانعت نہیں۔

اگر تبلیغ والے بھی کسی مقروض کو اس نہایت ہی اہم ضروری روحانی کام کے لئے نکلنے کی ترغیب دیں تو وہ مجرم کیوں؟ لوگ دنیوی لغویات کے لئے محض شادیوں میں نام ونمود کے لئے سودی روپے تک قرض لیتے ہیں اور باوجود بار بار کے سمجھانے علماء کے روکنے کے کبھی بھی ان کو قرض یا سود کا خیال نہیں آتا، لیکن دینی کام کے لئے سوالات استفتاء اور اعتراضات سب ہی کچھ ہوتے ہیں جو لوگ اپنے مقروض ہونے کا عذر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ ناکارہ خود کبھی ایسے لوگوں کو جو مقروض ہوں یا قرض لے کر جائیں جانے کی اجازت نہیں دیتا تا وقتیکہ ادائیگی قرض کا کوئی اعتماد یا ذریعہ معلوم نہ ہو جائے، لیکن تبلیغی لوگوں پر اعتراض کرنے والوں سے میں یہ ضرور پوچھا کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی کسی مقروض سے یہ بھی پوچھا کہ یہ قرضہ جو آپ کے ذمہ ہوا تبلیغ ہی میں جانے کی وجہ سے ہوا یا ناجائز رسومات ادا کرنے کے واسطے لیا تھا میرے ریکڑوں خطوط میں ایسے لوگوں کو جانے کی ممانعت ملے گی۔ مگر میں جب لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے ذمہ جو قرض ہوا تھا وہ تبلیغی سفر کی وجہ سے ہوا تھا ـــــ یا بیٹی کی شادی کی وجہ سے آپ نے محض لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے شادی میں تو سود پر قرض لے لیا اس وقت کسی سے مسئلہ نہ پوچھا لیکن ایک دینی اہم کام کے سفر کے لئے آپ کو استفتاء کرنے کی ضرورت پیش آئی، اس کا کوئی معقول جواب مجھے اب تک نہ ملا۔ حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک صاحب نے بہت لمبا چوڑا خط لکھا، جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ میں حاضری کا قصد بہت دنوں سے کرتا ہوں مگر ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ حاضر ہو ہی نہیں سکتا۔ اب حاضری کا مصمم ارادہ تھا مگر ایک مقدمہ ایک میرے عزیز نے دائر کرادیا مجبوراً آنہیں سکتا۔ حضرت نے لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ پریشانیاں رفع ہوں، اور یہاں آنا بہتر تھا، اگر صورت آنے کی نہ بھی ہو تو اس کے لئے تدبیر لکھتا ہوں کہ اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے وہ جو کریں اس میں راضی رہے، یہ بہترین تدبیر ہے کوئی کر کے تو دیکھے، پھر ارشاد فرمایا کہ آجکل لوگ ایسے جوابات کو خشک مضامین سے تعبیر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہمیں ان مضامین (خشک) میں مزا نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ گوہ کے کیڑے کے نزدیک حلوائی کی ساری دوکان بے فائدہ ہے، کیڑا کہنے لگے کہ یہ جو لڈو اور پیڑے ہیں جو دوکان میں رکھے ہیں بے فائدہ ہیں، کیونکہ میرے کام تو آتے ہی نہیں اور یوں کہے کہ گوبر وغیرہ اچھی چیز ہے تو اس کا یہ کہنا کیسا ہے ظاہر ہے کہ محض فضول ہے (حسن العزیز) حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ نے بھی تو یہی ارشاد فرمایا جو تبلیغ

والے کہتے ہیں کہ اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کر کے نکلو جن پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ جبر کرتے ہیں اعذار کو سنتے نہیں بجائے اس کے اس کی تحقیق کریں کہ تمہیں کوئی عذر تو نہیں اگر کوئی عذر کرے تو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کے سپرد کرو ــــــــــ اگر میں یوں کہوں کہ یہ بھی حضرت دہلوی کے ارشاد پر عمل ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طریق کار میرا تو اس کا کون انکار کرے گا۔ اس سب کے بعد ایک تجربہ میرا اور بھی ہے اور بہت تکلیف دہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنی پریشانیوں سے گھبرا کر نظام الدین پہونچ جاتے ہیں اور وہاں جا کر از خود نام لکھواتے ہیں، اور جب گھر کے لوگ اور قرضخواہ اصرار کرتے ہیں تو تبلیغ کو آڑ بناتے ہیں کہ میں مجبور کر کے بھیجدیا گیا تاکہ گھر والوں سے نجات مل جائے۔ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ میرے پاس اس قسم کے بلا مبالغہ پچاسوں خطوط آئے ہیں تو ہر خط کے جواب میں یہی لکھواتا ہوں کہ تمہارے جو حالات ہیں ان کے ہوتے ہوئے تبلیغ میں جانا ہرگز مناسب نہیں، اس رسالہ کے لکھوانے کے بعد طباعت سے پہلے کیرانہ کے ایک صلحب کا خط پہونچا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

قبلہ و کعبہ شیخ الحدیث مدظلہ عالی السلام علیکم گذارش یہ ہے کہ حضرت والا دوکان میں نقصانات اور قرض ہونے کی وجہ سے اتنا پریشان ہوا ہوں کہ دوکان ......

بھی چھوڑ دی اور قرض والوں کی وجہ سے جب انھوں نے پریشان کیا تو گھر کو بھی چھوڑنا پڑا، اور میں پریشان ہو کر مرکز نظام الدین آ گیا اور بال بچے گھر پر چھوڑ آیا لیکن ان کے پاس صرف پانچ روپے کے اور کچھ گھر پر نہ تھا اور میرے پاس بھی صرف سات روپے تھے۔ جو دہلی کرایہ تک کر ختم ہو گیا۔ اور یہاں پر رہ کر اب آگے تبلیغ میں نکلنے کیلئے کچھ پیسہ نہیں ہے حضرت والا آپ تجویز فرمائیں کہ میں کہیں تبلیغ میں جاؤں یا گھر پر جیسا آپ فرمائیں گے انشاء اللہ آپ کے حکم پر چلوں گا، اللہ تعالیٰ سے دعاء کر دیں کہ خدا قرض سے نجات دلائے فقط والسلام

جواب از زکریا۔ بعد سلام مسنون، آپ نے جو حالات لکھے ان کے لحاظ سے میرے نزدیک چلّہ میں جانا ہرگز مناسب نہیں، بلکہ گھر والوں کی معاشی خبر گیری اور قرض والوں کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے، اگر آپ اپنے حالات کی وجہ سے کیرانہ میں قیام نہ کر سکتے ہوں تو قرب و جوار میں کہیں مزدوری یا ملازمت کی فکر کیجئے، اور خود فاقہ کر کے اولاً گھر والوں کے معاش کا فکر کیجئے اور اس کے بعد قرض کی ادائیگی کا۔ فقط والسلام ۱۱ ربیع الثانی ۹۲ھ

اس قسم کے جیسا پہلے لکھوا چکا ہوں پچاسوں خطوط آئے ہوں گے مگر مجھے ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے جواب لکھوا کر چاک کر دیئے۔ یہ خط عین وقت پر پہونچا۔ اس لئے لکھوا دیا، اگر

تحقیق کیا جائے کہ جن لوگوں پر تبلیغ والوں کا اصرار ہوگا ان کو میری طرف سے ممانعت ضرور ملے گی۔ دو سال قبل کیرانہ کے متعدد خطوط اس قسم کے آئے تھے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے صرف تبلیغ والوں کے اصرار کا ذکر کیا میری ممانعت کا ذکر نہیں کیا، اگر ان لوگوں سے اب بھی تحقیق کی جائے تو میرے خطوط ان کے پاس ضرور ملیں گے، مجھے دو چیزوں میں خاص تصلب ہے، ایک یہ کہ جن کے ذمہ حقوق العباد ہوں وہ مقدم ہیں، دوسرے یہ کہ جو کسی شیخ سے منسلک ہوں اور شیخ کی طرف سے ممانعت ہو وہ ہرگز بغیر اجازت کے شریک نہ ہوں، یہ مضمون اس رسالہ میں پہلے آچکا ہے۔

**اشکال** [له] **۱۲** ایک اعتراض قریب میں تو سننے میں نہیں آیا، مگر پہلے کثرت سے آیا، اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ بعض اہل علم کی طرف سے بھی یہ اشکال کان میں پڑا۔ جس سے زیادہ حیرت ہے کہ یہ چلّہ تبلیغ والوں نے کہاں سے نکالا اور اس کی اصل کیا ہے؟ حالانکہ چلّہ کی اصل قرآن پاک میں بھی ہے حدیث پاک میں بھی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے، وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے تفسیر بیان القرآن میں اس آیت شریفہ کو مشائخ کے چلّوں کی اصل فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں وفيه اصل للاربعين المعتاد عند المشائخ الذی يشاهدون البركات فيها اھ یعنی آیت شریفہ صوفیہ کے چلّوں کی اصل ہے جس میں وہ حضرات بہت سی برکات کا مشاہدہ کرتے ہیں، حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے ترجمہ کے فوائد میں لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انھوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دل جمعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا معروضہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیا خدا تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زائد سے زائد چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم پے بہ پے روزے رکھو گے اور کوہ طور پر معتکف رہو گے تو تم کو تورات شریف عنایت کی جائے گی، ..... چالیس

---

له جن حضرات کو چلّہ کے دلائل کی تحقیق ہو اور وہ لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہوں ان کے لئے یہ بہترین مضمون ہے اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے۔ انیس احمد

دن کی معیاد پوری ہو جانے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی مخصوص وممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بخاری اور مسلم دونوں سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو الصادق المصدوق ہیں ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کی ابتدائی خلقت ماں کے رحم میں چالیس دن تو نطفہ رہتی ہے اور پھر چالیس دن تک خون کا لوتھڑا رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ بوٹی بنا رہتا ہے" اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ تغیر حالت میں چالیس دن کو خاص دخل ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پرانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔ دوسری حدیث میں ہے جو شخص چالیس دن کسی مسجد میں نماز ایسی طرح پڑھے کہ رکعت اولیٰ فوت نہ ہو اس کو جہنم سے آزادی مل جاتی ہے۔ (فضائل نماز) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ایسی طرح پڑھے کہ ایک نماز بھی اس کی مسجد سے فوت نہ ہو تو اس کے لئے آگ سے براءت لکھی جاتی ہے اور عذاب سے بری ہونا لکھا جاتا ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہو جاتا ہے (فضائل حج) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص میری امت پر چالیس دن تک غلہ روکے اور صدقہ کرے تو اس کا صدقہ مقبول نہ ہوگا۔ (جامع الصغیر) ایک حدیث میں ہے جو اللہ کے لئے چالیس دن تک اخلاص (اخلاص کے ساتھ اعمال کرے) کرے اللہ جل شانہ اس کے دل میں حکمت کے چشمے ابال کر اس کی زبان سے ادا کراتے ہیں (جامع الصغیر) اور چہل حدیث کی روایات تو مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہیں جو میرے رسالہ چہل حدیث فضائل قرآن کے شروع میں نقل کی گئی ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس حدیثوں کے محفوظ کرنے پر مختلف بشارتیں فرمائی ہیں، ان سے بھی چالیس کے عدد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی نابینا کی چالیس قدم تک دستگیری کرے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جنت اس کے لئے واجب ہو جائیگی (جامع الصغیر) مسلم شریف میں... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ان کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے اپنے (آزاد کردہ غلام) کریب سے فرمایا کہ دیکھ باہر کتنے آدمی ہیں۔ انھوں نے آکر عرض کیا کہ بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چالیس ہونگے فرمایا جی ہاں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جنازہ

لے چلو۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کے جنازہ کی نماز چالیس نفر پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو تو اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول ہوتی ہے صوفیاء کے یہاں تو چلہ کشی معروف و مشہور چیز ہے، ہر چیز کے لئے چلے کرائے جاتے ہیں۔ اعتکاف کے بھی، اسماء الہیہ کے بھی جو ہر شخص کے حال کے مناسب مشائخ تجویز کرتے ہیں، اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے تو چپ کا چلہ بھی تجویز فرمایا حضرت قدس سرہ نے ہوا خواری سے واپسی کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک چلہ سکوت ایجاد کیا۔ ۔ ۔ ۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیسا سخت چلہ نکالا — بڑا سخت کام لیتا ہے، یہ چلہ ایسا نکالا ہے کہ بہت ہی مشکل ہے۔ ۔ ۔ ۔ پھر فرمایا کہنے دو لوگوں کے کہنے کی کہاں تک پرواہ کی جائے۔ الحمد للہ متقدمین کی سنت زندہ ہوتی ہے، سائل نے پوچھا کہ یہ چلہ سکوت بھی پہلے کسی نے کرایا؟ فرمایا نہیں یہ چلہ تو نہیں کرایا مگر قلت کلام کے بڑے بڑے اہتمام کئے۔ ۔ ۔ ۔ اب یہ انتظامی امر ہے کہ پہلے اور طرح سے اس کے اہتمام کئے گئے اور اب یہ صورت تجویز کی گئی ہے (حسن العزیز)

مفتی محمود صاحب نے نقل کیا تھا کہ ایک صاحب نے جن کے لئے حضرت نے چلۂ سکوت تجویز کیا تھا انھوں نے ایک تختی تعویذ کی طرح اپنے گلے میں لٹکا رکھی تھی جس پر جلی قلم سے لکھا ہوا تھا "خاموش"

ایک صاحب نے اپنی خرابیٔ حالت کا تفصیلی حال لکھا، حضرت نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے ہر مرض کا معالجہ تجویز فرمایا ہے۔ استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے، اس کے لئے آج کا دن اور روانگی کا دن چھوڑ کر پورے چالیس روز قیام کرو (تربیت السالک) حضرت حکیم الامۃ کا ایک ارشاد ہے کہ مناسبت پیدا کرنے کے لئے کم از کم چالیس روز تو شیخ کی صحبت میں رہے مگر یہ ایک ضابطہ کی بات ہے، اصل تو یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت نہیں (افاضات)

**اشکال ۱۳:** ایک قدیم اور بہت پرانا اعتراض جو ابتداء ہیں تو اپنی جماعت میں بہت زوروں پر چلا، اخبارات، اشتہارات میں مخالفین نے اسے بہت اچھالا، لیکن مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی قدس سرہ کی تردید کے بعد اپنی جماعتیں تو علی الاعلان اس کو ذکر نہیں کرتی تھیں لیکن اذا خلا بعضھم الی بعض اشارۃً کنایۃً اب بھی اس کی یاد دہانی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دوسری جماعتوں کے لوگ اس وقت بھی اپنے اشتہارات کی موٹی اور جلی

سرخیوں اور رسائل میں لکھتے رہتے ہیں وہ یہ کہ اس تبلیغ کو ابتداء میں انگریزوں کی طرف سے پیسے ملتے تھے۔ یہ روایت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مکالمۃ الصدرین سے نقل کی گئی، اس میں لکھا ہے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا (مکالمہ) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جماعت کے ذمہ دار حضرات میں سے اور جمعیۃ العلماء کے ناظم عمومی اور تبلیغ کے خاص معاونین میں تھے۔ ان کی شہادت ایسی نہ تھی کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس لئے اس روایت نے بہت شہرت پکڑی، لیکن چند ماہ بعد جب حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اس مکالمۃ الصدرین کی تردید اور اس کی روایت کی تردید میں ایک رسالہ کشف حقیقت لکھا۔ اور اس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے اپنے اس قول کی تردید ان الفاظ سے لکھی کہ "اس وقت فوری طور پر ایک ایسے افترا اور بہتان اور کذب بیانی کی تردید ضروری سمجھتا ہوں جس سے عمداً و قصداً مرتب صاحب نے بعض مخلصین کے درمیان معاندانہ افتراق و انشقاق پیدا کرنے اور غلط فہمی میں ڈال کر بغض و عناد کے قریب تر لانے کی سعی ناکام فرمائی ہے، میرا روئے سخن مکالمۃ الصدرین کی اس عبارت کی جانب ہے۔

(عبارت مذکورہ مکالمۃ الصدرین) وکفی باللہ شہیدا اس کا ایک ایک حرف افتراء و بہتان ہے، میں نے ہرگز ہرگز یہ کلمات نہیں کہے اور نہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے متعلق یہ بات کہی گئی سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ بلکہ مرتب صاحب نے اپنی روانی طبع سے اس کو گھڑ کر اس لئے میری جانب منسوب کرنا ضروری سمجھا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت مولانا محمد الیاس کی تحریک سے والہانہ شغف رکھنے والے ان مخلصوں کو بھی جمعیۃ علماء ہند سے برہم اور متنفر کرنے کی ناکام سعی کریں جو جمعیۃ علماء ہند کے اکابر و رفقاء کار کے ساتھ بھی مخلصانہ عقیدت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اب یہ قارئین کرام کا اپنا فرض ہے کہ وہ اس تحریر کو صحیح قرار دیں جس کی بنیاد شرعی اور اخلاقی احساسات کو نظر انداز کر کے محض جھوٹے پروپیگنڈے پر قائم کی گئی ہے یا اس سلسلہ میں میری گذارش اور تردید پر یقین فرمائیں البتہ میں مرتب کی اس بیجا جسارت کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں و الی اللہ المشتکی واللہ البصیر بالعباد، اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں "مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے بیان مذکورہ کی رد میں حضرت علامہ عثمانی صاحب کا ایک مختصر بیان چند سطروں میں لیگی اخباروں میں آیا تھا جس میں مولانا موصوف نے بقیہ اراکین وفد سے مولانا

حفظ الرحمن صاحب کے بیان اور اس عبارت کے انکار کی تصدیق کا مطالبہ کیا تھا اور دوسرے اعتراضات کا کوئی جواب نہ تھا، حضرت مدنی اس پر طویل کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولانا حفظ الرحمن صاحب اپنے انکار کو کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا اور سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ وغیرہ کے ساتھ مؤکد فرماتے ہیں، اس کے بعد کشف حقیقت میں ...... دوسرے بیانات کی تردید کے بعد مولانا عثمانی کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ تو خود ہی خوب جانتے ..... ہیں کہ جب ۱۹۳۰ء میں کانگریس اور جمعیۃ العلماء کی سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تھی تو حکومت کے اشارہ سے ترغیب الصلوٰۃ کے نام سے مختلف مقامات پر انجمنیں قائم کی گئی تھیں..... چنانچہ دہلی میں بھی اس انجمن کا زور وشور تھا حتی کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی نیک نیتی سے اس کو مذہبی تحریک سمجھ کر اپنے معتقدین کو اس میں شرکت کی اجازت دی تھی، یہ سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ ایک روز شام کے وقت شہری لیگ کے نام سے ایک جلوس شہر میں نکلا، یہ لیگ علی الاعلان سول نافرمانی کی تحریک کے خلاف قائم کی گئی تھی..... اس میں مسلمانوں کو یہ دیکھ کر نہ صرف حیرت ہوئی بلکہ ان میں سخت غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی کہ جلوس کی ترتیب میں انجمن ترغیب الصلوٰۃ کی رضا کارانہ کور بھی نمایاں موجود ہے.... آخر جب دو چار روز کے بعد اہل شہر کی ایک مجلس میں اس واقعہ کا مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ذکر آیا تو مولانا بیحد متأثر ہوئے۔ اور نظام الدین جاکر انھوں نے سختی کے ساتھ اس رشتۂ اتحاد کو درہم برہم کرکے خود کو اور اپنی جماعت کو اس سے جدا کرلیا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ تحریک تو اس کے بہت عرصہ بعد منظر عام پر آئی ہے، لہٰذا کون بیوقوف اس کا ذکر کرکے صریح دروغ گو بن سکتا ہے، مگر مرتب مکالمہ کے مقاصد مشؤمہ نے مذکورہ بالا الفاظ کی جگہ مکالمۃ الصدرین کی پر افترا گفتگو ایجاد کرکے شائع کردی، جس کی بناء پر مولانا حفظ الرحمن صاحب کو ان زوردار الفاظ میں برارت کرنی پڑی فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (کشفِ حقیقت) یہ اشکال اعتراض پرانا بھی ہوگیا اور اپنی جماعت میں ختم بھی ہوگیا۔ مگر چونکہ مکالمۃ الصدرین کی روایت کو اب بھی بعض مخالفین مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے جلی الفاظ میں شائع کرتے ہیں اس لئے مجھے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی بلکہ اپنی اس تحریر کی بھی زیادہ ضرورت یہی ہوتی کہ میری کسی تحریر سے غلط فہمی نہ پیدا کی جائے۔

اشکال ۱۷۱ ایک جدید اور تازہ اعتراض جو آج تک کبھی کان میں نہیں پڑا۔ ایک دوست نے مجھے سنایا کہ ایک رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کی کتابوں سے روکتے ہیں، ایک اور زیادہ افسوسناک یہ سانحہ ہے کہ ایک عالم اگرچہ وہ اپنی تلون مزاجی کے لئے کافی مشہور ہیں مگر تاہم ان کا شمار اور زور قلم حلقۂ علماء میں ہے۔ اور خود تو معلوم ہوا ہے کہ وہ ہندوستان و پاکستان کے وسیع حلقہ میں بالخصوص افتاء میں ثالث ثلثہ ہونے کے مدعی ہیں اپنے مکتوب میں ایک صاحب مقیم جدہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ "مولانا تھانوی کی کتابیں نہ دیکھی جائیں انتھی بلفظہ

اس اعتراض کا پہلا جزو دوسرے عام اعتراضات کی طرح سے گول مول جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جماعت کے افراد اب ہزاروں لاکھوں تک نہیں بلکہ اب کروڑوں سے متجاوز ہو گئے جہاں تک میری معلومات ہیں دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہوگا جہاں تبلیغی جماعت نہ گئی ہو اور جہاں کے لوگ تبلیغی کام میں مشغول نہ ہو رہے ہوں۔ اس لئے یہ گول الزام تو دوسرے الزامات کی طرح سے قابل التفات نہیں۔ کس کس سے تحقیق کیا جائے بالخصوص جبکہ تبلیغ کے نصاب میں حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے، اور حضرت دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ نیز تبلیغی نصاب میں خاص طور سے جزاء الاعمال کی تاکید کثرت سے ہے۔ مکتوبات میں بار بار اس پر تاکید ہے ایک مکتوب میں ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ محکمۂ تبلیغ سے ایک نصاب مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ کے ترقی پکڑ جانے پر آپ جیسے اہل علم کے مشورہ کی ضرورت ہوگی بالفعل میں نے نارسا طبیعت سے پانچ کتابیں تجویز کر رکھی ہیں ان میں سب سے پہلے جزاء الاعمال ہی کا ذکر ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں بندہ اس چیز کا بہت متمنی ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ کی یہ چند کتابیں ان کے ساتھ تبلیغ کی لائن میں قدم دھرنے والوں کے ساتھ ہوں . . . . وہ کتب حسب ذیل ہیں جو اب تک تجویز ہو چکی ہیں۔ جزاء الاعمال چہل حدیث وغیرہ۔

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ امکنۂ تبلیغ میں امور ذیل کی کتابوں کا رچ جانا بہت ضروری ہے۔ جزاء الاعمال وغیرہ۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ تبلیغ کے سلسلہ میں میرا جی چاہتا ہے کہ ایک نصاب مقرر ہو کر وہ ہر ہر شخص کے رگ و پے میں سما جاوے جس کو یوں جی چاہتا ہے کہ اگر ایک شخص پڑھا لکھا ہے اول تنہائی میں دیکھا کرے اور پھر سنایا کرے اور اس میں جو اعمال ہوں اس پر اول اپنے آپ کو جمانے کی

کوشش کرے، اس کو مجمع میں پھیلاوے، بالفعل پانچ کتابوں کا اہتمام ہے راہ نجات، جزاء الاعمال وغیرہ..... ایک مکتوب میں جس میں کارکنان میوات کے لئے اہم ہدایات لکھی ہیں اس میں ۹ یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منتفع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جاوے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا۔ اور ان کے آدمیوں سے عمل۔

حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت تھانوی قدس سرہ کے وصال کے بعد جو تعزیتی خطوط اپنے احباب کو لکھے ہیں ان میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے ایصال ثواب کی تاکید و ترغیب اور تعلیمات کی توسیع کی کوشش کو لکھا ہے، ایک صاحب حضرت تھانوی کے لوگوں میں ملاقات کے لئے تشریف لائے تو حضرت دہلوی نے فرمایا جن حضرات کا حلقۂ محبت اتنا وسیع ہو جتنا کہ ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ کا تھا چاہیئے کہ ان کی تعزیت عامہ کی فکر کی جائے، میرا جی چاہتا ہے کہ اس وقت حضرت کے تمام تعلق رکھنے والوں کی تعزیت کی جائے اور خاص طور سے یہ مضمون آجکل پھیلایا جائے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بڑھانے حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقّہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے۔ اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔ (ملفوظات حضرت دہلوی)

البتہ اس اعتراض کا دوسرا جزو سانحۂ عظیم جو لکھا ہے یہ اعتراض سب سے پہلے اسی مرتبہ کان میں پڑا۔ اتفاق سے جس وقت مجھے یہ الفاظ سنائے جا رہے تھے تو مولانا..... میرے پاس تشریف فرما تھے۔ ان الفاظ کو سن کر انھوں نے بھی بہت استعجاب کیا اور کہا کہ یہ اعتراض آج تک کبھی کان میں نہیں پڑا اتفاق سے اسی دوران میں اکابر نظام الدین تشریف لائے تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ واقعہ ہمارے کانوں میں کبھی نہیں پڑا۔ میں نے قرب و جوار کے مفتیان سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا مصداق کون ہے تو ہر شخص نے اس واقعہ سے لاعلمی اور تبرّی ظاہر کی تو میں نے ایک جوابی کارڈ معترض صاحب کو لکھا۔ جس میں ان متلون مزاج عالم کا نام دریافت کیا اور جدہ کے ان صاحب کا پتہ پوچھا جن کے نام یہ خط لکھا گیا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون، پرسوں کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ ایک رسالہ پہونچا، یہ ناکارہ اپنی صحت و قوت کے زمانہ میں تو ہر موافق و مخالف چیز

پڑھنے کا بڑا شوقین تھا۔ لیکن اب کئی سال سے امراض کی کثرت اور آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے اب تو ضروری خطوط کا سننا اور لکھوانا بھی مشکل ہے، میرے ایک دوست نے بتلایا کہ اس میں نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق کچھ معروضات آپ نے تحریر فرمائی ہیں۔ اس لئے میں نے مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا سنا۔ اس میں کوئی نئی بات ایسی نہ تھی جواب تک اشتہارات واخبارات اور خطوط میں مختلف علماء سے سوال وجواب نہ ہو چکے ہوں اور ان کے جوابات مختلف علما کی طرف سے کثرت سے شائع نہ ہو چکے ہوں البتہ صرف ایک بات اس میں نئی سنی جو نہ اب تک کان میں پڑی تھی اور نہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ نظام الدین کے احباب اور تبلیغی احباب میں سے کسی کے کان میں یہ روایت پہونچی ہو، آپ نے اس رسالہ کے صفحہ پر بالخصوص جماعت کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ یہ لوگ حضرت تھانوی کی تصانیف سے روکتے ہیں اس سلسلہ میں مجھے جماعت کے ان افراد کے نام کی ضرورت ہے جو حضرت حکیم الامۃ تھانوی کی کتابوں سے روکتے ہیں کہ میں ان سے اس کا جواب طلب کروں اس میں آپ نے ایک عالم صاحب کا ذکر کیا کہ وہ اپنے مکتوب میں ایک صاحب مقیم جدہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی کی کتابیں نہ دیکھی جائیں مجھے ان عالم صاحب کے نام کی بھی ضرورت ہے کہ میں ان سے اس کا استفسار کروں، اور جدہ کے ان صاحب کا بھی پتہ چاہیے جن کے نام یہ خط لکھا گیا ہے، ایک صاحب کے خط پر آپ کو ساری جماعت تبلیغ پر یہ سنگین الزام لگانا بندہ کے ناقص فہم سے بالا ہے۔ اس کے متعلق بجائے رسالہ میں اشاعت کے آپ کو مرکز والوں کو اور خاص طور سے اس ناکارہ کو پہلے خط سے متنبہ کرنا چاہیے تھا تاکہ میں ان عالم صاحب سے اس کا منشا دریافت کرتا۔ اگر واقعی آپ کی نیت نیک تھی اور اصلاح مقصود تھی بالخصوص جبکہ بانی تحریک کا یہ مشہور مقولہ تو آپ نے بھی اپنے رسالہ میں بار بار دہرایا ہے اور اہل بدعت بھی اس کو اپنے اشتہارات میں بڑے جلی عنوانات سے شائع کرتے ہیں کہ تعلیم حضرت حکیم الامۃ کی اور طریق کار میرا، ایسی حالت میں ایک شخص کے مقولہ کو جماعت کی طرف منسوب کرنا۔ دیانۃً تو کہاں تک صحیح تھا اس سے تو آپ خود ہی واقف ہوں گے

اور اگر کسی شخص نے اپنے کسی نجی خط میں اپنی کسی مصلحت سے یا حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ساتھ تعلق کی کمی سے ایسا لکھا تو بانی تحریک کے بار بار کے ارشادات کے خلاف جماعت کی طرف اس کو منسوب کرنا بندہ کے خیال میں تو حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کیساتھ بھی آپ نے ادب کا معاملہ نہیں کیا، اس لئے کہ جماعت تبلیغ اب ہندوستان و پاکستان میں نہیں حجاز، عراق، لندن، امریکہ، افریقہ، برما وغیرہ سارے ہی ملکوں میں پھیل چکی ہے اور ساری دنیا نہ تو حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی معتقد ہے اور نہ اکابرین کوئی بھی ایسا ہے جسکی ساری دنیا معتقد ہو اسلئے آپ نے غیر معتقد لوگوں کے لئے حجت پیش کی ہے کہ تبلیغ والے بھی حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی تصانیف سے روکتے ہیں، بہر حال ان کاتب اور مکتوب الیہ کے نام سے بواپسی مطلع فرماویں۔ والسلام زکریا۔ شب ۱۷ صفر ۹۲ھ

اس کے جواب میں وہی عمومی الزامات دہرائے گئے جس کے متعلق پہلے بھی لکھا جا چکا ہے میں نے بعض دوسرے احباب سے بھی ان متلون مزاج مفتی صاحب کی تحقیق کرنی چاہی کہ میں ان مفتی صاحب سے براہ راست دریافت کروں مگر مجھے اس میں کامیابی نہ ہو سکی، عرصہ کے بعد ایک ایسے صاحب کا نام معلوم ہوا جو اتفاق سے جس دن یہ رسالہ سب سے پہلے مجھے سنایا جا رہا تھا اس وقت میرے پاس موجود تھے۔ انھوں نے بھی بڑے استعجاب اور حیرت سے اس مضمون کو سنا اور ایسے شخص سے اپنی لاعلمی ظاہر کی جو حضرت تھانوی کی کتابوں سے روکتا ہو، مجھے جدہ کے ان صاحب کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا گیا کہ میں براہ راست ان صاحب سے اس خط کی تحقیق کرتا، باقی جماعت کے افراد میں ہر نوع کے آدمیوں کا ہونا سب ہی کو معلوم ہے۔ وہ جاہل جو دین سے بالکل ناواقف نمازوں سے بے خبر آداب مشائخ سے کہاں واقف ہو سکتے ہیں، حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی ملفوظات میں متعدد جگہ یہ مضمون ہے کہ ہماری تبلیغی جماعت تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں، ہر قسم کے پاک ناپاک کپڑے پڑتے ہیں۔ اور صاف ہوتے ہیں اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کی دینی حالت بہتر سے بہتر ہو گئی، ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے ہیں جو کلمہ نماز کو بھی نہیں جانتے تھے، وہ تہجد گزار ذاکر بن گئے، جو لوگ اپنے احوال کے اعتبار سے کفر کے قریب پہونچ گئے تھے وہ اس کی برکت سے مشائخ سلوک میں داخل ہو گئے۔ حضرت حکیم الامۃ، حضرت شیخ الاسلام مدنی، حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مراقدہم کے مجازین میں داخل ہو گئے۔ یہ خیال کہ جو شخص جماعت میں نام لکھوا لیتا ہے وہ اخلاق فاضلہ سے فوراً مزین ہو جاتا ہے کس کی عقل میں آ سکتا ہے اخلاق کی درستی کے لئے تو سالہا سال مجاہدات کرنے پڑتے ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والوں کے سابقہ حالات معلوم ہونا ضروری ہیں کہ

اس کا اگر تعلق پہلے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے تھا بعد میں تبلیغ میں داخل ہونے سے عقیدت میں کمی ہوئی تب تو جماعت پر الزام آسکتا ہے لیکن جو شخص پہلے ہی سے سخت مخالف ہو اس کی مخالفت کو تبلیغ کی طرف منسوب کرنا یہ تو صریح تعصب اور تبلیغ کی مخالفت ہے۔ اس سے کون شخص انکار کرسکتا ہے کہ لیگ و کانگریس کے زور کے زمانہ میں دونوں طرف کے عوام نہیں بلکہ کم درجہ علماء بھی ایک دوسرے سے متنفر اور سخت سے سخت گالیاں دینے والے تھے اور دونوں کی کتابوں کو پڑھنا تو درکنار ہر دو فریق کی کتابوں کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا۔ اور تبلیغی جماعت میں دونوں طرح کے حضرات کثرت سے شریک تھے۔ میرا تو تجربہ ہے اور انشاء اللہ اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا کہ تبلیغی جماعت میں شریک ہونے کے بعد عصبیت اور گروہ بندی میں نمایاں کمی ہوئی، میں پہلے اعتراض میں لکھ چکا ہوں کہ نہ صرف مجھ سے بلکہ اکابر علماء سے بہت سے لوگوں نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ ہم تو علماء سے اتنے بدظن تھے کہ ملنا بھی گوارا نہ تھا۔ اور اب ہم اس تبلیغ کی برکت سے آپ حضرات کے خادم بنے کھڑے ہیں، نیز بہت جد و جہد کے بعد ان صاحب نے متلون مزاج عالم کا نام مجھے بعد میں لکھا وہ اتفاق سے غیر ملکی سفر میں تھے۔ میں نے ان سے بھی بذریعہ خط دریافت کیا۔ عرصہ کے بعد ان کے بیک وقت دو گرامی نامے سفر ہی سے پہونچے۔ جس میں بہت زور و شور سے اپنے الزام کی تبری کی وہ مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "اس عبارت میں اگر فتوے والی عبارت نہ ہوتی تو میں اس کو اپنے ہی بارہ میں سمجھتا، مگر فتوے کی بات سے ہی شبہ ہوا کیونکہ میں فتویٰ نویسی سے ہمیشہ سے گریز کرتا ہوں، معلوم نہیں میرے بارے میں ان صاحب کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی اور کس بزرگ نے ان کو یہ بتلایا ۔ ۔ ۔ بہرحال اب یہ بات بالکل متعین ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ میں چونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو اصلاح کے لئے بہت مفید اور خاص کر علماء کے لئے ان کا مطالعہ بہت ضروری سمجھتا ہوں اس لئے پورے یقین سے اس کی تردید کرسکتا ہوں کہ میں نے ایسی بات کبھی نہیں لکھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ممکن ہے کہ کسی نے مجھ سے جماعتوں میں تعلیم کے لئے مشورہ کیا ہو تو میں نے فضائل کے لئے کہا ہو، میں اس میں صرف تبلیغ کی مصلحت سمجھتا ہوں اور انشاء اللہ اس بارہ میں ہر ایسے آدمی کو مطمئن کرسکتا ہوں جو مخلص ہو اور سمجھنا چاہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ واقعہ ہے کہ فضائل کی کتابوں سے ہزاروں اللہ کے بندوں کو ولایت حاصل ہوئی ہے جدہ میں کسی صاحب سے میری خط و کتابت نہیں ہے، ایک صاحب کی طرف خیال جاتا ہے کہ شاید ان سے یہ بات چلی ہو، واپسی میں ان سے بات کروں گا فقط۔ دوسرے خط میں لکھتے ہیں کل ایک خط ہوائی اڈہ پر جاتے ہوئے لکھا

تھا وہ ناقص رہ گیا تھا، جو بات میری طرف منسوب کی گئی ہے وہ اس لئے بھی قطعاً غلط ہے کہ میں عام طور سے لوگوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں، یہ مشورہ عام تقریروں میں بھی دیتا ہوں اور تبلیغی کام سے اپنے تعلق کے آغاز سے اس وقت تک مجھے کوئی دور ایسا یاد نہیں جب میرا یہ حال اور ذوق نہ رہا ہو، مجھے حضرت تھانوی کی کتابوں سے ذاتی مناسبت ہے، میری قطعیت کے ساتھ یہ رائے ہے کہ تبلیغی کام کی مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کی تعلیم کے نظام میں حضرت کے یہ فضائل ہی پڑھے جائیں، بعض لوگوں نے مجھ سے میری کتابوں کے متعلق کہا میں نے ان سے کہا کہ پھر یہ سوال اٹھے گا کہ مولانا طیب صاحب مولانا سعید احمد اکبر آبادی یا مولانا علی میاں کی کتابیں کیوں نہ پڑھی جائیں۔ اسی طرح اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں جماعت کے تعلیمی نظام میں رکھی جائیں تو ایک حلقہ کی رائے ہوگی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی رکھے جائیں اور نقشبندی سلسلہ کے لوگ چاہیں گے کہ حضرت امام ربانی یا خواجہ معصوم یا اسی سلسلہ کے دیگر اکابر کی تصانیف یا مکتوبات پڑھے جائیں۔۔ اور اس امت کے موجودہ مزاج کے تجربہ کی بنا پر یقین ہے کہ اس مسئلہ پر سخت انتشار تنازع اور کشمکش کی نوبت آئے گی۔ اس لئے سلامتی اس میں ہے اور اسی میں خیر ہے کہ بس فضائل کی یہ کتابیں پڑھی جائیں اور ان کتابوں کی تاثیر و افادیت اور مقبولیت الحمد للہ تجربہ اور مشاہدہ میں آچکی ہیں، فقط۔

**اشکال ۱۵** حضرت دہلوی پر ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے ہیں خود حضرت دہلوی کا ارشاد ہے کہ ہمارے بعض خاص حضرات میرے اس رویہ سے ناراض ہیں کہ میں اس دینی کام کے سلسلہ میں ہر طرح اور ہر وضع کے لوگوں اور مسلمانوں کے ہر گروہ کے آدمیوں سے ملتا ہوں، اور ملنا چاہتا ہوں اور اپنے لوگوں سے بھی ان کے ساتھ ملنے جلنے کو کہتا ہوں لیکن میں اپنے خاص حضرات کی اس ناراضی کو سہنا اور ان کو معذور قرار دیتے ہوئے ان کو بھی اس طرف لانے کی پوری سعی کرتے رہنا شکر واجب کا ایک جزو سمجھتا ہوں ؎

"چوں حق بر تو باشد تو بر خلق باش"

ان حضرات کا خیال ہے کہ یہ طرز عمل ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کے طریقہ اور مذاق کے خلاف ہے، لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ جس چیز کا دین کے لئے نافع اور نہایت مفید ہونا دلائل اور تجربوں سے معلوم ہو گیا اس کو صرف اس لئے اختیار نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے یہ نہیں کیا بڑی غلطی ہے۔

(ملفوظات حضرت دہلوی)

اس ملفوظ میں بات نہایت اہم اور قابل لحاظ ہے کہ حضرت دہلوی کا یہ ارشاد کہ جس کام کا حق ہونا محقق ہو جائے اس کو صرف اس وجہ سے نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے نہیں کیا یہ ہر شخص کا کام نہیں خود اسی شخص کا کام ہے جو خود بھی شیخ المشائخ کے درجہ تک پہونچ گیا ہو، ورنہ ہم جیسے عامیوں کے لئے یہ درجہ حاصل نہیں حضرت قطب الارشاد گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے بہت سے امور ایسے کئے جو ان کے شیخ نے نہیں کئے تھے، اور بعض امور میں حضرت حکیم الامۃ نے بھی اپنے شیخ کے بعض اعمال میں اتباع ترک کر کے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا اتباع کیا۔ اس لئے یہ تو مسئلہ بہت اونچا ہے اور باریک ہے، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تذکرۃ الرشید جلد ثانی میں اس مضمون کو بہت بسط وتفصیل سے لکھا ہے، جہاں حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہ کی حذاقت امراض کی تشخیص اور اس کا علاج لکھا ہے یہاں ساری تفصیل اور توضیح کی گنجائش نہیں مجھے تو اس وقت اس مضمون کو بیان کرنا تھا کہ عمومی اعتراضات سے نہ تو کوئی جماعت خالی ہے اور نہ اکابر میں سے کوئی خالی ہے۔

اشکال ۱۶ تبلیغ والوں پر یہ بھی ایک مستقل اعتراض ہے کہ وہ معترضین کے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے، میرے نزدیک یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لئے کہ بلا تعیین، گول مول اعتراض کی طرف کون توجہ کر سکتا ہے بالخصوص تبلیغی حضرات کو تو اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رہی کہ ایسے لغو اعتراضات کہ "تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں ایسا کرتے ہیں" کی طرف التفات کریں اکابر نے بھی کبھی التفات نہیں کیا حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ پر ہمیشہ کتنے اعتراضات کی بوچھاڑ ہر طرف سے رہی، حضرت کا ارشاد ہے کہ اعتراض سے تو انسان کسی حالت میں بھی نہیں بچ سکتا نیک ہو یا بد، عالم ہو یا جاہل۔ بس اسلم یہ ہے کہ معترضین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کرے۔ (طویل ملفوظ افاضات یومیہ) حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کا مستقل رسالہ حکایات الشکایات کبھی پڑھا تھا اور میرے کتب خانہ میں موجود بھی ہے مگر اس وقت وہ تو نہیں ملا البتہ اس کی تمہید جو چند ماہ ہوئے الامداد سے اس ناکارہ نے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے رسالہ خوان خلیل کے ضمیمہ میں نقل کی تھی یہ ہے، بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جن میں سے اکثر کا سبب تعصب وتخرب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لئے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا، نیز یہ بھی خیال ہوا کہ

آجکل جواب دینا قاطع اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہوجاتا ہے، تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔ تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہا کئے کہ اس کام کیلئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا، چوتھی میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جوابوں میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو تو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہوجائیں گے۔ شان میں فرق آجائے گا، جس کا حاصل ارضاء عوام ہے سو طبعاً مجھ کو اس مقصود یعنی ارضاء عوام میں غیرت آتی ہے۔ بہت طویل مضمون ہے جس میں حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے بیجا اعتراضات کی طرف توجہ نہ کرنے کا اپنا معمول اور ترغیب فرمائی ہے ایک مرتبہ ایک گمنام خط حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت حکیم الامۃ نے ارشاد فرمایا کہ جواب تو ہے نہیں جس کے جواب کی ضرورت ہو اس کو علیحدہ رکھیئے، پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ایک تو اس نے لایعنی حرکت کی اور ایک میں لایعنی حرکت کروں کہ اس کو سنوں، اور خواہ مخواہ اپنا جی خراب کروں چنانچہ بلا سنے ردی میں رکھوا دیا، پھر فرمایا کہ متوضلع اعظم گڈھ میں دوران وعظ میں ایک شخص نے ایک پرچہ لاکر مجھ کو دیا۔ اور دیتے ہی چلا گیا۔ میں نے بعد وعظ وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اس کو جلا دیا، ایک صاحب کہنے لگے کہ بلا پڑھے جلا دینے کو آپ کا جی کیسے مانا ہم کو تو بے پڑھے کبھی صبر نہ آتا میں نے کہا کہ جی عقل کی تو یہی بات ہے کیونکہ اگر جواب کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا جواب کیسے چلا جاتا پھر میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نہ معلوم اس میں گالیاں لکھی تھیں یا نہ جانے کیا بلا لکھی ہو (حسن العزیز) ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں لوگ بے جانے اور بے سمجھے اعتراض کر دیتے ہیں، پہلے ایک چیز کو دیکھ لو سمجھ لو اور اگر وہ چیز قابل نہ ہو تو اس کو اکتساب کرنے کے بعد کہو جو کچھ کہنا ہے" یہ ناکارہ بھی عمومی اعتراض کرنے والوں سے یہ پوچھا کرتا ہے کہ یہ اعتراض آپ نے خود ملاحظہ فرمایا یا سنا ہوا ہے، آپ نے کتنے دن نظام الدین قیام فرمایا، اور کتنے چلوں میں باہر گشت کیا تاکہ وہاں کے حالات کا مشاہدہ اور تجربہ صحیح ہوتا حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں، آپکے سارے شبہات کسی کے پاس رہنے سے رفع ہونگے کسی جگہ آپ کو رہنا چاہئے اور سارے شبہات دفعۃً پیش کرکے دو مہینے تک زبان بند رکھیں، یہ طریقہ ہے اور اسکا طریقہ یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص مل گیا اس کے سامنے شبہات پیش کردیئے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے علیحدہ ہو کر پھر شبہات تازہ ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح شبہ بھی وہی معتبر ہوتا ہے جو کام کرنے کے بعد ہو اس سے پہلے ہوائی شبہات ہوتے ہیں۔ میں نے موتمر الانصار کے جلسہ میں میرٹھ کے اندر علی الاعلان کہہ

دیا تھا کہ جن صاحبوں کو شبہات پیش آتے ہیں وہ چالیس روز ہمارے پاس رہیں اور سارے شبہات ایک پرچہ پر لکھ کر دیں۔ اور اس عرصہ تک زبان بند رکھیں، انشاء اللہ سارے شبہات حل ہو جائیں گے، طویل ملفوظ ہے (حسن العزیز)

جناب الحاج قاری طیب صاحب نے ایک تبلیغی اجتماع میں جو سہارنپور ہی میں ہوا تھا، فرمایا کہ اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کئے جائیں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں طویل مضمون جو رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں موجود ہے۔

ایک جگہ حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ یہ زمانہ نہایت ہی پرفتن ہے جو غریب اپنے مسلک اور مشرب اور اپنے بزرگوں کے طرز پر رہے اور سلف کا مذہب اختیار کرے سب اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں، کسی طرح چین نہیں لینے دیتے چنانچہ اس جرم میں میرے حال پر بھی بعض کی عنایت ہے، مگر الحمد للہ میں التفات بھی نہیں کرتا بولنا مجھ کو بھی آتا ہے زبان اللہ نے مجھ کو بھی دی ہے اللہ نے قلم بھی میرے ہاتھ میں دیا ہے لیکن میں اس طرز ہی کو پسند نہیں کرتا (افاضات) ایک جگہ ارشاد ہے کہ معترضین کے کہنے کا خیال کیا جائے تو زندگی محال ہے اس واسطے آدمی کو چاہئے کہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ صاف رکھے۔ اور دنیا کو بکنے دے کوئی کچھ کہا کرے۔ (حسن العزیز)

حضرات نظام الدین تو چچا جان نور اللہ مرقدہ کی تمنا پر عمل کرتے ہوئے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طریق کار میرا اعتراضات کے جواب کی طرف التفات بھی نہیں کرتے۔ اور لوگوں کو اس پر غصہ آتا ہے کہ ہمارے اعتراض کی طرف التفات نہیں کیا۔ حالانکہ ان لوگوں کو اس میں نہ تصنع ہے نہ رعایت ان فضولیات کی فرصت بھی نہیں سیکڑوں کی آمد و رفت کا سلسلہ تو روزانہ کا ہے اور بعض اوقات نئے آنے والوں کا سلسلہ تو ہزار سے بھی متجاوز ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کام کریں یا گول مول اعتراضوں کے جوابات کی طرف التفات کریں ان کو واقعی التفات نہیں کرنا چاہئے کہ بقول حضرت تھانوی کے ان کے پاس دینی اہم کام بہت زیادہ ہیں، البتہ دوسرے اکابر اہل علم نے ان عمومی اعتراضات کے اپنی تقاریر اور تحریروں میں بیسیوں جوابات دیئے ہیں، بالخصوص

جناب الحاج قاری طیب صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ نے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے مفتی محمود حسن صاحب صدر مفتی دار العلوم دیو بند نے اور دیگر اکابر نے بھی جو مختلف رسائل میں مفصل شائع ہو چکے ہیں بالخصوص کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں ان حضرات اکابر کی تقریرات اور تحریرات جمع کر دی گئی ہیں، اور مولانا منظور صاحب کے جوابات تو الفرقان کے رسالہ میں بہت کثرت سے شائع ہوتے رہے ہیں، مستقل مضامین اعتراضات کے جوابات میں بہت مفصل تحریر فرمائے ہیں، اور کچھ عمومی اعتراضات یہ ناکارہ بھی اس رسالہ کے شروع میں لکھوا چکا ہے جو عامۃ الورود ہیں جہاں تک نظام الدین کے حضرات کا تعلق ہے وہ تو اپنی طرف سے احتیاطوں میں کمی نہیں کرتے جس کو وہی جانتا ہے جو وہاں کچھ قیام کر چکا ہو، یا اجتماعات میں شریک ہوا ہو یا کسی جماعت کی روانگی کے وقت کی ہدایات سن چکا ہو جس میں روانہ ہونے والوں کے لئے اکابر علماء کے احترام اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ رفقاء کی راحت وآرام کی کوشش، کسی رفیق کی چیز بھی بلا اجازت نہ لینا اور اجازت پر لینے کے باوجود فراغ پر جلد واپس کر دینا، ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تنبیہات ہوتی ہیں جن پر عام طور پر توجہ بھی نہیں۔ یہ الوداعی ہدایات کم سے کم آدھ گھنٹہ اور بعض اوقات ایک بلکہ دو گھنٹے تک طویل ہو جاتی تھیں اور ہو جاتی ہیں، صرف ایک اجتماع کی ہدایات کو عزیز مولوی محمد ثانی سلمہٗ نے مولانا محمد یوسف صاحب کی سوانح کے آخر میں جمع کیا ہے وہ خود مستقل دس صفحے کا مضمون ہے پورا نقل کرنا تو دشوار ہے اس کے آخر میں چند ضروری امور مختصراً ذکر کئے گئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نکلنے کے زمانے میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے، سب سے پہلی چیز ہے ایمان و یقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت، اور اس دعوت کے لئے عمومی گشت ہوں گے خصوصی گشت ہوں گے، جن کے اصول وآداب گشت کے لئے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے ان کو دھیان سے سنا جائے، پھر جب آپ دعوت کے لئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شیطان و نفس کے شرور سے بچائے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے، جس طرح جب کسی مریض کو ہسپتال لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی ہسپتال کی عالی شان عمارتوں کو دلچسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہونا ہے، خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب

جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کو تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ جانا چاہیے، اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پوری بات ان کے سامنے رکھنا چاہیے، خصوصی گشت میں اکابر کے پاس اگر جایا جائے تو صرف دعا کی درخواست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔ ۲۔ جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو نہایت ادب سے بیٹھیں، دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو۔ ۳ و ۴۔ جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت میں نہ ہو اس میں نوافل پڑھے جائیں یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا تسبیح میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے .... یہ چار کام اس پورے زمانہ میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے ..... چار باتیں مجبوری کرنے کی ہیں اور چار باتوں سے روکا گیا ہے۔ پہلی چار باتیں ۱۔ کھانا پینا ۲۔ قضاء حاجت ۳۔ سونا ۴۔ باہم بات چیت کرنا، یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو، سونے کے لئے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں، چار باتیں رہ ہیں جن سے پورے اہتمام سے بچا جائے۔ ۱۔ کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر بھی نہ کی جائے یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے ۲۔ اشراف سے بھی بچا جائے۔ اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کریں لیکن دل میں کسی بندہ سے کچھ حاصل ہونے کی طمع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔ ۳۔ اسراف سے بچا جائے، اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے۔ لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی ۴۔ بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذاء پہونچتی ہے اور شرعاً یہ قطعاً حرام ہیں ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بس یہ ہیں ضروری باتیں جن کی پابندی رکھنا اس راستے میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے اور آپ لوگوں کے چوبیس گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گذرنے چاہئیں۔ ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگیں بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الرحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔ (سوانح یوسفی)

جب جماعتیں نظام الدینؒ سے جاتی ہیں تو ان کو بہت اہتمام اور بہت تفصیل سے روانگی کے وقت کی ہدایات بتائی جاتی ہیں اور نظام الدینؒ کی مسجد میں ایک بڑے تختے پر ایک مضمون چسپاں ہے تاکہ ہر شخص ہر وقت اس کو دیکھا کرے، وہ مضمون حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ضروری ہدایت، تبلیغ میں جانے والے حضرات کو خاص طور سے ان امور کی رعایت رکھنی چاہئے۔ ورنہ منافع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے ۱ ہر کلمہ گو اور علم والے کا دل سے اکرام واحترام کریں، اور اس کی مشق کریں، ۲ دوسرے کے عیوب سے اپنی آنکھیں بند کریں۔ اپنے عیوب تلاش کرتے رہیں، ۳ بیان اور تعلیمی حلقوں، اور مجلسوں میں کسی طبقہ یا جماعت یا فرد پر نکیر یا طنز نہ کرنا، جو لوگ جماعت میں وقت نہ لگا سکیں ان کی بھی تنقیص کرنا ۴ ہر علاقہ کے بزرگان دین علماء اور مشائخ سے استفادہ کی اور دعا کی نیت سے ملیں اور ہر ایک کے تعلق والوں سے اکرام ومحبت کے ساتھ مل کر کام کریں، کسی پر تنقید نہ کریں ۵ تبلیغ اور جماعت میں نکلنے کو دنیوی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اپنے حاصل ہوئے مفادوں کو قربان کرنے کی مشق کی جائے ۶ بیان میں اپنے کارنامے نہ بیان کئے جائیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اسلاف علیہم الرحمۃ کے واقعات کے ذریعہ ترغیب دی جائے اور ان ہی کی مددوں کا تذکرہ کیا جائے ۷ کرنیوالی ذات صرف خدا کی ہے، دن میں اس کے دین کی انتھک کوشش کرکے راتوں کو تضرع وزاری والحاح کے ساتھ خدا ہی سے اس کی نصرت اور مدد مانگی جائے اور جو کچھ وجود میں آئے اس کا کرم سمجھا جائے۔ فقط۔ یہ نقشہ کئی سال سے مسجد میں لٹکا ہوا بھی ہے اور آنے والوں کو اس کی طرف توجہ بھی دلائی جاتی ہے، جب جماعتیں جاتی ہیں ان کو تفصیلی ہدایات جیسا کہ اوپر گذر چکا اہتمام سے سمجھائی جاتی ہیں، اور جب کوئی جماعت واپس آتی ہے بہت اہتمام سے اس کی کارگذاری سنی جاتی ہے، اور اس میں جو چیزیں قابل اصلاح ہوتی ہیں ان پر تنبیہ نکیر اصلاح کی جاتی ہے، سہارنپور جو جماعتیں آتی ہیں ان لوگوں میں اگر کوئی بے اصولی یا تقریر میں کسی لغزش کی اطلاع مجھے ملتی ہے تو فوراً مرکز کو جماعت کی تفصیل اور اس کے امیر کی تعیین کیساتھ اطلاع کرتا ہوں، اور یہ جماعت جب واپس جاتی ہے تو اس چیز پر خاص طور سے نکیر کی اطلاعیں بھی مجھے ملتی ہیں بندہ کے خیال میں تو اہل مرکز کی یہ رعائتیں اتنے ہمہ گیر کام کے درمیان میں یقیناً قابل قدر ہیں، دور بیٹھے اپنی مجالس یا اخبار واشتہارات میں یہ کہہ دینا کہ جماعت والے ایسا ایسا کرتے ہیں بندہ کے خیال میں تبلیغ والوں کے لئے کوئی مفید چیز

ہے نہیں، معترضین کے لئے شاید ان کی نیک نیتی سے ان کے لئے کوئی موجب اجر چیز ہو، یہ بات کہ کوتاہی کرنے والوں پر کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی۔ اس بات کا مفہوم اعتراض کرنے والے ہی اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ کیا تادیبی کارروائی کی جائے، ان کے کوڑے لگائے جائیں یا جیل خانہ بھیجدیئے جائیں؟ جہاں تک تنبیہات اصلاحات کا تعلق ہے وہ اوپر کے مضامین سے واضح ہو چکا ہے اس زمانے میں بھی زیادہ تر ہدایات مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری فرماتے ہیں اس کی نقل مختصراً کرتا ہوں،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے چیزوں سے نہیں جوڑا۔ اور اعمال کو اعضاء سے جوڑا ہے اور اعضا کو دل سے جوڑا ہے اور دل خدا کے قبضے میں ہیں، اگر دل کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے تو اعمال اللہ کے لئے ہو کر حالات دنیا و آخرت کے بنیں گے۔ حتیٰ کہ بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالے تو صدقہ کا ثواب لے اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہو اعمال غیر اللہ کے لئے ہو کر حالات خراب ہوں گے، حتیٰ کہ سخی، شہید اور قاری بھی ہو تو دوزخ میں جائے گا۔ لہٰذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کا رخ اللہ کی طرف ہو، اسے ہدایت کہتے ہیں جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے جیسے سورج کی روشنی سے چیزوں کا نفع نقصان نظر آتا ہے، خارجی چیزوں کے نفع و نقصان کے دکھانے کیلئے خارجی روشنی چاند و سورج کی ہے اور داخلی اعمال کے نفع و نقصان دکھانے کیلئے داخلی نور ہدایت اللہ نے پیدا کیا۔ دل میں ہدایت کا نور ہو تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آئے گا، اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آئیگا، اور اگر ضلالت کا اندھیرا ہو تو اعمال کا نفع و نقصان نظر نہیں آتا، لہٰذا جب اعمال بگڑتے ہیں تو حالات خراب ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے، اور ہدایت خدا کے قبضے میں ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ خدا سے ہدایت لینے کے لئے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے اللہ نے سب کے لئے مشترکہ دعا سورۂ فاتحہ میں ہدایت کی تجویز کی۔ کسی دعا کا مانگنا اتنا ضروری نہیں کیا جتنا کہ ہدایت کی دعا کا مانگنا ضروری کیا، روزانہ ہر نمازی چالیس پچاس مرتبہ یہ دعا مانگتا ہے، لیکن یہ دنیا دار الاسباب ہے اس لئے جو دعا مانگی جائے اس کے لئے اسباب اختیار کئے جائیں شادی کر کے اولاد کی دعا مانگی جاتی ہے کھیت میں ہل چلا کر کھیتی میں برکت کی دعا مانگی جاتی ہے ایسے ہی ہدایت کی دعا کی ساتھ محنت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر مجاہدہ کیا جائے تو اللہ کی

طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا الآیۃ۔ تو دو چیزیں ہوئیں ایک طرف مجاہدہ ہو دوسری طرف دعا رہو تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے، مجاہدہ انفرادی ہو تو ہدایت انفرادی ملے گی اعمال انفرادی طور پر بنیں گے حالات بھی انفرادی بنیں گے اور اگر مجاہدہ اجتماعی ہو تو ہدایت اجتماعی زندہ ہوگی تو اعمال بھی مجموعہ کے بنیں گے تو حالات بھی اجتماعی طور پر بنیں گے، ان جماعتوں کا خدا کے راستہ میں نکلنا اسی مجاہدہ کے لئے ہے۔ اور جو لوگ گھر واپس جا رہے ہیں وہ بھی مقامی کام کریں یعنی ہفتہ کے دو گشت روزانہ کی تعلیم مسجد میں اور اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں میں بھی فضائل کی کتاب پڑھیں تاکہ دین پر چلنے کا شوق پیدا ہو، اور ماہانہ تین دن اطراف کے دیہاتوں میں جاویں اور ہفتہ واری اجتماع میں رات گذاریں۔ یہ چند کام اجتماعی ہیں، اس کے علاوہ ہر آدمی کم سے کم چھ تسبیحیں پوری کرے، اور قرآن پاک کی تلاوت کرے اور فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں جتنی نبھا سکے اسے کرے چونکہ واپس جا کر مقامی کام کرنا ہے اس لئے خدا کے راستے میں جانے والوں کے سامنے جو اصول و آداب بیان ہو رہے ہیں اسے واپس جانے والے بھی غور سے سنیں، اب سنو مجاہدہ کیا ہے، مجاہدہ یعنی اپنے آپ کو رضاء الٰہی کے لئے اعمال میں مشغول رکھنا، یوں دین میں بہت سے اعمال ہیں لیکن چند بنیادی اعمال میں رضاء الٰہی کے جذبے سے اللہ کے یقین کے ساتھ اپنے آپ کو مشغول رکھنے سے دین کے بقیہ اعمال پر چلنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے، وہ بنیادی اعمال، اعمالِ مساجد ہیں یعنی اپنے آپ کو مجالس ایمانیہ میں تعلیم کے حلقوں میں نمازوں میں اذکار میں اور دعوت میں آخرت کے تذکروں اور خدمت گذاری میں دعاؤں میں رضاء الٰہی کے جذبہ سے مشغول رکھنا یہ اعمال مطلوب مجاہدہ ہیں یعنی نفس کی خلاف ہیں، مطلوبِ مجاہدہ مطلقاً تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے، یہ تکلیف تو نفس کے مطابق ہے مجاہدہ کی طرف نفس آنے نہیں دیتا یعنی انسان کا سب سے بڑا دشمن ہی نفس کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو چیزوں سے جوڑے رکھے اعمال کی طرف نہ آنے دے، اور اگر کوئی آدمی اعمال کی طرف آجائے تو نفس اعمال پر جمنے نہیں دیتا اسی وجہ سے تعلیم یا بیان یا ذکر و تلاوت سے نفس آدمی کو کسی بہانے سے اٹھا کر بازار میں لے جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی ان اعمال میں جم گیا تو یہ نفس کھانا کھانے اور استنجاء کرنے اور سونے کے وقت اِدھر اُدھر کے تذکروں کے ذریعہ اور خیالات کے ذریعہ سارے اعمال کا نور ختم کراتا ہے۔ اور اگر کوئی اس میں بھی سنت پر جما رہا تو پھر نفس گھر واپس لوٹنے کے بعد کاروباری مشاغل اور گھریلو مشاغل میں اتنا گھیرتا ہے کہ آدمی مقامی تعلیم،

گشت، اذکار و عبادات چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر کوئی آدمی مقامی طور پر بھی اعمال میں جما یعنی کاروباری و گھریلو مشاغل کے ساتھ ساتھ تعلیم و گشت و اذکار و عبادات و مشوروں میں فکر سے لگا رہا تو نفس کا آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ اعمال سے نہ روکے گا بلکہ ان اعمال کو اللہ کے لئے ہونے کے بجائے اپنے لئے کرائے گا یعنی ان اعمال سے لوگوں میں عزت ہوگی، شہرت ہوگی لوگ برکت کے لئے گھر پر لے جائیں گے، تعلقات میں وسعت ہوگی، دنیاوی اغراض پوری ہونگی الغرض ان اعمال کو اللہ کیلئے ہونے کے بجائے اغراض کے لئے کرانے کی کوشش کرے گا لہٰذا یہ اعمال اگر کسی دنیاوی غرض سے ہوں تو پھر مجاہدہ دینیہ نہیں رہتا۔ یہ اعمال اسی وقت دینی مجاہدہ بنتے ہیں جب خالص اللہ کے لئے ہوں تب ہی ان میں طاقت آتی ہے اور اللہ کی نسبت کا نور آکر ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں نفس کا یہ حربہ موت تک چلتا رہتا ہے اس لئے ہمارا پہلا کام تو یہ ہو کہ چیزوں کو قربان کر کے اعمالِ مساجد کے عادی بنیں، اور اس کے ساتھ بار بار اپنی نیت ٹٹولتے رہیں یہ فکر موت تک لگی رہے، اگر نیت میں اخلاص نظر نہ آوے تو بھی ان اعمال میں لگے رہیں فکر کرتے رہیں تو کرم الٰہی سے امید ہے کہ وہ اخلاص مرحمت فرمادیں گے بے فکر نہ ہوں، ان اعمال میں مشغولی کی ترتیب کیا ہو جماعت جب روانہ ہو تو امیر ماموری ایک دوسرے کو پہچان لیں ہر ساتھی کی نوعیت سامنے ہو امیر کی اطاعت ضروری ہے جب تک کہ امیر قرآن و حدیث کے مطابق کہے اس کی بات مانی جائے، بلکہ امیر کو صراحۃً کہنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ جماعت اشاروں اور منشاء کو دیکھ کر کام میں لگنے کی کوشش کرے امیر کی اطاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان ہوگی اللہ کی اطاعت آسان ہوگی، لیکن امیر اپنے آپ کو سب کا خادم جانے اور مامورین امیر کو اپنا بڑا جانیں، جس آدمی کو خود امیر بننے کا شوق ہو اسے امیر نہ بنایا جائے اللہ ایسے امیر کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتے ہیں، جو آدمی امیر بننے سے واقعی ڈر رہا ہو وہ امیر بنانے کے لائق ہے جو خود امیر بننا نہیں چاہتا اسے مشورہ کر کے امیر بنایا جائے تو اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں تاکہ اسے سیدھا چلاوے، یعنی اس کے ساتھ غیبی تائید ہوتی ہے، حضرت جی دامت برکاتہم ارشاد فرمایا کرتے ہیں امیر امیر ہے آمر نہیں ہے یعنی اس کے ساتھ ہمیشہ امر کا فکر لگا ہوا ہو، امیر حاکمانہ لہجہ سے کام نہ لے بلکہ ترغیب دے کر لوگوں سے دینی کام کراوے۔ اب جماعت میں نکل کر چوبیس گھنٹے کیسے گذریں۔ جماعت میں ایک دو ساتھی انتظامی کام کے لئے طے ہو جائیں تاکہ ساری جماعت کا ذہن اعمال کے لئے فارغ رہے وہ دو ساتھی ریل یا موٹر کی تحقیق کریں، باقی

ساری جماعت پلیٹ فارم پر اپنی تعلیم میں مشغول رہے، ایسے عمومی مقامات پر تعلیم میں ایمانیات، اخلاقیات، عبادات اور آخرت اور انسانیت کے تذکرے ہوں . . . .
تاکہ جو بھی بیٹھے اُسے فائدہ ہو ——— اور صحیح انسانیت کی فضا بنے، ریل میں ایک بوگی میں سوار نہ ہوسکیں تو دو تین بوگیوں میں ہو جائیں، اور ریل کے وقت کا نظام بنالیں۔ تعلیم، تلاوت، اذکار اور وقت پر نمازوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے دو دو آدمی جماعت کریں، پلیٹ فارم پر ریل کے زیادہ رکنے کا یقین ہو تو اتر کر نماز با جماعت پڑھیں۔ اس سے عمومی عبادت کی فضا بنتی ہے۔ لیکن اگر ریل کے زیادہ دیر رکنے کا یقین نہ ہو تو اپنی ہی بوگی میں دو دو آدمی جماعت کر کے نماز پڑھیں صرف فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں پڑھیں اور باقی سنتیں اور نفلیں چھوڑ دیں تاکہ مسافروں کو تکلیف نہو، فرض بھی مختصر پڑھیں فجر کی اذان کے وقت مسافر سوئے ہوتے ہیں اس لئے اذان دھیمی آواز سے دیں۔ ریل میں ساتھیوں کو فکر مند بنایا جائے تاکہ آگے جاکر وقت اچھا گزاریں۔ ریل سے اترنے سے پہلے ایک ساتھی ایسا مقرر کریں جو پیچھے دیکھ لے کہ کسی کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو تو اتار لے، ریل سے اتر کر شہر میں داخلہ سے پہلے سارے ساتھی دعا کرلیں، لیکن سامان بیچ میں رکھیں تاکہ گم نہ ہو جائے۔ بستی دیکھنے کی جو مسنون دعا ہے وہ پڑھیں تو زیادہ اچھا ہے ورنہ اس وقت کے مناسب دعا مانگیں، دعا مانگنے سے پہلے ساتھیوں کا مختصر سا ذہن بنایا جائے کہ راستہ میں نظریں نیچی کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلیں تاکہ کسی غیر محرم عورت یا تصویروں پر نگاہ نہ پڑے۔ نگاہ کے راستے سے دل میں خرابی جاتی ہے۔ مسجد میں جاتے ہوئے پہلے بائیں پیر کا جوتہ نکالیں پھر داہنے پیر کا، لیکن مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کریں پھر بایاں پیر داخل کریں اور داخلہ کی دعا پڑھ لیں اور اعتکاف کی نیت کرلیں اور بستر اگر خارج مسجد کا کمرہ ہو تو اس میں رکھیں ورنہ مسجد میں کسی کونے پر ایسی ترتیب سے رکھیں کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، پھر وضو کر کے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر سارے ساتھی مشورہ میں بیٹھ جائیں، مشورہ میں چوبیس گھنٹے کا نظام بنالیں اور ساتھیوں کے ذمہ کام تقسیم کریں، دو باتیں بہت فکر سے سوچیں (۱) اس بستی سے جماعت کیسے نکلے (۲) یہاں مقامی کام کیسے چالو ہو، اس کے لئے سارے ساتھیوں کو فکر مند بنایا جائے۔ مشورے میں مقامی احباب کو بھی شریک کیا جائے تاکہ بستی کی صحیح نوعیت سامنے آسکے۔ یہاں تعلیمی گشت ہو رہا ہے کہ نہیں، لوگ اوقات گذارنے والے ہو گئے ہیں یا نہیں، یا ان میں سے کسی کے جماعت میں نکلنے کے وعدے ہیں یا نہیں،

اس اعتبار سے محنت ہوگی، سب سے پہلے مشورہ یہ کیا جائے کہ کھانا کون پکائے کیونکہ اپنا کھانا کھا کر کام میں جان پیدا ہوتی ہے۔ کھانا پکانے کے لئے آدمی طے کرکے پھر خصوصی گشت کی جماعت بنائی جائے۔ مشورے میں ایک ہی کام روزانہ ... ایک ہی آدمی کے سپرد نہ ہو بلکہ بدل بدل کر ساتھیوں کو کام دیئے جائیں، تاکہ ہر عمل کی ہر ساتھی کو مشق ہو، ہر ساتھی دعوت دینے والا بنے، تعلیم کرنے والا بنے، گشت کرنے والا بنے، کھانا پکانے والا بنے، تاکہ دوسری جماعت چلا سکے، مشورہ میں امیر جس سے رائے مانگے وہ رائے دے، سب ساتھی بہت فکر سے مشورہ کریں، لاأبالی پن نہ ہو، رائے دینے والا چند باتوں کا لحاظ رکھے، ایک تو یہ کہ رائے دینے میں کام کی اور ـــــــ ساتھیوں کی رعایت ہو، یعنی اپنی نفسانیت نہ ہو مثلاً خود کے سر میں درد ہے، سونا ہے لیکن کام کا اور ساتھیوں کا فائدہ تعلیم میں ہے تو یہ رائے نہ دے کہ سب سو جائیں، ایسی رائے نہ دے یہ خیانت ہے، رائے تو تعلیم کی دے اور جب تعلیم شروع ہو تو امیر سے اجازت لے کر اپنی معذوری کی بناء پر آرام کرے۔ لیکن رائے میں صرف اپنی وجہ سے سونے کی رائے نہ دے، دوسرے یہ کہ رائے میں کسی ساتھی کی رائے کے کاٹ کا انداز نہ ہو، اختلافی رائے میں اگرچہ حرج نہیں ہے۔ لیکن کاٹ کا انداز نہ ہو مثلاً کسی نے رائے دی کہ ابھی آرام کرنا چاہیے، آپ کی رائے تعلیم کی ہے تو سیدھی سادی تعلیم کی رائے دو، فائدہ بتاؤ، نہ یہ کہو کہ کیا یہ آرام کا وقت ہے، گھروں سے سونے کے لئے آئے ہو، اس سے ساتھی کا دل دکھے گا، تیسرے یہ کہ رائے میں تحکم کا انداز نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ ابھی سوائے تعلیم کے اور کیا ہوگا تعلیم ہی ہونی چاہئے اور کچھ نہ ہونا چاہئے گویا امیر پر حکم دیا جا رہا ہے یہ بھی غلط ہے۔ امیر جب فیصلہ دے تو ساری رایوں کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ دے۔ امیر کثرتِ رائے کا پابند نہیں ہے سب رایوں کے بعد جو اللہ اس کے دل میں ڈالے اس کے مطابق فیصلہ دے لیکن سارے ساتھیوں کی رائے کا احترام کرے مثلاً بعضوں کی رائے سونے کی ہے اور بعضوں کی رائے تعلیم کی ہے امیر کے ذہن میں تعلیم کا فیصلہ دینا ہے تو یوں کہے کہ بھائی جماعت تھکی ہوئی ہے آرام ضروری ہے اگر جماعت بیمار پڑ گئی تو کام کیسے ہوگا، دن کو اگر آرام کرے تو تہجد میں اٹھنا بھی آسان ہوتا ہے اس لئے آرام بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ ہمارے بھائیوں نے مشورہ دیا۔ لیکن یہ بستی نئی ہے آتے ہی سونے سے یہ ہماری مجبوری نہ جان سکیں گے اور بدظن ہو جائیں گے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پہلے تھوڑی تعلیم ہو جائے پھر آرام کریں گے۔ اس طرح سے ساتھیوں میں جوڑ باقی رہتا ہے۔

اب امیر کے فیصلے کے بعد سارے ساتھی خوشی خوشی کام میں لگیں کوئی ساتھی اپنی رائے کو وحی منزل من السماء نہ جانے اور اصرار نہ کرے بلکہ امیر کا فیصلہ جس کی رائے کے مطابق ہو وہ توڑ جائے کہ کہیں میرے نفس کا چور میری رائے میں نہ ہو اور خوب فکر مند ہو کر دعاء خیر مانگے۔ اور جس کی رائے کے خلاف امیر کا فیصلہ ہو تو خوش ہو جائے کہ کم از کم میرے نفس کے چور سے یہ مشورہ محفوظ رہا، اور خوب اہتمام سے کام میں لگ جائے، خصوصی گشت سے پہلے اپنے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے آدمی مقرر ہو جائے۔ اگر کھانے کا نظم نہ کیا اور خصوصی گشت میں گئے تو چودھری صاحب سب سے پہلے کھانے کے بارے میں پوچھیں گے تو آواز دھیمی نکلے گی دعوت کی جان نکل جائیگی، اس لئے ہر جماعت اپنے ساتھ اپنا توا پرات اور برتن ساتھ رکھے، اور اگلے گاؤں میں جانے سے پہلے والے گاؤں سے ہی آٹا چاول خرید لے تاکہ دوسرے گاؤں میں پہونچ کر خریدنا نہ پڑے، جماعت والوں کا کمال یہ ہے کہ اپنا کھانا پکاویں اور گاؤں والوں کا کمال یہ ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلاویں ضیافت کی صفت اگر کسی علاقہ میں ہے تو اسے ختم نہیں کرنا ہے لیکن جماعت والے احباب اپنی ضیافت ... کام میں لگنے کو بتائیں۔ یعنی ہمارے گشت و تعلیم و خطاب میں ساتھ دو اور گاؤں سے چلہ تین چلہ کی جماعت تیار کراؤ یہ اصل ضیافت ہے، اس ساری محنت میں شرکت کے ساتھ اگر کھانے کی ضیافت کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ جماعت والے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ایک آدھ وقت کی قبول کریں جماعت والے حضرات اس پر غور کریں کہ اگر دعوت نہ کھانے میں اپنی محنت کا فائدہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ اثر پڑے گا اور دین سے قریب ہوں گے تو اکرام باقی رکھتے ہوئے دعوت نہ کھائیے۔ مثلاً یہ کہے کہ تم ہی فکر مند ہو لہٰذا تم ہمارے ساتھ ہی جماعت نکلوانے کی محنت کرو، اگر کھانا پکانے میں لگ گئے تو کام رہ جائے گا، لہٰذا کھانا تو دونوں وقت کا پک چکا ہے، اور تمہیں خدا جزائے خیر دے اب تو ہم سب کام کا فکر کریں، یا اسی قسم کی اور کوئی اکرام کی بات کر کے ٹال دیں۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ کھانا کھانے سے اور ضیافت قبول کرنے سے بستی کے لوگ قریب ہوں گے تو اپنے آپ کو اشراف سے بچاتے ہوئے ایک آدھ وقت کا قبول کریں، یا اپنا اور میزبان کا کھانا ساتھ کر کے سب ساتھ بیٹھ کر مسجد میں کھالیں، الغرض قبول نہ کرنے میں اکرام ملحوظ رہے اور قبول کرنے میں اپنے کو اشراف سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں جماعت والوں میں اپنا کھانے کا جذبہ ہو، اور گاؤں والوں میں کھلانے کا جذبہ ہو، خصوصی گشت کے لئے تین چار احباب جاویں۔ ان ہی میں سے ایک مقامی بھی ہو۔ خصوصی گشت

با اثر لوگوں میں کرتے ہیں۔ اگر کوئی دینی اعتبار سے با اثر ہوں مثلاً بزرگ ہیں، عالم ہیں، پیر ہیں، شیخ ہیں۔ اس قسم کے با اثر حضرات کے پاس ان کے ملنے کے اوقات میں جانا چاہئے بے وقت نہ پہونچے، جس سے ان کے معمولات میں حرج نہ ہو۔ ان کی خدمت میں دعوت دینے کی نیت سے نہ پہونچیں بلکہ ان میں قرآن و حدیث کا جو نور ہے اس سے فیض اٹھانے کی نیت سے پہونچیں، اگر صرف ظاہرداری ہو اور اندر سے استفادہ کی نیت نہ ہو تو فائدہ نہ ہوگا، بلکہ اس سے اللہ والے کے قلب میں بھی تمہاری طرف سے تکدر کا خطرہ ہے اس لئے استفادہ کی نیت بنا دیں۔ اگر متوجہ ہوں تو سفر کے حالات مختصر سنائے جائیں ۔ امت کے حالات سنائے جائیں اور کام کا فائدہ سنایا جائے۔ تاکہ ان کا قلب دعاء کی طرف متوجہ ہو، اس سے ہمارا کام بنے گا۔ لیکن کسی فرد یا گاؤں کی برائی نام لے کر نہ بیان کریں اگر وہ بزرگ متوجہ نہ ہو سکیں تو تھوڑی دیر بیٹھ کر دعاء کی درخواست کرکے واپس آجائیں تو بھی خصوصی گشت ہوگیا اور اگر کسی دنیاوی لائن کے با اثر آدمی کے پاس جانا ہو مثلاً چودھری صاحب یا کوئی بڑے تاجر یا سرمایا دار کے پاس جانا ہو تو اس میں اپنی حفاظت کی بہت ضرورت ہے۔ ان کی مادی چیزوں کا دل پر اثر نہ پڑے ورنہ ہم بجائے داعی ہونے کے مدعو ہو جائیں گے نظریں نیچی کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے جائیں، ایک ساتھی کو خصوصی گشت میں امیر بنا دیں۔ ان سے جاکر موقع محل کی مناسبت سے بات چیت ہو، لیکن چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات ہو، کوئی اختلافی یا سیاسی بات نہ ہو کسی کی حمایت یا مخالفت کی بات نہ ہو ان صاحب کو جتنے وقت کیلئے آمادہ کیا جا سکے آمادہ کیا جائے۔ اور اگر متوحش ہونے کا خطرہ ہو تو کم سے کم مسجد میں اعلان کریں، یا اپنا کوئی آدمی گشت میں ساتھ کریں۔ اسی پر لایا جائے بشرطیکہ ان کا اعلان یا ان کے آدمی کا گشت میں شریک ہونا دینی مصلحت کے خلاف نہ ہو، خواص کے سامنے ایک دم سے تکلیف اٹھانے کی بات کے بجائے آخرت میں ہمیشہ کی عزت اور اکرام کا ایسا تذکرہ ہو کہ اس کے لئے اپنی محنت میں تکلیف اٹھانے کی بات سے اور قربانی کی بات سے تبشیر ہو تنفیر نہ ہو، تیسیر ہو تعسیر نہ ہو،

بَشِّرا ولا تنفرا یسرا ولا تعسرا ــــــــ کی رعایت

ہو، یہی بات عمومی گشت اور تعلیم اور بیان اور تشکیل میں ہر جگہ ملحوظ رہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس کی رعایت ہر جگہ ہو، دوسرا عمومی گشت یہ ہماری دعوت میں ریڑھ کی ہڈی ہے عمومی گشت میں یہ بات ملحوظ رہے کہ جس نماز کے بعد عمومی بیان کرنا ہے اس

نماز سے پہلے والی نماز میں جماعت مسجد میں ہو، یہ مقامی طور پر گشت میں بھی ملحوظ رہے، مثلاً مغرب کے بعد بیان ہے تو عصر کی نماز میں جماعت موجود ہو، بعض مرتبہ مقامی گشتوں میں صرف اعلان کر دیا جاتا ہے کہ آج عشاء سے پہلے گشت ہے کھانا کھا کر آجانا، لوگ اپنی فرصت میں آتے ہیں، رواروی والا گشت ہوتا ہے، سالہا سال سے گشت کے باوجود نمازیوں کی تعداد نہیں بڑھتی صرف وقت گذاری سی ہو جاتی ہے، نہ ہونے سے تو اتنا ہونا بھی بہتر ہے لیکن اس سے دینی ماحول نہیں بنتا۔ مثلاً مغرب کے بعد خطاب کرنا ہے تو عصر کی نماز کے بعد جم کر اعلان اور ترغیب اور لوگوں سے یہ کہا جائے عصر سے عشاء تک کا وقت کون کون فارغ کرتا ہے۔ جیسے تین چلوں کی تشکیل ہوتی ہے اسی طرح عصر سے عشاء تک کا وقت لے لو، جو لوگ اتنا وقت دیں انھیں آگے کر دو باقی لوگوں پر اصرار نہ ہو، انھیں جانے دو لیکن یہ کہا جاوے ــــ کہ اگلی نماز میں فارغ ہو کر آئیں، اور دوسروں کو بھی دعوت دے کر لاویں، جو لوگ عصر سے عشاء تک فارغ ہو کر بیٹھ گئے اب ان کا وقت امانت ہے سب کو اعمال میں لگایا جائے اگر لوگ زیادہ ٹھیر گئے تو جتنی عمومی گشت کی جماعتیں بنانے کی ضرورت ہو اتنی بنائی جائیں اگر ان لوگوں سے معلوم ہو کہ قرب و جوار میں خواص سے بھی ملا جا سکتا ہے تو بقدر ضرورت خصوصی گشت کے لئے بھی تین تین چار چار آدمیوں کی جماعتیں بنا کر بھیج دیں تاکہ خواص کے گھروں پر یا قیام گاہوں پر جا کر اپنی پوری دعوت سمجھا کر نقد بیان میں لانے کی کوشش ہو پھر بھی مسجد میں جو لوگ بچ جائیں ان میں ایک ساتھی جم کر دعوت والی بات کرے۔ کچھ ساتھی ذکر و دعا میں لگیں، کچھ احباب نئے لوگوں کے لئے فارغ رہیں کہ باہر سے جو نئے احباب مسجد میں بھیجے جائیں ان کو اگر نماز نہ پڑھی ہو تو استنجاء، وضو کرا کر اس وقت کی فرض نماز پڑھوا کر دعوت والے حلقہ میں بٹھا دیں اور آخر تک ان کی نگرانی کرے۔ ان کا جی لگائے ان کی تشکیل کا فکر ہو، عمومی گشت رواروی کے ساتھ نہ ہو بلکہ فکر اور اہتمام سے ہو، جماعت دس آدمیوں کے لگ بھگ ہو، ایک امیر بنایا جائے ایک مقامی رہبر بنایا جائے۔ ایک متکلم ہو، دعاء مانگ کر سب گشت میں چلیں، سب مل جل کر چلیں، نظریں نیچی ہوں، زبان سے اللہ کا ذکر ہو، رہبر جس کے پاس لے جائے متکلم اس سے بات کرے۔ امیر کا کام یہ ہے کہ سب کو جوڑے رکھے۔ رہبر کو سمجھا دیا جائے کہ وہ لوگوں کے عیب نہ بتا دے کہ دیکھو یہ بے نمازی ہے، یہ شرابی ہے ایسا نہ کہے صرف ملاقات کرا دے۔ متکلم مزاج شناسی، موقع شناسی

مردم شناسی کی رعایت کے۔ ساتھ بات کرے اس کا اکرام بھی باقی رہے اور اللہ کی بات بھی پہنچ جائے بات میں طعن کا انداز نہ ہو نرم لہجے سے بات کرے صرف اعلان کا درجہ نہ ہو کہ فلاں نماز کے بعد بیان ہوگا آجائیو، صرف اتنا نہ ہو بلکہ اس طور پر بات کرے کہ وہ آدمی نقد مسجد کی طرف چلدے، زیادہ لمبی تقریر بھی نہ ہو گشت میں ایسے معین لفظ نہیں جو ہر موقع پر چل جائیں تخمیناً یہ الفاظ ہیں کہ بھائی ہم اور آپ مسلمان ہیں ہم نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی بات ماننے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اقرار کیا ہے۔ اسی سے دنیا و آخرت میں ہمیں کامیابی ملے گی لیکن اس کے لئے ایک محنت درکار ہے اسی کے سلسلے میں جماعت آئی ہے مسجد میں ہمارے ساتھی اسی سلسلہ میں ابھی بات کر رہے ہیں لہٰذا آپ مسجد تشریف لے چلیں فلاں نماز کے بعد اسی محنت کو تفصیلی طور پر کھولا جائے گا۔ بعض موقع پر کلمہ بھی سنا جائے تو حرج نہیں ہے۔ ہر موقع پر نہ سُنا جائے کبھی ان الفاظ میں حسب موقع کمی وبیشی بھی کر سکتے ہیں، مسجد کی طرف جانے کے لئے جتنے احباب آمادہ ہو جائیں ان کے ساتھ اپنا ایک آدمی لگا کر بھیجا جائے۔ اگر مسجد کی طرف جانے کو کوئی صاحب آمادہ نہ ہوں تو ان کو اپنے ساتھ گشت میں لے لیں، اگر اس کے لئے بھی آمادہ نہ ہوں تو اگلی نماز کے بعد بیان میں شرکت کا وعدہ لے لیا جائے اور کہا جائے کہ دوسروں کو بھی لانا۔ یہ آخری درجہ کی چیز ہے ورنہ اصل تو نقد مسجد میں لانا ہے اس گشت کے ذریعہ غفلت کی جگہ میں یادالٰہی کی مشق کرنی ہے۔
تواضع اور صبر کو سیکھنا ہے، اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے حکم الٰہی کے پہونچانے کی مشق کرنی ہے اس میں اپنی اصلاح کی نیت ہو وے، گشت میں کشیدگی کی نوبت نہ آئے بلکہ لوگوں کو نرمی سے مانوس کرنے کی سعی ہو، گشت کے ذریعہ پورے گاؤں میں چہل پہل ہو، رات کا بیان مقامی احباب کے مشورے سے مغرب کے بعد یا عشاء کے بعد جب بھی طے ہوا ہو اس میں خطاب کرنیوالے کا پہلے سے مشورہ ہو، بیان میں چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات ہو، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا عظیم الشان اور پائیدار ہونا جم کر کہا جائے، انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے صحیح واقعات بیان کر کے آخر میں چار چار ماہ کا مطالبہ ہو، اس بیان میں جماعت کے سارے ساتھی بھی متفکر ہو کر بیٹھیں، اکیلے مقرر کے حوالہ نہ ہو، مقرر کو کھڑا کر کے ساتھی اپنے آرام یا چائے وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہوں، مُقرِّر پوری جماعت کی زبان ہے سب ملے جلے ہوں تو زبان کا اثر ہوگا نماز کے بعد اعلان کر کے مختصر سی سنتیں پڑھ کر سارے ساتھی خوشامد

کر کے مجمع کو جوڑیں اس اجتماعی عمل کے موقع پر اپنا انفرادی عمل ذرا مؤخر کر دے مثلاً مغرب کے بعد کے اوابین سے پہلے مجمع جڑنے کا فکر ہو، پتہ نہیں اس مجمع میں سے کتنے آدمی دین کی دعوت پر یا فرائض پر کھڑے ہو جائیں یہ نوافل سے بدرجہا بہتر ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ نوافل ترک کر دیئے جائیں، بلکہ جب سارا مجمع جڑ جائے تو ساتھی دو دو تین تین کر کے الگ کونے میں جا کر اپنی اوابین بھی باری باری سے پڑھ لیں تاکہ اجتماعی اور انفرادی کام یکے بعد دیگرے سب ہوں، نوافل واذکار کے اہتمام میں بھی فرق نہ پڑے بلکہ اہتمام اور زیادہ ہو جائے۔ بیان کے بعد تشکیل کے وقت کچھ دیر منتظر رہے تاکہ لوگ اپنے چلّہ تین چلّہ بولیں پھر ساتھی حلقہ بنا بنا کر مقامی احباب کی تشکیل کریں، ان کے اعذار کا حل بتا دیں ان کے اعذار سن کر مرعوب نہ ہوں بلکہ حکمت سے اس کا حل بتا دیں۔ دینی محنت اتنی اہمیت کیساتھ سامنے آوے کہ آدمی اعذار کا حل خود ہی نکالے لیکن اعذار کا جواب دینے میں مجذوب بھی نہ بنیں، وہ تو کہہ رہا ہے کہ میری بیوی بیمار ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مرنے دے، دین اجڑ رہا ہے نکل جا یہ کہنا بالکل غلط ہوگا، آئندہ اس قسم کا آدمی بیان میں بھی نہیں آئے گا، اس کے عذر اور تکلیف میں ہمدردی کا اظہار ہو اور سنجیدگی کے ساتھ شریعت کی حدود کی رعایت کیساتھ اس کا حل بتایا جائے، تھوڑے وقت کے نام بولے جائیں حتیٰ کہ تین دن اور ایک دن بھی کوئی دے تو قدردانی کے ساتھ نام لیا جاوے اور وقت اچھا گذروایا جاوے، تو وہی تین چلّہ کا بن جائے گا جو جو نام آوے ان کا وقت اور پتہ بھی لکھ لیا جائے۔ اور صبح کو وصولیابی کا گشت کر کے جماعت نقد نکالی جائے، اور روانہ کر دیا جائے، ساتھ میں پرانا آدمی لگایا جائے۔ روانہ کرتے وقت اصول وآداب مختصر سے بیان کئے جائیں۔ اگر ایک دن میں جماعت نہ نکل سکے تو اسی بستی میں دوسرے دن بھی ٹھیر جاؤ۔ جماعتیں جماعتوں کو نکالیں یہ اصل ہے اور اجتماعات سے جماعتوں کا نکلنا یہ ثانوی درجہ میں ہے۔ جو جماعت نکل جائے یہ آپ کی محنت کا خلاصہ ہے۔ جماعت کے نکالنے میں چند کام تجربہ میں آئے۔ ایک تو جماعت اپنا کھانا پکائے تو آسانی سے جماعت نکلتی ہے، دوسرے گاؤں میں وصولیابی کا گشت کرے۔ پہلے سے جن کے وعدے ہوں یا اب نکلنے کا وعدہ کیا ہو انھیں گھروں پہ جا جا کر تیار کرنا۔ اور دیگر موقعوں پر بھی تشکیل جاری رہے انھوں نے باہر جانے کے نام لکھوائے اس کے علاوہ جو مجمع بچ جائے ان کو مقامی کام پر آمادہ کیا جائے بلکہ نام مانگیں، اور مقامی کام کے لئے وہاں ایک جماعت بنائیں، جن کے ذمہ چند کام ہوں

ایک تو روزانہ کی تعلیم مسجد میں چالو کرے۔ اس کا وقت بھی مقرر کرو، دوسرے ہفتہ میں دو گشت کیا کریں ایک گشت اپنی مسجد کے اطراف میں اس کا بھی دن اور وقت مقرر کرے اور دوسرا گشت دوسرے محلے کی مسجد میں کریں لیکن دوسرا گشت دوسرے محلہ والوں سے کرانا ہے دو تین ہفتہ میں انھیں بذات خود گشت پر کھڑا کرنا ہے جب وہ گشت پر کھڑے ہو جائیں اور خود کرنے لگیں تو پھر ان کے ذمہ یہ بھی کیا جائے کہ اپنے گشت کے علاوہ اور مسجدوں میں گشت کو چالو کریں۔ اور آپ کسی تیسری مسجد میں گشت چالو کریں یعنی دوسرا گشت مختلف مساجد میں چالو کروانے کے لئے ہے، یوں ہر مسجد والے اپنے گشت کے علاوہ دوسرا گشت بھی کریں اور گشت چالو کرادیں، تیسرے یہ کہ اپنے گشت کے دنوں میں بیان کر کے چلہ تین چلہ کی جماعتیں بناوے کم سے کم تین دن کی جماعتیں بنادیں، اور خود بھی ماہانہ تین دن کی جماعت میں جاوے،...... چوتھے یہ کہ ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو اس میں عصر سے اشراق تک خود بھی وہ مقامی جماعت میں جائے اور دوسروں کو بھی لے جائے یہ ہفتہ واری اجتماع پورے شہر کی مسجدوں کی محنتوں کا نچوڑ اجتماع ہے۔ ہر محلہ والے تین تین دن کی جماعتیں لے کر پہونچیں یا زیادہ وقت کی جماعتیں لے کر پہونچیں، تاکہ ہفتہ واری اجتماع میں صرف بیان ہی نہ ہو بلکہ سارے محلوں سے جماعتیں بن کر آدیں اور روانہ ہوں، ہر محلے والے اگر دو دو آدمی بھی چلّے کے لئے دیدیں تو دو تین جماعتیں ہر ہفتہ چلّہ تین چلّہ کی روانہ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ تین تین دن کی جماعتیں جتنی بن سکیں لاویں۔ ہفتہ واری اجتماع میں ہر آدمی اپنا اپنا کھانا لے کر پہونچے اور عصر سے اشراق تک سب اس ماحول میں ٹھیریں رات کو خطاب ہو اور صبح جماعتیں روانہ ہوں، اطراف میں تین دن کی جو جماعتیں جاویں وہ پھر اسی طرح محنت کر کے چلّوں کے لئے آدمی اٹھادیں یا کم و بیش وقت کے لئے آدمی اٹھاویں۔ اور آخر میں وہ بھی مقامی جماعت بنادیں۔ اور مندرجہ بالا کام ان کے سپرد کریں۔ مقامی جماعت ان چند کاموں کو خود بھی کرے اور اہل محلہ کو بھی ان کاموں پر اٹھادے، تعلیم، گشت ماہانہ تین دن ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو شرکت اور اگر نہ ہو رہا ہو تو حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھے بغیر چالو نہ کرے اس کے علاوہ یہ مقامی جماعت کچھ انفرادی معمولات پر بھی چلے اور چلادے مندرجہ بالا امور تو اجتماعی ہیں، اس کے علاوہ کم سے کم چھ تسبیحیں تلاوت نوافل کا اہتمام خود کرے اور

ہر گشت کے دن مجمع کو ان اعمال پر آمادہ کرے اس کے علاوہ ہر آدمی کو ترغیب دے کہ اپنے گھر میں مستورات اور بچوں میں روزانہ فضائل کی تعلیم ہو تاکہ عورتوں اور بچوں میں بھی عبادات واذکار اور دین پر چلنے کا ذہن بنے، یوں مستورات کا کام بغیر کسی شور و ہنگامے کے ہزاروں گھروں میں جاری ہو جائے گا۔ فضائل کی تعلیم گھریلو زندگی کی تبدیلی کا انشاء اللہ سبب بنے گی اس ترتیب سے مسجد کے باہر والے مسجد میں آکر گشتوں کے ذریعہ نمازی بنیں گے اور نمازی داعی بنیں گے اور کام کا نعدیہ ہو گا، ایک مجمع کا مجمع کام والا بہت آسانی سے بنتا جائے گا اس میں لوگوں کے گھریلو اور کاروباری مشاغل کی رعایت ہے تو جماعت بیرون کی تشکیل کے ساتھ مقامی جماعت بھی بنا کر مندرجۂ بالا امور ان کے سپرد کریں، یہ تو ساری دعوت والی لائن ہوئی۔ یعنی خصوصی گشت عمومی گشت، عام بیان، اور انفرادی طور پر ریل اور موٹر میں جو بھی ملے حکمت سے دعوت دے، دعوت کے علاوہ جماعت اپنے آپ کو تعلیم میں مشغول کرے، جم کر تعلیم ہو، تعلیم کا ایک جز تو یہ ہے کہ فضائل کی کتابوں کا سننا سنانا ہو، ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے اس سے شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا چونکہ مسائل میں اختلاف ہے اس لئے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر ہم نے وضو کے چار فرض بتائے تو یہ صرف حنفیوں کے لئے دعوت ہو گی، شافعی حضرات نہیں جڑیں گے کیونکہ ان کے وہاں چھ فرض ہیں، فضائل پر ہم پوری امت کو جوڑ سکتے ہیں، جماعت کی نماز پر ستائیس درجہ کا ثواب ملنا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر سارے ہی حنفی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں غلط مسائل بتانے لگیں گے، اس لئے مسائل کو تو علماء کرام کے لئے ہی رکھے۔ فضائل کے ذریعہ دین کا پیاسا بنانا ہے، جب پیاسا بنکر پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو اسے کہدے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو، یعنی حنفی حنفی علماء سے پوچھے شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے۔ یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت والے مسائل سے بے نیاز ہو جائیں، مسائل کا سیکھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز وغیرہ کا عمل نہ ہو گا، فضائل کے معلوم ہوئے بغیر تو ہو سکتا ہے لیکن مسائل کے بغیر عمل نہ ہو گا، فضائل تو صرف اعمال کا شوق دلانے کے لئے ہیں، اس لیے اجتماعی تعلیم میں صرف فضائل ہوں گے اور مسائل ہر آدمی اپنے طور پر انفرادی طور پر علماء کرام سے پوچھ پوچھ کر سیکھے اور اس پر عمل کرے، اپنے ہر کام میں علماء کرام سے مسائل پوچھے،

تجارت، نکاح نماز وغیرہ سب کچھ پوچھ کر ہو، کروڑوں مسلمان نماز نہیں پڑھتے اور ہم جزئیات پر جھگڑیں یہ مناسب نہیں کسی بھی طرح مسلمان نماز پر آوے پھر اپنے علماء سے طریقے پوچھے، فضائل کی کتابیں جو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم سے حضرت مولانا الیاس نے لکھائی ہیں جس میں حکایات صحابہؓ بھی ہے انھیں میں سے تعلیم ہو، بہت سے بھائی یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتابیں تو بیسیوں مرتبہ پڑھ چکے اب آگے کی کتابیں بتاؤ تاکہ علم بڑھے حالانکہ ہماری اس تعلیم کا مقصد قرآن وحدیث کی باتوں سے اثر لینا آجانا ہے، خوشی کی خبروں سے خوشی کا اثر ہو، غمی کی خبروں سے غمی کا اثر ہو جیسے دنیا کی خبروں سے ہوا کرتا ہے یہ قرآن وحدیث سے ہونے لگے اس لئے اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لئے بار بار انھیں احادیث کو عظمت کے ساتھ سُنا جائے۔ انسان صرف علم سے عمل پر نہیں پڑتا۔ اگر ایسا ہوتا تو شرابی شراب کو حرام جانتا ہے لیکن بچتا نہیں، اور بے نمازی نماز کے فرض ہونے کا علم رکھتا ہے لیکن پڑھتا نہیں۔ اصل علم کا نور ہے جو آدمی کو عمل پر ڈالتا ہے، وہ نور اس وقت ملتا ہے جب آدمی تعلیم میں عظمت کے ساتھ بیٹھے، کلام اور صاحب کلام کا احترام دل میں لیتے ہوئے بیٹھے اور ظاہری ہیئت بھی عظمت کی بنائے۔ اگر باوضو ہو کر خوشبو لگا کر بیٹھے تو اور زیادہ اثر ہونے کی امید ہے، دیہاتی ان باتوں کی رعایت سے بعض مرتبہ بیٹھتے ہیں تو ان میں بہت جلد اثر ہو کر عمل پر پڑ جاتے ہیں، ان فضائل کا قلب پر اتنا تاثر ہو کہ عمل کے وقت وہ فضیلت مستحضر رہے اس کی ہر شخص کو ضرورت ہے خواہ عالم ہو یا نہ ہو پرانا ہو یا نیا ہو سب اس کے موت تک محتاج ہیں اور یہ سارا معاملہ قرآن اور حدیث کی عظمت کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اس تعلیم میں اپنی تقریر نہ ہو بلکہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے جو فائدہ لکھا ہے اسی کو پڑھا جائے ہاں اگر کوئی مشکل ہو تو ترجمہ کر دے اس تعلیم کے موقع پر گشت بھی ہو تاکہ صرف جماعت والوں کی تعلیم ہو کر نہ رہ جائے بلکہ گاؤں والے بھی شریک ہوں، اس تعلیم کا دوسرا جزو قرآن کا سننا سنانا ہے کم سے کم سورہ فاتحہ اور چند سورتیں ایک دوسرے کی سنی جائیں، حلقہ بنا کر سنی جائیں اس کے ذریعے بستی والوں میں صرف احساس پیدا کرانا ہے کیونکہ تھوڑے وقت میں تو وہ اپنی نماز ٹھیک نہیں کر سکتے صرف سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو اس کے لئے تشکیل بھی آسان ہوگی، لیکن جو احباب جماعت میں نکلے نہیں ان کو نماز سبقاً سبقاً یاد کرانی چاہیئے۔ تاکہ چلہ میں کم سے کم نماز تو ٹھیک ہو جائے، جسے جتنی یاد ہے دوسروں کو یاد کرا دے دین سیکھنے والے کی

فضیلت یہ ہے کہ اگر دین سیکھنے کی نیت سے نکلے تو فرشتے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، اور سکھانے والے کی فضیلت یہ ہے کہ زمین و آسمان والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کے لئے دعا کرتی ہیں یصلون علیٰ معلم الناس الخیر تو دونوں اپنے فکر اور شوق سے مشغول ہوں، ان حلقوں میں حسب استعداد غلطی بتائی جائے پورا فن تجوید کھولنے سے عوام قرآن سیکھنے سے مایوس ہو جائیں گے موٹی موٹی ایسی غلطی ٹھیک کرائی جائیں جو فوری طور پر ٹھیک ہوں تاکہ اس میں سیکھنے کا شوق ہو، غلطی کا احساس ہو اور قرآن سیکھنا آسان نظر آئے بعض مرتبہ غلطی بتانے سے کسی کے شرمندہ ہونے کا خطرہ ہو، مثلاً چوہدری ہے یا گریجویٹ ہے تو ایسے موقع پر اجتماعی طور پر بتایا جائے یعنی کسی شخص کا نام لے کر نہ بتایا جائے۔ عمومی طور پر اصلاح ہو تاکہ بات بھی پہونچے اور شرمندہ بھی نہ ہو۔۔ التحیات اور دعائے قنوت اجتماعی تعلیم میں نہ ہو کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے، البتہ کلمہ طیب، سورۂ فاتحہ اور چند سورتیں ہوں، ہاں اپنی انفرادی تعلیم میں اور چیزیں بھی یاد کریں اس تعلیم میں چھ نمبروں کا مذاکرہ بھی ہو اصل میں تو چھ نمبر اپنی زندگی میں اتارنے کے لئے ہیں، بیان سیکھنے کے لئے نہیں ہیں، کلمہ کی اتنی دعوت دیں کہ ساری چیزوں کا یقین نکل کر اللہ کی ذات کا یقین دل میں اتر جائے اور سارے طریقوں سے کامیابی کا یقین نکل کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں کامیابی کا یقین آجائے، نماز کو سنوار کر ایسا پڑھے کہ چوبیس گھنٹہ کی زندگی حقیقت صلوٰۃ پر آجائے، اور اعضاء وجوارح امر الٰہی کے پابند بن جائیں تعلیم کے حلقوں میں بیٹھ کر اتنا شوق پیدا ہو کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کرے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے، اللہ کا ذکر اتنا کرے کہ اللہ کا دھیان دل میں جم جائے جو گناہوں سے روکے اور ہر وقت کے امر پر کھڑا کر دے ان ساری صفات کے پیدا ہونے کے باوجود دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے اچھا سمجھنے کی مشق کرے جس سے تواضع پیدا ہوگی، اگر ان اعمال کو کر کے عجب ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے کا مرض پیدا ہوا تو کئے کرائے پر پانی پھر جانے کا خطرہ ہے، اس میں کم سے کم درجہ حقوق العباد کی ادائیگی ہے اگر یہ نہ ہو تو نیکیاں ان کے حصے میں چلی جائیں گی، جن کی حق تلفی ہوئی ہے۔ اکرام تو اس سے بھی آگے کا درجہ ہے ان سارے اعمال کو دنیا کی کسی غرض کے تحت نہ کرے بلکہ رضائے الٰہی کا جذبہ ہو آج دین کا کام کر کے آدمی یہ دیکھتا ہے کہ مجھے دنیا کتنی ملی، آخرت کا جذبہ نہ رہا۔ لہٰذا عمل کی طاقت نکل گئی۔ صحابہؓ دین کے لئے اپنی دنیا قربان کرتے تھے تو ان کے

دین میں بڑی طاقت تھی کیونکہ ان کے عمل میں اللہ کی نسبت قوی تھی۔ اس لئے جماعت میں جانے والے کو کہا جاتا ہے کہ اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی اپنی جیب میں ہو اور آدمی اپنی جان مال کے ساتھ نکلے۔ اور یہ دیکھے کہ دین کے لئے میری دنیا کتنی قربان ہوئی، اس قربانی کے بقدر اخلاص پیدا ہوگا، الغرض دین کو اپنی دنیا بنانے کا ذریعہ نہ بنائے، آخرت بنانے کا ذریعہ بنائے، اللہ اپنے کرم سے دنیا بھی بنا دیتے ہیں، لیکن ہماری نیت یہ نہ ہو اللہ کے وعدوں پر یقین ہو لیکن مقصود اور نیت اللہ کی رضا ہو، ان ساری باتوں کے علاوہ دعوت دینا مستقل سیکھنے کی چیز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے تابع بن کر آویں گے، اس لئے اب یہ دعوت والا کام اس امت کو کرنا ہے چاہے جونسے طبقہ کا امتی ہو، آپؐ نے اپنے زمانے کے سو فیصد امتیوں کو داعی بنایا، حتی کہ دیہاتی حضرات اور سختی سے بات کرنے والے بدوی حضرات کو بھی داعی بنایا نبوت کے بعد سب سے پہلا وہ کام جس پر ہر کلمہ گو کو اٹھایا وہ کلمہ کی دعوت ہے، جبکہ پنجوقتہ نماز بھی فرض نہ تھی، لیکن کلمہ والی دعوت شروع سے آخر تک چلتی رہی، آج بھی ہر شخص پر محنت کرنی ہے کہ وہ داعی بنے، داعی کی مثال منادی کی ہے اور منادی کے لئے پورا عالم ہونا ضروری نہیں، جتنی بات کی ندا دے رہا ہے اتنی بات معلوم ہونی چاہیئے، دعوت کی مثال زمین کی سی ہے اور ایمان کی مثال جڑ کی سی ہے اس پر دین کا درخت تیار ہوتا ہے، دعوت دینے سے ایمان قوی ہوتا ہے اس کے لئے اپنے مشاغل میں سے ایک مرتبہ چار ماہ فارغ کئے جائیں پھر حسب استطاعت سالانہ چار ماہ چھ ماہ چلّہ دیتے رہیں، سالانہ ماہانہ ہفتہ واری اور روزانہ کی کوئی ترتیب دین کی محنت کی قایم ہو،

یہ بہت ہی مختصر سے چھ نمبر ہیں، اس کا ساتھیوں کو مذاکرہ کرایا جائے تو تعلیم میں فضائل کی کتابیں بھی پڑھی جائیں، قرآن کا سنانا ہو اور نمبروں کا مذاکرہ ہو، اسی میں ساتھیوں کو کوئی بات سمجھانی ہو تو تعلیم کے موقعہ پر اطمینان سے سمجھائی جاسکتی ہے مثلاً کوئی بے عنوانی ہے کہ اجتماعی طور پر سمجھانے کا اچھا موقع ہے، دعوت اور تعلیم کے علاوہ ذکر الٰہی میں وقت گزرے ذکر میں سب سے اہم قرآن پاک کی تلاوت ہے روزانہ کی تلاوت کا اتنا معمول ہو جتنا کہ روزانہ نبھ سکے اور جو بڑے بڑھے حضرات ہوں وہ روزانہ پندرہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ قرآن پاک سیکھ لیا کریں، لیکن جتنا قرآن نماز میں پڑھنا ضروری ہے وہ پہلے

سیکھ لیں، بعد میں پورا قرآن سیکھنے کی نیت سے روزانہ محنت کریں۔ اس کے علاوہ اذکار مسنونہ ہیں جن میں سوم کلمہ درود شریف اور استغفار دو سَو دو سَو مرتبہ کم سے کم پڑھیں، اور روزمرہ کی مسنون دعائیں مثلاً کھانے سے پہلے اور بعد اور استنجاء کے بعد اور پہلے، سوتے وقت اور جاگ کر مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت سواری پر سوار ہوتے وقت جو اذکار مسنون ہیں وہ بھی یاد کر کے عمل میں لانے کی کوشش ہو زندگی بھر کے لئے یہ سنتیں زندگی میں آجائیں ۔۔ اور گھر پر عورتوں اور بچوں میں بھی زندہ کریں لیکن یہ سنتیں معتبر کتابوں میں سے دیکھ کر یاد کریں، من گھڑت سنتیں نہ ہوں ان اذکار مسنونہ میں بہت نور ہے اور امت میں اختلاف بھی نہیں ہے، تلاوت اور اذکار مسنونہ کے علاوہ اگر کوئی صاحب کسی سے بیعت ہوں تو اپنے شیخ کا بتلایا ہوا ذکر بھی پورا کریں، اور اگر کئی مشائخ کے متوسلین ایک جماعت میں ہوں ہر ایک اپنے اپنے شیخ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرے، اور کوئی صاحب کسی بزرگ پر تنقید نہ کریں، امت کو مطلقاً اللہ کے ذکر پر ڈالنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خلوت اور جلوت میں دعاؤں کا خوب اہتمام ہو، یہ کام دعاؤں سے چلے گا، دن بھر کی تھکا دینے والی محنت ہو اور تنہائیوں میں خوب رو رو کر دعاؤں کا مانگنا ہو، پتہ نہیں کس کا رونا اللہ کو پسند آجائے اور ہدایت کے دروازے کھل جائیں، دعوت تعلیم اور ذکر کے ساتھ عبادات بھی ذوق و شوق سے ادا کی جائیں فرض نماز جماعت سے پڑھنے کا اہتمام ہو تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے پائے، صف اول کا فکر ہو، خوب جی لگا کر نمازیں پڑھی جائیں فرائض کے علاوہ قضا نمازیں اور سنتیں اور نفلیں بھی اہتمام سے پڑھی جائیں، اشراق چاشت اوابین اور تہجد کے اہتمام کی فکر کی جائے۔ کام کرنے والے خصوصی طور سے تہجد کا خوب اہتمام کریں، تو دن بھر کے کاموں میں قوت رہے گی دھبان باللیل وفرسان بالنہار دن کو دعوت کے لئے اللہ کے بندوں کے سامنے کھڑا ہونا، رات کو دعا کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور دن کو بندوں سے خدا کی قدرت منوانا۔ اور رات کو خدا کی رحمت کو بندوں کی طرف متوجہ کرانا، دن گویا یٰایُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ کا منظر ہو اور رات گویا یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ الآیۃ کا منظر ہو، لیکن نئے آنے والوں پر تہجد وغیرہ کے لئے اتنا زور نہ دیا جائے کہ وہ اکتا جائیں نفل کو نفل کے درجہ میں رکھنا ہے فرض کا درجہ نہیں دینا ہے البتہ شوق اتنا دلایا جائے کہ آدمی خود کہے کہ مجھے جگا دو، پھر نئے آدمی کو جگانے میں حرج نہیں، دعوت، تعلیم ذکر و عبادت کے ساتھ ساتھ ساتھیوں کی خدمت

احباب جتنی خدمت گذاری کریں گے اتنا ہی جوڑ ہوگا، ہر ساتھی خدمت کرنے والا ہو خدمت
والا کوئی نہ ہو تو اس سے جماعت میں جوڑ ہو جائے گا، اور اگر سارے خدمت چاہنے والے
خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس سے جماعت میں آپس میں لڑائی ہوگی، تکلیف کے موقع
پ کو آگے کرے۔ اور راحت کے موقع پر دوسروں کو آگے کرے وہ جماعت بہت مبارک ہے جو آپس میں محبت کے
وقت پورا کرے، مختلف علاقوں اور مزاجوں کے احباب ایک جماعت میں ہوتے ہیں ان میں آپس میں
گی نہ ہو بلکہ محبت سے وقت گزرے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے چھوٹا بن کر رہے
پیدا ہوگا، اور اگر بڑا بن کر ہر آدمی رہے تو توڑ ہوگا، تواضع سے جوڑ ہوتا ہے اور تکبر سے توڑ
ہے، یہ چند کام تو کرنے کے ہیں اور کچھ کام ایسے ہیں جن سے بالکلیہ بچنا چاہئے، اس میں
ایک تو اشراف سے دوسرے سوال سے بچنا چاہئے۔ کسی انسان کے کھانے یا پیسے یا چیزوں کی طرف
اگر خیال آجائے اور اندر ہی اندر کھچڑی پکے تو یہ اشراف ہے، اور اگر زبان سے مانگ لیا تو یہ
سوال ہے، داعی سائل نہیں ہوا کرتا ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ اگر کسی
چیز کی ضرورت ہو تو نماز پڑھ کر اللہ سے مانگے، انسانوں سے نہ مانگے اس سے قوت دعا بڑھے
گی، اسی طرح فضول خرچی سے بچے، سیدھا سادھا کھانا، بستر کپڑا ہو، یہی سادگی پھر گھر میں داخل
ہوگی، یہ سادگی بذات خود مطلوب ہے، اس کی برکت سے اقتصادی پریشانیاں بھی دور ہونگی
اس کے علاوہ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کرے، اگر اجازت بھی دے تو سنجیدگی کے ساتھ استعمال کرے
بے محل استعمال نہ کرے، اور اس کی ضرورت کے وقت پر استعمال نہ کرے ان چند باتوں سے
بالکلیہ بچنا ہے، یہ ساری ظاہری تدابیر ہیں، اصل کرنے والے اللہ ہیں، خوب محنت کر کے پھر
اللہ کے سامنے رو کے اپنی گندگیوں کا، قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے۔ شیطان اول تو
محنت سے روکے گا یہ غرور ہے اور اگر محنت کی تو پھر عجب پیدا کرائے گا۔ آدمی محنت خوب کرے
پھر خدا کے سامنے روتا ہے تو انشاء اللہ اس کے ہاتھوں اللہ کا دین پھیلنے کی امید ہے، ہر
جماعت اپنا وقت پورا کئے بغیر نہ لوٹے جتنا وقت لکھوایا ہے اس سے جھکتا تولے یعنی دو
چار روز زیادہ دے، لکھائے ہوئے سے کم نہ کرے ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ ساتھ
چلنے والے داعی بنیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے گشت تعلیم بیان وغیرہ سارے کام کرائے
جائیں اور کبھی کبھی نئی جماعت دے کر تین دن کے لئے اپنے سے الگ کیا جائے۔ جماعت
کا بوجھ سر پر پڑے گا تو دعوت کا کام کھلے گا۔ تین دن کے بعد جب واپس آویں تو پوری

کارگذاری سنی جائے، اب یہ صاحب ساتھ رہیں گے تو ہر چیز فکر سے سیکھیں گے، ہر جماعت یہ دیکھے کہ اس میں جماعتوں کے چلانے والے کتنے ہیں، اور ہر ساتھی کا وقت کیسا گذرا۔ اور جس علاقہ میں گئے وہاں سے کتنی جماعتیں نکلیں اور کتنی جگہ مقامی کام چالو ہوا، اور خود اپنا وقت کیسے گذرا ہر جماعت اس طور پر خود ہی اپنا محاسبہ کرے، ہماری اس دعوت کے دو پہلو ہیں ایک ہجرت، دوسرے نصرت، ہجرت تو یہ ہے کہ اپنے مرغوبات کو قربان کر کے خدا کے راستے میں نکلنا، اور نصرت یہ ہے کہ اپنی بستی میں کوئی جماعت آوے تو ہم ان کا پورا ساتھ دیں اور ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں، گاؤں سے جماعت نکلوانے میں ان کے معاون بنیں، صرف کھلانے پلانے کی نصرت نہ ہو بلکہ کام میں ہاتھ بٹانے کی نصرت ہو، اس سے انشاء اللہ دین پھیلے گا، مکہ مکرمہ کے مہاجرین کی حبشہ والوں نے بھی نصرت کی، لیکن صرف ٹھکانا دیا، اکرام کیا، لیکن مہاجرین کے کام کو نہ اوڑھا، تو حبشہ سے دین نہیں پھیلا، اور مدینہ منورہ والوں نے ایسی نصرت کی کہ ٹھکانہ دینے اور سہولتیں بہم پہونچانے کے علاوہ کام میں شریک ہوئے بلکہ دینی محنت کو اوڑھا تو مدینہ منورہ سے دین پھیلا، نصرت کی دوسری نوعیت یہ ہے: اپنی بستی میں سے جو آدمی خدا کے راستے میں جائے اس کے کاموں کی خیر و خبر باقی احباب لیں۔ مثلاً اس کی وجہ سے گشت تعلیم چالو تھی اس کے جانے کے بعد باقی ماندہ لوگ اوڑھیں یا وہ مکتب پڑھاتا تھا تو اب گاؤں والے باری باری اس کا کام کریں تاکہ بچوں کی تعلیم میں حرج نہ ہو اس کے گھر والوں کی دلجوئی، ہمت افزائی اپنی مستورات کے ذریعہ کرائی جائے۔ گھر والی بیمار ہو تو اپنی اہلیہ کے ذریعہ دوا کی ترتیب بٹھائی جائے، سودا سلف کوئی لانے والا نہ ہو تو سودا لا دیں، الغرض اس کے بال بچوں کو اپنے بڑے کی غیر حاضری محسوس نہ ہو من خلف الغازی کمن غزا اگر باہر نہ نکلے تو کم سے کم باہر نکلنے والوں کی دلجمعی کا سبب بنے، لیکن اس پر اکتفا نہ کرے یہ تو جب ہے جب ہجرت نہ کرے تو نصرت کرے ورنہ اصل ہجرت ہے، ہجرت نہ ہو تو پھر نصرت ہے، لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار اس کے واپس آنے کے بعد اگر گھریلو اور کاروباری حالات پریشان کن ہوں تو اسے طعنہ نہ مارا جائے۔ بلکہ تسلی دی جائے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ کا منظر قائم ہو تاکہ وہ آئندہ ہمت سے دین کا کام کر سکے ـــ یہ ہدایات آجکل بھی بہت اہتمام سے بڑی تفصیل سے دی جاتی ہیں، اور سمجھائی جاتی ہیں، یہ خیال کہ صرف جماعتوں کا نکال دینا مقصد ہے یہ غلط ہے۔

اشکال ۷۔ ایک اعتراض یہ بھی اکثر کانوں میں پڑا کہ تبلیغ والے فضائل کی کتابوں پر

زور دیتے ہیں، مسائل کی کتابوں پر نہیں اس اعتراض سے بھی بڑی حیرت ہے کہ جب کسی عالم کی زبان سے سنتا ہوں، واقعہ صحیح ہے اور ایسا ہی ہے کہ تبلیغی نصاب میں فضائل کی کتابوں کو زیادہ اہمیت ہے۔ جس کی وجہ خود حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں مسطور ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں "فضائل کا درجہ مسائل سے پہلے ہے، فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے، اور اسی سے آدمی عمل کے لئے آمادہ ہوتا ہے، مسائل معلوم کرنے کی ضرورت کا احساس تو تب ہی ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا، اس لئے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے" (ملفوظات حضرت دہلوی)

اور بھی متعدد ملفوظات حضرت دہلوی اور مولانا محمد یوسف صاحب کے اس مضمون کے ہیں، جو ان کے ملفوظات اور سوانح سے معلوم ہو سکتے ہیں، ہدایات بالا میں اس کی مکمل وجہ لکھی جا چکی ہے کہ فضائل میں اختلاف نہیں مسائل میں اختلاف ہے۔ اور ان حضرات کا یہ فعل اللہ اور اس کے پاک رسول ﷺ کی عین سنت ہے، بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل ہے کہ قرآن پاک میں جو ابتداء میں نازل ہوا وہ آخر قرآن میں مفصل ہوا اس میں جنت دوزخ کا ذکر تھا، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس کے بعد حلال وحرام کے احکام اترے اگر شروع ہی میں یہ احکام اتر جاتے کہ شراب مت پیو تو لوگ کہنے لگتے کہ اس کو تو ہم نہیں چھوڑ سکتے، اور اگر نازل ہوتا کہ زنا چھوڑ دو تو وہ کہتے کہ ہم سے تو کبھی بھی نہیں چھوٹنے کا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں جبکہ میں کمسن لڑکی تھی (سورۂ قمر کی آیتہ) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ (بلکہ قیامت ہے ان کے وعدے کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی) (ترجمہ حضرت شیخ الہند) اور سورۂ بقرہ سورۂ نساء (جن میں احکام کی آیتیں ہیں وہ اس وقت نازل ہوئیں جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی تھی (یعنی مدینہ منورہ میں) حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے "پہلے مجھ کو شبہ تھا کہ علماء وعظ میں احکام کیوں نہیں بیان کرتے، صرف ترغیب وترہیب پر اکتفاء کرتے ہیں اور جو علماء محض واعظ ہیں صرف ان پر یہ سوال نہیں تھا بلکہ حقیقت میں جو علماء ہیں ان کے متعلق یہ شبہ تھا اور اپنے بزرگوں پر بھی یہی شبہ تھا، لیکن پھر خود تجربہ سے معلوم ہوا کہ وعظ میں مسائل بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ بدفہمی کا بازار گرم ہے صرف ترغیب دینا ہی مناسب ہے ترغیب ہی دینا چاہئے۔ یہ تجربہ مجھ کو لکھنؤ کے ایک وعظ

سے ہوا، میں نے چند مسئلے ربوا کے متعلق ایک دم سے بیان کر دیئے، سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا میرے پاس مکرر تحقیق کے لئے آئے معلوم ہوا کہ قلت فہم یا سوء حفظ سے کسی مقدمہ کا مقدم دوسرے کی تالی سے جوڑ دیا اور بالعکس اس لئے گڑ بڑ ہو گئی اور جب خود واقعہ پیش آوے گا تو اس کے پوچھنے پر صرف واقعہ نظر میں ہو گا، اس میں غلط نہیں ہو سکتا، (افاضات یومیہ)

ایک دوسرے ملفوظ میں اسی واقعہ کو دوسرے عنوان سے تعبیر فرما کر آخر میں فرمایا ہے کہ اسی مصلحت کی بناء پر علماء صرف مضامین ترغیب و ترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں، (حسن العزیز) ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے مواعظ میں امید کے مضامین بہت ہوتے ہیں، ترہیب بہت کم ہوتی ہے، میری زیادہ غرض یہ ہوتی ہے کہ لگاؤ اور محبت حق تعالیٰ سے پیدا ہو جائے گو خیال ہوتا ہے کہ جرأت معصیت پر نہ ہو جائے، لیکن لگاؤ اور محبت اگر پیدا ہو جائے ...... تو معصیت ہو ہی نہیں سکتی، یہ حضرت حاجی صاحب کا طریق ہے وہاں بس تسلی ہی تسلی تھی کسی حال میں مایوس نہ ہونے دیتے تھے، یوں فرماتے تھے کہ ہم لوگ عبد احسانی ہیں احسان اور لطف کے بندے ہیں جب تک آرام و آسائش میں ہیں تب تک تو عقائد بھی درست ہیں اور تھوڑا بہت نماز روزہ بھی ہے اور جہاں کوئی مصیبت پڑی بس سب رخصت (حسن العزیز)

جناب الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اس اعتراض کا جواب اپنے وعظ میں بہت تفصیل سے دیا ہے، فرمایا کہ یہ لوگ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے صرف فضائل بیان کرتے ہیں مسائل نہیں بیان کرتے اور دین درست ہوتا ہے مسائل سے فضائل سننے کے بعد دل میں امنگ تو پیدا ہو جاتی ہے مگر جب آگے مسئلہ نہ معلوم ہو گا تو ممکن ہے کہ لوگ امنگ اور جذبات کی رو میں بہہ کر من گھڑت عمل شروع کر دیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ بدعت میں مبتلا ہوں گے، لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرز عمل سے لوگ بدعت کے اندر مبتلا ہوتے چلے جائیں گے اولاً تو محض احتمال اور امکان کی بات ہے، دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کیا ہے، چالیس برس کے اندر کتنے لوگ بدعت میں مبتلا ہوئے، رہا مسائل کا نہ چھیڑنا اس کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ ہم پہلے فضائل بیان کر کے جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں بعد میں مسائل چلائیں گے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ چالیس سال سے تبلیغ چل رہی ہے کیا آج تک جذبہ ہی

پیدا نہیں ہوا، اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل ہی تو بیان کرتے ہیں مسائل سے انکار تو نہیں کرتے، کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی سے نہ پوچھیو، ہر گز وہ ایسا نہیں کہتے، دوسرے یہ کہ کام کرنے کے مختلف میدان اور مختلف لائنیں ہوتی ہیں کوئی درس وتدریس کی لائنیں اختیار کرتا ہے کوئی وعظ و تبلیغ کی تو کوئی سیاست و حکمت کی، ان حضرات نے بھی ایک لائن اختیار کرلی ہے فضائل بیان کرتے ہیں لوگوں کے اندر دینی جذبہ اور امنگ پیدا کرتے ہیں اب ساری لائن وہی اختیار کریں یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی ممکن، جب آپ کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو آپ کام کرنے سے پہلے کچھ مقاصد اور اصول مقرر کرتے ہیں، اور اپنی لائن متعین کرتے ہیں اس میں آپ سب چیزوں کو داخل نہیں کرتے، تو پھر آپ اس میں سب چیزوں کو کیوں شامل کرنا چاہتے ہو؟ بہر حال جب کوئی اعتراض کرے تو اسے سن لینا چاہیے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہیے، عمل ہی سب اعتراضات کا جواب ہے، بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کردی جائے، اب اس امنگ سے آدمی دین کی جس لائن میں بھی کام لینا چاہے لے سکتا ہے نیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی خود ہی اس امنگ کو صحیح طریقہ سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی کرتا ہے،

اگر آپ کے اندر صحیح امنگ پیدا ہو گئی ہے اور آپ ... کو مسائل کی طلب ہے تو علماء سے ملئے مدرسہ میں جائیے اور مسائل معلوم کیجئے، باقی کام میں نہ لگنا اور اور اعتراضات کا کرنا یہ حیلہ حوالہ کرنے والوں کا کام ہے جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ ہر جماعت کا ایک نصب العین اور طریقۂ کار ہوتا ہے، آپ کا اس پر دوسری چیزوں کا لادنا کہ فلاں چیز کو بھی اس میں شامل کر لیجئے کسی طرح مناسب نہ ہوگا جب اس جماعت نے اپنا ایک موضوع متعین کرلیا تو آپ کو چاہیے کہ آپ اس پرکار بند رہنے دیں، بہر حال تبلیغ سے نفع اظہر من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی امنگ اور طلب پیدا ہوئی اور اسی امنگ اور طلب کی وجہ سے کتنی بدعات ختم ہوئیں ورنہ لاکھوں آدمیوں کا محض اللہ اور اللہ کے دین کی خاطر اپنا پیسہ خرچ کرکے سفر کرنا اپنا کھانا اپنا پینا پہلے یہ جذبہ کہاں تھا، تو اس سے جو نفع پہنچا اس کو تو آپ بیان نہ کریں اور جو ان کا منصوبہ نہیں اس کو آپ اعتراض کی بنیاد بنائیں تو کوئی مناسب بات نہ ہوگی، بہر حال اصلاح نفس کے چار جزو اور چار طریقے ہیں اور تبلیغ کے

اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں، صحبت صالح بھی ہے، ذکر و فکر بھی ہے، مولخاۃ فی اللہ بھی ہے اور محاسبۂ نفس بھی ہے، اور انھیں چاروں مجموعوں کا نام تبلیغی جماعت ہے، عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا، اس طریقۂ کار سے دین عام ہوتا جا رہا ہے، اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی چلی جا رہی ہے اس کے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہو رہے ہیں، لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کم از کم ان تجربات کو سامنے رکھ کر اعتراض کرنے والوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا اور غور کرنا چاہیئے، اس لئے اس میں خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہیئے، آپ خود داخل ہو کر اس بات کا فائدہ محسوس کریں گے کہ اس کام سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔ آپ اسے تجربات کی روشنی میں معلوم کر لیجئے جو شخص بھی حسن نیت سے اس کام میں آئے گا اس کا اثر اسے ضرور ہو گا، اس کام میں دعوت بھی ہے اور دعوت ہے لا الہ الا اللہ کی، نماز کی محنت بھی ہے ساتھیوں کے ساتھ تعلق بھی ہے ذکر بھی ہے محاسبہ بھی ہے اور بھی بہت سی چیزیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس محنت سے بہت سی خیر اور بھلائی انسان میں آ رہی ہے، کتنے برے تھے جو جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے، یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ برے عقیدہ والے صالح عقیدہ والے بن گئے، اور پھر اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کئے جاویں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔ اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے اس کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں، یوں تو اعتراضات سے مدرسہ والے بھی خالی نہیں اللہ و رسول بھی اعتراضات سے خالی نہیں۔ (کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟)

اشکال ۱۸ ایک احمقانہ جاہلانہ اعتراض بھی کانوں میں پڑا کہ تبلیغ اپنی افادیت، ہدایت اور اصلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں، لیکن اب موجودہ تبلیغ چونکہ حضرت دہلوی کے طرز پر نہیں رہی اس لئے اب یہ ضلالت و گمراہی ہے، میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا موجودہ دارالعلوم دیوبند اسی طرز پر باقی ہے جو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے دور میں تھا؟ کیا مظاہر علوم سہارنپور اب اسی طریقہ اور اصول پر ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہ کے

دور میں تھا؟ کیا موجودہ جمیعتہ علماء ہند وہی جمیعتہ ہے جو حضرت شیخ الہند اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے دور میں تھی؟ کیا موجودہ خانقاہیں وہی ہیں جو حضرت حاجی صاحب اور حضرت گنگوہی کے زمانہ میں تھیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو کیا ساری گمراہی وضلالت ہیں؟ تو کیا یہ سارے ہی ادارے اور ان جیسے سارے ہی ادارے اب ضلالت وگمراہی بن گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ، اس لئے خیر القرون سے جتنا بھی بعد ہوتا جائے گا ظاہر ہے کہ وہ صلاح وفلاح خیر وبرکات ہرگز نہیں رہ سکتی جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھی تو کیا اب اسلام کو ضلالت وگمراہی کہا جائے گا،

مشکوۃ شریف میں بخاری شریف کی روایت سے نقل کیا ہے، حضرت زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ ہم لوگ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج ظالم کے مظالم کی شکایت کی تو انھوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ کوئی زمانہ تم پر ایسا نہیں آئے گا کہ اس کے بعد والا اس سے زیادہ برا نہ ہو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے حضرت زہری کہتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دمشق میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں رہی جو تم لوگوں نے بدل نہ دی ہو، ایک نماز رہ گئی تھی اسے بھی ضائع کر دی (یہ دو حدیثوں کا مشترک مضمون ہے) بخاری میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر مامور بہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ، لیکن عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اگر وہ لوگ مامور بہ کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرلیں گے تو نجات پالیں گے، (مشکوۃ)

مشکوۃ میں بروایت ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ پاک تشریف آوری ہوئی مدینہ پاک کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہر چیز بے نور ہوگئی اور حضورؐ کے دفن کے بعد ہم ہاتھ مٹی سے جھاڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا، اس لئے اکابر کے دور کی برکات اور انکے انوار بعد میں ڈھونا یا بعد والوں کو انکے معیار پر جانچنا نادانی کے سوا کیا ہو سکتا ہے میں تو پچاس سال سے دیکھ رہا ہوں کہ اکابر میں سے جو بھی گیا اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ گیا وہ برکات انوار خیرات جو ان اکابر

کے دور میں تھیں بعد میں نہ مل سکیں، مفتی محمود صاحب نے اسی نوع کے ایک اعتراض پر اپنے ایک نجی خط میں جو چشمۂ آفتاب میں چھپ بھی گیا ہے بڑی شدت سے نکیر کی ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے۔ اور دائرۂ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے، اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے ہیں اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے اس لئے بے علم اور باعلم ذہین اور غبی نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، نستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں بلکہ اصولاً غلط ہے کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائیگا آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بددل ہو جانے کا تو اندیشہ نہیں کیونکہ ان میں جو اہل علم ہیں وہ دلائل حقہ کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت کام کر رہے ہیں، آپ کی مجمل تحریر سے ان کے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر ترقی پر دیکھتے ہیں۔ اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے یقین میں پختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر متعد کرتی ہیں (چشمۂ آفتاب)

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے اپنے ایک ملفوظ میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی وضع پر نہیں رہے۔ ہم اپنے بزرگان سلف کی سوانح دیکھتے ہیں کہ ان کا برتاؤ دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے تھے (افاضات یومیہ) کیا خدانخواستہ نعوذ باللہ خانقاہ اشرفیہ حضرت تھانوی کے دور میں ضلالت و گمراہی بن گئی تھی، جبکہ وہ اپنے اکابر کے طرز پر نہیں رہی تھی، یہ ناکارہ اپنے رسالہ آپ بیتی جلد اول کے ختم پر اپنے اکابر اور اسلاف کا طرز مدارس کے معاملہ میں اور اوقاف کے سلسلہ میں کئی واقعات لکھ چکا ہے، جن پر عمل تو درکنار موجودہ اہل مدارس کے حلق کے تلے بھی نہیں اترتے، تو کیا ان سب مدارس کو گمراہی کہہ دیا جائے گا، جن کا وجود موافق مخالف سب کے نزدیک نہایت ضروری ہے، ان سب کے باوجود مجھے نہ تبلیغ والوں کو

معصوم بتانا ہے نہ ان کی بے جا حمایت کرنی ہے۔ نہ ان کی غلطیوں سے انکار ہے، پہلے مختلف نمبروں میں یہ مضامین کثرت سے گذر چکے ہیں کہ غلطیوں سے کونسا گروہ اور کونسا ادارہ خالی ہے۔ میرا مقصود ان سارے مضامین سے یہ ہے کہ اعتراضات سے اگر واقعی اصلاح مقصود ہے اور محض تخریب مقصود نہیں ہے تو پھر اعتراضات اصلاح کے طریقہ سے ہونے چاہئیں جنکی تفاصیل اوپر گزر چکی ہیں، حضرت حکیم الامتہ نور اللہ مرقدہٗ نے ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مدرسہ کی مخالفت کرنے والے تو خود اغراض میں مبتلا ہیں الّا ما شاء اللہ، شکایات تو خود مجھ کو بھی کارکنان مدرسہ سے ہیں مگر شکایت کا یہ طریقہ نہیں جو ان مخالف لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے، کہ انھوں نے تو مدرسہ ہی کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دینے کا انتظام کر دیا، مجھ کو مدرسہ والوں کے ساتھ تو صرف طریقہٗ کار سے اختلاف ہے اور مخالفین کے ساتھ ان باتوں سے اختلاف ہے جو بدون تحقیق کارکنان مدرسہ کے سر تھوپی گئیں۔ آخر دین بھی کوئی چیز ہے دشمنی میں بھی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ اگر ان کو دشمنی بھی ہے تو کارکنان مدرسہ سے نہ کہ مدرسہ سے، تو ایسی حرکت کرنا یا وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے مدرسہ کو نقصان پہونچے یہ کس درجہ تک عقل کی بات ہے، اور خاص اغراض پورا کرنے کی وجہ سے چالاکیاں اور پالیسی اختیار کرنا کون کمال کی بات ہے ایسی پالیسی تو ہم بھی جانتے ہیں مگر استعمال سے نفرت ہے (افاضات یومیہ) جہاں تک مبلغین پر تنبیہات کا تعلق ہے اور ان کی فہمائش اور اصلاح کا تعلق ہے میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ نظام الدین سے جماعتوں کی روانگی کے وقت دو گھنٹے تک ہدایات سمجھائی جاتی ہیں اور اس تبلیغ کی موجودہ تحریک کے سلسلہ میں اب سے بیالیس سال پہلے حضرت دہلوی کے ارشاد پر اس ناکارہ نے رسالہ فضائل تبلیغ لکھا تھا جو کئی بار طبع بھی ہو چکا ہے اس کے درمیان میں کئی فصلیں مبلغین کی تنبیہات اور ان کے کاموں کی اصلاح کے بارے میں شائع ہو چکی ہیں نیز اپنے رسالہ الاعتدال میں جو ۴۸ھ میں لکھا گیا تھا معترضین کے متعلق بھی کچھ تفصیل لکھوا چکا ہوں، جس کا یہاں اعادہ موجب تطویل ہے، یہ بھی میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ جو جماعتیں مرکز میں واپس جاتی ہیں ان سے بہت اہتمام سے اب بھی کارگزاری سنی جاتی ہے اور اس میں قابل اصلاح چیزوں پر نکیر اور تنبیہ کی جاتی ہے۔ جماعتوں کے سہارنپور آنے کے زمانے میں کسی کارکن سے کوئی لغزش میرے کان میں پڑتی ہے یا مبلغین کی تقریروں میں سے کسی کی

تقریر میں کوئی بے اعتدالی میرے کان میں پڑتی ہے تو میں اس جماعت کی تحقیق اس مقرر کا نام اور تقریر کا قابل گرفت حصہ نقل کر کے مرکز بھیجتا ہوں کہ وہ اس جماعت سے واپسی پر میرے خط کے حوالہ سے اس کی گرفت بھی کرتے ہیں اور یہ ناکارہ خود بھی ان مقرر صاحب یا کارکن کو تنہائی میں بلا کر اس پر نکیر کرتا ہے، مضمون بے ارادہ طویل ہو گیا بہت ہی مختصر اجمالی طور پر چند امور لکھوانے کا خیال تھا مگر بات میں بات یاد آتی گئی، آخر میں حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کے چند ملفوظات پر جو کام سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۱) ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلا اور اہم تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے، اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کا فکر کرنے لگے لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر یہ علمی کبر و غرور ہے جو اہل علم کے لئے بڑا مہلکہ ہے، ؏ کار خود کن کار بیگانہ مکن "

(ملفوظ ۲) ارشاد فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم گویا پورے نصاب کی، ا۔ ب۔ ت ا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہونچکر اپنی جد و جہد سے ایک حرکت و بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (علماء و صلحاء) کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں۔ ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہو گا، البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ سے افادہ و استفادہ اور تعلیم و تعلم کے اس طریقہ پر عامل ہیں، اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں،

(ملفوظ ۳) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب حال شیخ الاسلام پاکستان تقسیم سے پہلے حضرت دہلوی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھتے ہی فرمایا ؎

بلبم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم  پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

مجھ (مولانا ظفر احمد صاحب) پر اتنا اثر ہوا کہ آبدیدہ ہو گیا، پھر فرمایا کہ وعدہ بھی یاد ہے؟ ہیں

نے (مولانا ظفر احمد صاحب) وعدہ کیا تھا کہ کچھ دن تبلیغ میں دوں گا، عرض کیا یاد ہے، مگر اس وقت، تو دہلی میں گرمی بہت ہے رمضان میں تعطیل ہوگی تو بعد رمضان کے وقت دوں گا، فرمایا کہ تم رمضان کی باتیں کرتے ہو یہاں شعبان کی بھی امید نہیں، میں نے عرض کیا بہت اچھا اب میں ٹھہر گیا آپ دل بُرا نہ کریں، میں ابھی تبلیغ میں وقت دوں گا، یہ سن کر چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور پیشانی کو بوسہ دیا اور دیر تک سینہ سے لپٹائے رکھا، اور بہت دعائیں دیں، پھر فرمایا تم نے میری طرف رخ تو کیا ہے بہت سے علماء تو دور دور ہی سے میرے مقصد کو سمجھنا چاہتے ہیں، پھر ایک بڑے عالم کا نام لیا کہ وہ تبلیغ میں آجکل بہت حصہ لے رہے ہیں، مگر مجھ سے پوچھو تو اب تک بھی وہ میرے منشاء کو نہیں سمجھے کیونکہ مجھ سے آج تک بلاواسطہ گفتگو نہیں کی وسائط سے گفتگو کی ہے، اب میں وسائط سے اپنے منشاء کو کیونکر سمجھا دوں خصوصاً جبکہ وسائط بھی ناقص ہوں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دنوں میرے پاس رہو تو میری منشاء کو سمجھو گے۔ دور رہ کر نہیں سمجھ سکتے، یہ میں جانتا ہوں کہ تم تبلیغ میں حصہ لیتے ہو جلسوں میں تقریر کرتے ہو، تمہاری تقریر سے نفع بھی ہوتا ہے، مگر یہ تبلیغ وہ نہیں جو میں چاہتا ہوں۔

(۴) ایک دینی مدرسہ کے طلبہ کی ایک جماعت سے خطاب کا آغاز اس سوال سے کیا بتاؤ تم کون ہو؟ پھر خود ہی فرمایا تم مہمانانِ خدا اور مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو، مہمان اگر میزبان کو ایذاء پہونچائے تو اس کی ایذاء دوسروں کی ایذاء سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ پس اگر تم طالبعلم ہو کر خدا اور رسولؐ کی رضا کے کام نہ کرو اور غلط راہوں پر چلو تو سمجھ لو کہ تم اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستانے والے ان کے مہمان ہو۔

(۵) فرمایا دوستو ابھی کام کا وقت باقی ہے، عنقریب دین کے لئے دو زبردست خطرے پیش آئیں گے ایک تحریک شدھی کی طرح کفر کی تبلیغی کوشش جو جاہل عوام میں ہوگی، اور دوسرا خطرہ ہے الحاد و دہریت کا جو مغربی حکومت و سیاست کے ساتھ ساتھ آرہا ہے یہ دونوں گمراہیاں سیلاب کی طرح آئیں گی جو کچھ کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے پہلے کر لو۔

(۶) فرمایا دین کی عمومی تعلیم و تربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا، اور اسی طرز سے وہاں عام طور پر دین سیکھا اور سکھایا جاتا تھا۔ بعد میں جو اور طریقے اس سلسلے میں ایجاد ہوئے مثلاً

تصنیف وتالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ سوان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا، مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے طریقہ کو بالکل بھلا دیا ہے حالانکہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی پیمانے پر تعلیم وتربیت صرف اسی طریقہ سے دی جاسکتی ہے۔"

(۷) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں بلاشبہ وہ بالکل یقینی ہیں اور آدمی اپنی سمجھ بوجھ اور اپنے تجربات کی روشنی میں جو کچھ سوچتا ہے اور جو منصوبے قائم کرتا ہے وہ محض ظنی اور وہمی باتیں ہیں، مگر آج کا عام حال یہ ہے کہ اپنے ذہنی منصوبوں اور اپنے تجویز کئے ہوئے وسائل واسباب اور اپنی سوچی ہوئی تدابیر پر یقین واعتماد کرکے لوگ ان کے مطابق جتنی محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اللہ کے وعدوں کی شرطیں پوری کرکے ان کا مستحق بننے کے لئے اتنا نہیں کرتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خیالی اسباب پر ان کو جتنا اعتماد ہے اتنا اللہ کے وعدوں پر نہیں ہے اور یہ حال صرف ہمارے عوام کا ہی نہیں ہے بلکہ سب ہی عوام وخواص کا، (الا من شاء اللہ) ان ہی وعدوں والے اور یقینی اور روشن راستہ کو چھوڑ کر اپنی ظنی اور وہمی تدبیروں ہی میں الجھے ہوئے ہیں، پس ہماری اس تحریک کا خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی سے اس اصولی اور بنیادی خرابی کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان کی زندگیوں وسرگرمیوں کو ظنون واوہام کی لائن کے بجائے الٰہی وعدوں کے یقینی راستہ پر ڈالا جائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہی ہے اور انھوں نے اپنی امتوں کو یہی دعوت دی ہے وہ اللہ کے وعدوں پر یقین کرکے اور بھروسہ کرکے ان کی شرطوں کے پورا کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کرکے ان کے مستحق بنے اللہ کے وعدوں کے بارے میں جیسا تمہارا یقین ہوگا ویسا ہی تمہارے ساتھ اللہ کا معاملہ ہوگا، حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔

(۸) فرمایا ہمارے سب کام کرنے والوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ تبلیغ کے لئے باہر جانے کے زمانے میں بالخصوص علم اور ذکر کی طرف بہت زیادہ توجہ کریں، علم اور ذکر میں ترقی کے بغیر دینی ترقی ممکن نہیں نیز علم اور ذکر کی تحصیل وتکمیل اس راہ کے اپنے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اور ان کے زیر ہدایت اور ان کی نگرانی میں ہو، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم وذکر اللہ تعالیٰ کے زیر ہدایت اور اس کے حکم کے ماتحت ہوتا تھا، اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا علم وذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے ماتحت اور آپ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ پھر ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اول قرن کے اہل علم اور اہل ذکر

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں، لہٰذا علم وذکر میں اپنے بڑوں کی نگرانی سے استغناء نہیں یہ بھی ضروری ہے کہ خاص کر باہر نکلنے کے زمانہ میں صرف اپنے خاص مشاغل میں اشتغال رہے اور دوسرے تمام مشاغل سے یکسو رہا جائے۔ اور وہ خاص مشاغل یہ ہیں، تبلیغی گشت علم، ذکر، دین کے لئے گھر چھوڑ کر نکلنے والے اپنے ساتھیوں کی خصوصاً اور عام خلق اللہ کی عموماً خدمت کی مشق، اور تصحیح نیت اخلاص واحتساب کا اہتمام اور اتہام نفس کے ساتھ بار بار اس اخلاص واحتساب کی تجدید یعنی اس کام کے لئے نکلتے وقت یہ تصور کرنا اور اثناء سفر میں بھی بار بار اس تصور کو تازہ کرتے رہنا کہ ہمارا یہ نکلنا صرف اللہ کے لئے اور ان نعمائے آخرت کی طمع میں ہے جن کا وعدہ دین کی خدمت ونصرت پر اور اس راہ کی تکلیفیں اٹھانے پر فرمایا گیا ہے یعنی بار بار اس دھیان کو دل میں جمایا جائے کہ اگر میرا نکلنا خالصاً مخلصاً ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے وہ نعمتیں ضرور ملیں گی جن کا وعدہ اس کام پر قرآن پاک اور احادیث میں فرمایا گیا ہے اور وہ یہ یہ ہوں گی، بہر حال ان الٰہی وعدوں پر یقین اور ان کی امید کے دھیان کو بار بار تازہ کیا جائے۔ اور اپنے سارے عمل کو اسی یقین اور اسی دھیان سے باندھا جائے۔ بس اسی کا نام ایمان واحتساب ہے اور یہی ہمارے اعمال کی روح ہے"۔

(۹) فرمایا اس راہ میں کام کرنے کی صحیح ترتیب یوں ہے، جب کوئی قدم اٹھانا ہو مثلاً خود تبلیغ کے لئے جانا ہو یا تبلیغی قافلہ کہیں بھیجنا ہو یا شکوک وشبہات رکھنے والے کسی شخص کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے مخاطب ہونے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اپنی نااہلیت اور بے بسی اور وسائل و اسباب سے اپنی تہی دستی کا تصور کرکے اللہ کو حاضر وناظر وقادر مطلق یقین کرتے ہوئے پورے الحاح وزاری کے ساتھ اس سے عرض کریں کہ خداوندا! تونے بارہا بغیر اسباب کے بھی محض اپنی قدرتِ کاملہ سے بڑے بڑے کام کردئیے ہیں۔ الٰہی! بنی اسرائیل کے لئے تونے محض اپنی قدرت ہی سے سمندر میں خشک راستہ پیدا کردیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تونے اپنی رحمت اور قدرت ہی سے آگ کو گلزار بنادیا تھا اور اے اللہ تونے اپنی حقیر حقیر مخلوقات سے بھی بڑے بڑے کام لے لئے ہیں ابابیل سے تونے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکر کو شکست دلوائی اور اپنے گھر کی حفاظت کرائی، عرب کے اونٹ چرانے والے اُمّیوں سے تونے اپنے دین کو ساری دنیا میں چمکایا اور قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرادیا، پس اے اللہ! اپنی اس سنت قدیمہ کے مطابق مجھ نکمے ناکارہ اور عاجز وبے بس بندہ سے بھی کام لے۔ اور میں تیرے دین کے جس

کام کا ارادہ کر رہا ہوں اس کے لئے جو طریقہ تیرے نزدیک صحیح ہے مجھے اس کی طرف رہنمائی فرما اور جن اسباب کی ضرورت ہو وہ محض اپنی قدرت سے مہیا فرما دے۔ بس اللہ سے یہ دعا مانگ کر پھر کام میں لگ جائے جو اسباب اللہ کی طرف سے ملتے رہیں ان سے کام لیتا رہے اور صرف اللہ ہی کی قدرت و نصرت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی کوشش بھی بھرپور کرتا رہے، اور رو رو کے اُس سے نصرت اور انجاز وعد کی التجائیں بھی کرتا رہے بلکہ اللہ کی مدد ہی کو اصل سمجھے اور اپنی کوشش کو اس کے لئے شرط اور پردہ سمجھے۔

(۱۰) فرمایا کہ ہماری تبلیغ کا حاصل یہ ہے کہ عام دیندار مسلمان اپنے اوپر والوں سے دین کو لیں، اور اپنے نیچے والوں کو دیں، مگر نیچے والوں کو اپنا محسن سمجھیں، کیونکہ جتنا ہم کلمہ کو پہونچائینگے پھیلائیں گے اس سے خود ہمارا کلمہ بھی کامل اور منور ہوگا، اور جتنوں کو ہم نمازی بنائیں گے اس سے خود ہماری نماز بھی کامل ہوگی، تبلیغ کا یہ بڑا گر ہے کہ اس سے مبلغ کو اپنی تکمیل مقصود ہو، دوسروں کے لئے اپنے کو ہادی نہ سمجھے کیونکہ ہادی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

(۱۱) علی میاں نے حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھا ہے، جو خود میرے علم میں بھی ہے بلکہ میں خود تنخواہ دار مبلغین کا ابتداءً بہت حامی رہا، میرے ہی اصرار پر شروع میں مبلغین رکھے گئے۔ اور تجربہ سے واقعی یہ معلوم ہوا کہ تنخواہ دار مبلغین سے وہ لوگ بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئے جو بلا معاوضہ دینی جذبہ سے کام کرتے ہیں، علی میاں لکھتے ہیں کہ دہلی اور دوسرے مقامات پر تبلیغ کرنے کے لئے کچھ عرصہ سے پانچ تنخواہ دار مبلغین رکھے ہوئے تھے جو قریب قریب تبلیغ کے مروجہ عام طریقوں پر کام کرتے تھے انھوں نے تقریباً ڈھائی سال کام کیا لیکن ان سے مولانا کا مقصود حاصل نہیں ہوتا تھا اور مولانا اس سست اور بے روح کام سے بہت اکتا گئے تھے، ان لوگوں کے کام سے وہ دینی اور اصلاحی نتائج حاصل نہیں ہو رہے تھے اور وہ حرکت و زندگی نہیں پیدا ہو رہی تھی جو میوات کے رضا کار اور طالب اجر اور ایثار پیشہ مبلغین سے پیدا ہوگئی تھی مولانا اس طریق کار سے بالکل غیر مطمئن ہو گئے تھے، اور اس کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ (دینی دعوت)

(۱۲) ایک مکتوب میں حضرت دہلوی ارشاد فرماتے ہیں "تبلیغ کے لئے خاص جگہ کو مخصوص کر لینا اور باقی مواضع کو اس کے بعد پر رکھنا ایک سنگین بنیادی غلطی ہے، خطرناک اور زہریلا خیال ہے، ہرگز ہرگز اس کو دل میں جگہ نہ دیں اور اس خیال کو قلب میں نہ آنے دیں۔"

علی میاں، اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک ہی مقام پر اپنی کوشش اور توجہ کو مرکوز رکھا

ہوتا اور دوسرے مقام کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جاتی تو سخت ہمت شکنی اور شکستہ دلی کا باعث ہوتا۔ اس لئے کہ بعض مقامات قطعاً اہلیت اور استعداد سے محروم ہیں، مقامات کے تعدد اور تنوع کی وجہ سے ہمت افزائی اور تازگی کام میں رہی (مکاتیب)

آخر میں کام کرنے والے احباب سے بھی باصرار درخواست ہے کہ حضرت دہلوی کے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ملفوظات اور ارشادات اور ہر دو کی سوانح عمریاں، اور مکاتیب بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھا کریں کہ کام کرنے والوں کے لئے یہ بہت قیمتی موتی ہیں اور ان اصول کی پابندی کام میں اضافہ ترقی اور برکت کا سبب ہے، اور جیسا کہ حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہ نے بار بار فرمایا اور ملفوظات میں بھی کئی جگہ آیا کہ ان اصول کی رعایت سے توانشاءاللہ کام میں ترقی کی امید ہے اور بے اصولی سے سخت خطرات کا اندیشہ ہے اس مضمون کو بھی یہ ناکارہ رسالہ فضائل تبلیغ میں بہت تفصیل سے لکھ چکا واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین

**محمد زکریا کاندھلوی**

چہارشنبہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۲ء

# تکملہ

اس ناکارہ نے جب حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کے خلفاء ہند کی اس کام میں شرکت اور آراء لکھیں تو اس وقت اپنے بعض مخلص دوستوں کو پاکستان میں لکھا تھا کہ حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے آپ کے کام میں کسی کی شرکت ہو تو ضرور مطلع فرماویں، رسالہ کے پورا ہونے کے بعد چند دوستوں کے خطوط آئے، چونکہ رسالہ کی ابھی تک طباعت پوری نہیں ہوئی تھی گو معظم حصہ ہو گیا تھا، اس لئے تکملہ کے طور پر ان احباب کے خطوط بھی نقل کرتا ہوں

(۱) مکتوب عزیزم الحاج مولوی احسان الحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ رائیونڈ میں نے ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب کے ذریعہ سے جو عریضہ لکھا ہے (وہ ابھی تک نہیں پہونچا) جس میں حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے خلفاء کے متعلق لکھ چکا ہوں دوبارہ احتیاطاً لکھتا ہوں، (الف) مولانا عبدالسلام صاحب نوشہرہ والے دس یوم کے لئے یہاں تشریف لائے تھے، مقامی مرکز میں تشریف

لے جاتے ہیں، علاقہ کے اجتماع میں شرکت کرتے ہیں، صاحبزادہ کو چلہ کیلئے بھیجا۔
(ب) مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری کراچوی رحمۃ اللہ علیہ (ج) پیر فخرالدین صاحب گھوٹکی رحمۃ اللہ علیہ ہر دو حضرات بھی تبلیغ کے زبردست مؤید تھے۔ (د) مولوی مقصود اللہ صاحب باریسال مشرقی تو تبلیغ کے کام میں چلوں کے حساب سے شرکت فرمایا کرتے تھے، (ھ) مولانا نوربخش صاحب چاٹگامی کے دو خلیفہ مولانا عبدالحلیم صاحب فینی اور مولانا سعیدالحق صاحب ہاتھیہ، پہلے تو ابھی زندہ ہیں چار ماہ تبلیغ میں لگانے کے ارادہ سے آئے تھے اور آجکل وقت تبلیغ کا پورا کرکے کراچی میں مقیم ہیں، مولانا سعیدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کے بڑے زبردست کارکنوں میں تھے (و) مولانا محمد اللہ صاحب (ز) مولانا اطہر علی صاحب جنگ سے پہلے حیات تھے اب کا حال معلوم نہیں اور یہ دونوں حضرات بھی خوب تائید فرماتے ہیں۔
(۲) عزیز احسان کا ایک مکتوب بلکہ متعدد خطوط دیگر احباب کے جب کہ یہ رسالہ زیر کتابت تھا پہنچے، ان سب کا نقل کرانا تو دشوار ہے، عزیز احسان کا مکتوب چونکہ مختصر ہے اس لئے اس کو مختصر کرکے لکھواتا ہوں۔
حضرت: والا کا گرامی نامہ بمبئی لندن کراچی ہوتا ہوا ان دنوں رائے ونڈ پہنچا جبکہ میں سفر میں تھا۔ واپسی پر اس سے مشرف ہوا، اس میں فوری جواب دینے کا حکم تھا، لیکن بعض باتیں قاضی جی، عبدالوہاب، اور مولانا عبدالعزیز صاحب سے دریافت کرکے جواب دینے کی تھیں اور یہ تینوں بھی سفر پر تھے، اب ان حضرات کے واپس آتے ہی معلومات حاصل کرکے جواب ارسال خدمت کر رہا ہوں ہمارے ہاں پیر فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوٹکی سندھ اور مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کراچی ہر دو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تبلیغی کام کی بہت تائید فرمایا کرتے تھے اور دیگر خلفاء میں سے مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہرہ اور مولانا فقیر اللہ صاحب پشاور حیات ہیں اور ہر دو زبردست مؤید و موکد ہیں، اپنے اقارب کو یہاں بھیجتے ہیں بلکہ اول الذکر تو ایک مرتبہ خود یہاں تشریف لائے تھے دس یوم کے لئے۔ اور مشرق میں تھانوی سلسلہ کے خلفاء میں سے پیر مقصود اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ باریسال بہت ہی زیادہ عملی حصہ لیا کرتے تھے، ادھر سے رائیونڈ بھی تشریف لائے تھے اور دیگر خلفاء میں سے مولانا عبدالوہاب صاحب مدظلہ ہاٹ ہزاری، مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج اور پیر جی حضور مولانا محمد اللہ صاحب لال باغ ڈھاکہ لسانی تائید فرماتے ہیں اور مولانا نوربخش صاحب

رحمۃ اللہ فینی جو کہ حضرت تھانوی کے اجل خلفاء میں سے تھے ان کے خلیفہ مولانا سعید الحق صاحب اتر ہاتھیہ بھی بہت ہی زیادہ عملی حصہ لیا کرتے تھے۔ اور ان کے دوسرے خلیفہ مولانا عبد الحلیم صاحب فینی تو گذشتہ سال چار ماہ کے لئے یہاں تشریف لائے، اب راستہ مسدود ہونے کی وجہ سے کراچی قیام پذیر ہیں۔

(۳) مکتوب جناب الحاج مفتی زین العابدین صاحب وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ رائیونڈ کے اجتماع میں تشریف لائے مکی مسجد کراچی تو بارہا تشریف لائے بیان بھی فرمایا لوگوں نے ان کے بیان پر اوقات دیئے، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمد یوسف صاحب) جب بھی کراچی تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب ان کو باصرار دار العلوم بلاتے رہے اور دار العلوم میں ان کا بیان کرایا، اور مجھ سے بارہا فرمایا کہ سالانہ امتحان سے پہلے آکر دار العلوم میں بیان کیا کرو تاکہ طلبہ زیادہ تعداد میں وقت لگانے کے لئے نکلیں اور بالکل یہی صورت حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) کی تھی، جب بھی ملتان کا تبلیغی اجتماع ہوا حضرت نے خیر المدارس کی چھٹی کی، حضرت جی مدظلہٗ (مولانا انعام صاحب) کو خیر المدارس بلاکر بیان کرایا اور یہاں تک کہ جب بھی میں خیر المدارس گیا مجھ سے طلبہ میں بیان کرایا اور طلبہ نے اوقات لکھوائے اور میرے لئے خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں حاضری ضروری تھی اور بیان بھی ضرورت تبلیغ پر کراتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت تھانوی) کی حیات میں جامعہ اشرفیہ کے جلسہ میں بندہ کی حاضری ضروری تھی اور بیان ان کی طرف سے ضرورت تبلیغ پر مقرر ہوتا تھا ایک دفعہ نیلا گنبد کی مسجد میں حضرت مفتی صاحب سے تعلق رکھنے والوں نے دعوۃ الحق کا کام شروع کیا ہمارے ساتھی اسی مسجد میں دو گشت اور تعلیم کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا ہم کیا کریں تو میں نے ان سے کہا کہ جب ان حضرات نے کام شروع کر دیا تو تم دوسری جگہ کام کرو مقصد تو تبلیغ کا کام ہے، چند روز بعد میں دوبارہ لاہور آیا تو حسب دستور حضرت مفتی صاحب سے ملنے گیا، امرتسر کے قیام کے زمانہ سے بہت شفقت فرماتے تھے، میں نے عرض کیا حضرت الحمد للہ دعوۃ الحق کا کام شروع ہو گیا۔ اس لئے میں نے اپنے ساتھیوں کو دوسری جگہ کام کرنے کو کہہ دیا ہے تو فرمایا کہ منع نہ کرتے وہ بھی کرتے رہتے کیونکہ یہ لوگ التزام و اہتمام سے معلوم نہیں کرتے ہیں یا نہ اور وہ کام جو التزام سے ہو رہا ہے رک جائے گا، تو میں نے عرض کیا حضرت اگر خدانخواستہ یہ حضرات چھوڑ دیں گے تو پھر ان سے کرنے کو کہہ دوں گا، چنانچہ کچھ مدت بعد انھوں نے بالکل چھوڑ

دیا اور احباب نے پھر شروع کر دیا اور الحمد للہ ہم نے ہمیشہ ان حضرات کو اپنے اکابرین سے سمجھا اور انھوں نے بھی ہمیشہ ہمیں اپنا سمجھا ہے اور اب بھی دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ اور خیر المدارس کے ساتھ معاملہ حسب سابق ہے والحمد للہ علی ذٰلک

(۴) مکتوب جناب الحاج عبدالوہاب صاحب وہ اپنے خط میں تحریر کرتے ہیں کہ مولانا عبدالسلام صاحب نوشہرہ کے ایک بزرگ ہیں، مدرسہ حسین بخش دہلی کے فارغ ہیں، حضرت تھانوی رح دستار بندی کے جلسے میں تشریف لیگئے۔ جب انکی دستار بندی فرمارہے تھے مصافحہ کیا تو فرمایا دو تین ماہ کے بعد ہمارے پاس تھانہ بھون آجانا چنانچہ یہ اپنے گاؤں زیارت کا کا سے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا، لیکن ایک ماہ کے بعد ان کے والد صاحب کا خط آیا کہ میں ناراض ہوں واپس آجاؤ تمہارے لئے والد کی خدمت ضروری ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی جواب لکھوایا کہ جس چیز میں لگا ہوا ہوں اس کے بغیر میرا والد کی خدمت میں جانا جائز نہیں اور ان کو روک لیا تین ماہ کے بعد خلافت دے کر رخصت فرمایا، آج سے چار پانچ برس پہلے ہمارا گرمیوں میں ٹیکسلا میں اجتماع ہوا وہاں تین روز کے لئے تشریف لائے ہمیں بالکل خبر نہ تھی کہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں عوام میں چھپے رہے دس روز لکھوا دیئے، اور رائے ونڈ میں تشریف لے آئے فجر کی نماز کے بعد بندہ ہی بیان کرتا تھا شروع سے لے کر اخیر تک سنتے تھے بیچ میں بوڑھا ہونے کی وجہ سے پیشاب کے لئے اٹھ کر جاتے تھے۔ اسی دوران جماعتوں میں باہر بھیجدیا گیا، اس زمانہ میں ہمارے یہاں آٹھ دس روز کے بعد رائے ونڈ واپس بلالیا جاتا تھا، اور پھر کسی اور جماعت میں جوڑ کر بھیجدیا جاتا تھا، اسی میں چلہ پورا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ کوئی عالم ہے یا غیر عالم۔ اپنے آپ کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک روز بندہ کا ان کے پاس سے گذر ہوا یا خود ہی بندہ کے پاس تشریف لائے کہ خلوت میں بات کرنی ہے۔ بندہ نے عرض کیا حاضر ہے فرمانے لگے کہ یہ میرے معمولات ہیں تو اس میں کچھ اضافہ کرنے کو کہدے تو میں بڑھا دوں، بندہ نے عرض کیا کہ جن سے آپ بیعت ہوں ان ہی سے پوچھیں میں تو نہ عالم نہ کسی سے اجازت فرمانے لگے کہ تو ضرور بتا، غرض اس سوال و جواب میں اپنا سارا واقعہ سنایا مجھے بڑی شرم اور ندامت ہوئی کہ یہ تو اپنے آپ کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے لیکن ہم پہچاننے میں ناکامیاب ہو گئے پھر فرمایا کہ میں نے تیرے سارے بیان سنے اور بیں تربیت کے لئے اپنے دو بیٹوں کو جو کہ فارغ التحصیل ہیں مولوی ہیں ان کو تیرے پاس بھیجوں گا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ضرور بھیجیں اور دعا فرمائیں

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان سے منتفع فرماوے، فرمانے لگے کہ نہیں وہ انگریزی کالجوں کی طرف ان کا رخ ہے۔ انشاء اللہ تیرے پاس رہنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ ہر شب جمعہ میں جو کہ ان ہی کی جامع مسجد میں ہوتی ہے شرکت فرماتے ہیں ابھی دو تین ہفتہ پہلے بندہ حاضر ہوا تو شہرہ میں تو خدمت میں حاضری کے لئے گیا تو تشریف فرما نہ تھے بندہ جماعت کے پاس آگیا تو مغرب کی نماز دہیں آکر پڑھی اور بندہ کے بیان میں شروع سے آخر تک بیٹھے رہے۔ بندہ کو پتہ چل جاتا تو ان ہی سے عرض کرتا عشاء کے بعد ملاقات ہوئی کھانا بھی اکٹھا کھایا اور پھر تشریف لے گئے۔ انھیں صرف ایک اشکال ہے کہ جمعہ کی صبح کو جماعتوں کو ان دیہات میں بھیجدیا جاتا ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا اس سے جمعہ کی اہمیت پر چوٹ پڑتی ہے، بندہ نے احباب سے عرض کیا کہ بھائی جمعرات کو روانہ کردیا کرو بندہ نے یہ سارا واقعہ اس لئے درج کردیا کہ انھوں نے کسی بات پر اشکال نہیں کیا۔ ہمارے یہاں بھی رہے اور جماعتوں میں باہر بھی پھرے اور مزاج میں تنقید اتنی ہے کہ بھرے جلسوں میں مقرر کو ٹوک دیتے ہیں، اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے ... گذشتہ سال پہاڑوں کا نہایت دشوار گذار سفر اختیار فرمایا صرف بندہ کے پیغام پر اور ایک اجتماع میں بھی آئے فقط

جیسا کہ میں رسالہ میں بار بار کئی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ حضرات نظام الدین کو اس قسم کے اعتراضات اور جوابات کی نہ فرصت ہے اور نہ ان لوگوں کو ادھر متوجہ ہونا چاہئے، لیکن دیگر اکابر اس قسم کے اعتراضات ..... کے بہت سے جوابات تحریراً و تقریراً دے چکے ہیں، بالخصوص حضرت الحاج قاری محمد طیب صاحب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وغیرہ اور بعض مضامین اس رسالہ میں گذر بھی گئے ہیں اور ان حضرت کے اکثر مضامین رسالہ "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں مفصل طبع ہو چکے ہیں، رسالہ کے خاتمہ پر مولانا منظور صاحب نعمانی کا مضمون جو الفرقان میں طبع ہوا ہے نقل کرتا ہوں اور اسی پر رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔

# تبلیغی جماعت اور بعض شکایات

از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مطبوعہ الفرقان ذی الحجہ ۹۰ھ

کئی مہینے ہوئے صوبہ بمبئی سے ایک صاحب علم کا خط اس ناچیز کے نام

آیا تھا۔ جس میں "تبلیغی جماعت" اور اس کے کام سے متعلق کچھ شکایات درج تھیں اتفاق سے گذشتہ مہینے شوال میں ایک سفر کے دوران میں اس کا جواب لکھا جا سکا، اسی سفر میں بعض تبلیغی احباب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح کی شکایتیں بعض خاص حلقوں میں یہاں بھی پھیل رہی ہیں اس لئے اس جواب کی عام اشاعت مناسب سمجھی گئی۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

باسمہٖ سُبحانہٗ وتعالیٰ

مکرمی ومحترمی ـــــ زید مجدکم ـــــ سلام مسنون

خدا کرے مزاج بعافیت ہو

گرامی نامہ کا جواب آج بہت تاخیر سے دے رہا ہوں، میری یہ عادت سی ہو گئی ہے کہ جن خطوط کا جواب مختصر نہیں دیا جا سکتا وہ فرصت کے انتظار میں رکھے رہتے ہیں، اور بسا اوقات کئی ہفتوں اور کبھی کبھی تو کئی مہینوں کے بعد ان کے جواب کی نوبت آتی ہے، آپ کے گرامی نامہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، اس وقت سفر میں ہوں اور یہ جواب چلتی ٹرین میں لکھ رہا ہوں آپ کو انتظار جواب کی بڑی زحمت ہوئی ہوگی امید ہے کہ معذور تصور فرما کر معاف فرما دیں گے۔"

آپ نے تبلیغی جماعت اور اس کے تبلیغی کام کے متعلق جو چند شکایتیں اور بعض اشکالات لکھے ہیں اور بعض اصلاح طلب امور کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے بارے میں پہلی بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ نے جماعت کا خاص رکن اور ذمہ دار سمجھ کر اس سلسلہ میں مجھے مخاطب فرمایا ہے میں ذرہ برابر انکسار کے بغیر عرض کرتا ہوں کہ واقعہ میں میری یہ حیثیت بالکل نہیں ہے۔ میں اگرچہ اصولی طور پر اس کام کو بڑا مبارک اور مقبول کام سمجھتا ہوں اور میرے دل میں اس کی بڑی عظمت ہے لیکن اپنے خاص حالات اور بعض اپنے ان مشاغل کی وجہ سے جن کو میں نے اپنا رکھا ہے میں اس کام میں بہت کم عملی حصہ لے سکتا ہوں، اور چونکہ یہ کام سراسر عملی ہے اس میں کسی کا کوئی منصب اور کوئی عہدہ نہیں ہے اس لئے میں اس کے تیسرے درجہ کے کارکنوں میں شمار ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں، اس لئے اس کام کے سلسلہ میں اگر آپ کو یا کسی کو کوئی مخلصانہ مشورہ دینا ہو یا کسی اصلاحی بات کی طرف توجہ دلانی ہو تو اس کام کے اصل

مرکز "بستی نظام الدین اولیاء دہلی" کو لکھنا چاہیئے بلکہ زیادہ صحیح اور مفید طریقہ یہ ہے کہ اس کام کے اصل روح رواں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت فیوضہم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشافہتًہ ان سے عرض کیا جائے۔

تاہم چونکہ اس کام سے اور اس کے خاص کارکنوں اور ان کے حالات و خیالات سے بفضلہ تعالیٰ واقفیت رکھتا ہوں اس لئے گرامی نامہ کے مندرجات کے بارے میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

آپ کے خط سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کی حقیقت سے آپ شاید بالکل واقف نہیں ہیں بلکہ اس کے مشہور عنوان "تبلیغ" کے لفظ سے آپ کے ذہن میں جو تصور قائم ہوا ہے بس اسی کو بنیاد بنا کر آپ نے رائے قائم کی ہے اور مشورے دیئے ہیں اس لئے ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جو اصل کام سے بالکل غیر متعلق ہیں، "یہ داخلی تبلیغ" اور "خارجی تبلیغ" کی لمبی بحث جو آپ نے لکھی ہے اسی ناواقفی کا نتیجہ ہے،

میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کام کے لئے "تبلیغ" کا عنوان اور اس کے کرنے والوں کے لئے "تبلیغی جماعت" کا نام بہت سوں کے لئے غلط فہمیوں اور ذہنی الجھنوں کا سبب بنتا ہے[1]، تبلیغ کے اس لفظ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وعظ و نصیحت کا کام ہے اور "تبلیغی جماعت" وعظ و نصیحت کا کام کرنے والوں کی کوئی ٹیم یا پارٹی ہے، اس لئے وہ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس جماعت کے ہر آدمی کو دین کا اتنا علم ضرور ہونا چاہیئے جتنا کہ وعظ و نصیحت کے لئے ضروری ہے اسی طرح عملی حیثیت سے بھی اس میں کوئی نمایاں کمی نہ ہونی چاہیئے۔ پھر جب وہ پھرنے والی تبلیغی جماعتوں میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھتے ہیں جن سے صحیح وضو کرنا بھی نہیں آتا اور جن کی وضع اور صورت بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتی تو ان کے دلوں میں سخت اعتراض پیدا ہوتا ہے —— اسی طرح جب وہ دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے سب سے زیادہ اصرار اس پر کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر اس کام کے لئے باہر نکلیں اور لمبے لمبے سفر کریں تو بھی لوگوں کو حیرت ہوتی ہے۔ اور

---

[1] میں نے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے کسی خاص صحبت یافتہ اور قدیم رفیق سے یہ بات سنی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ "اپنے اس کام کا نام تبلیغ یا تبلیغی جماعت ہم نے نہیں رکھا بلکہ نام رکھنے کے مسئلہ پر ہم نے کبھی غور ہی نہیں کیا بس آپ سے آپ یہ نام چل پڑا۔ اور ایسا مشہور ہوا کہ اب کبھی کبھی ہم بھی یہی نام لیتے ہیں۔"

ان کے دلوں میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب وعظ و نصیحت ہی کرنا ہے اور قرب وجوار میں اور خود اپنے علاقوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن میں یہ کام کرنے کی ضرورت ہے تو یہ لمبے لمبے سفر کیوں کئے جاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کا پیسہ ریل کے کرایوں میں کیوں فضول صرف کرایا جاتا ہے، ــــ؟ بہرحال اس طرح کے سارے اعتراضات صرف اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام وعظ و نصیحت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے یعنی ایک خاص قسم کے دینی اور دعوتی ماحول میں خاص اصولوں کے ساتھ کچھ خاص اعمال واشغال کی پابندی کرتے ہوئے خاص پروگرام کے مطابق زندگی گذارنا جس سے ایمانی کیفیت میں ترقی ہو، دین سے تعلق اور واقفیت بڑھے اعمال واخلاق کی کچھ اصلاح ہو اور دین کے لئے جانی ومالی قربانی کی عادت پڑے، ــــ الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص عملی پروگرام ہے، اور اس لئے ہر مسلمان کو خواہ اس کے عمل وعلم میں کتنی ہی کمی ہو اس کی دعوت دی جاتی ہے بلکہ جہاں تک بس چلتا ہے کھینچنے کی کوشش کی جاتی ہے ــــ اور ان کو ساتھ لینے کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی جاتی بلکہ اس امید پر ان کو لے جایا جاتا ہے کہ انشاء اللہ جماعتی ماحول اور اس کی فضا سے یہ متأثر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جو دراصل ہادی اور مقلب القلوب ہے ہم سب پر اپنا فضل فرمائے گا۔

اس لئے جماعتوں میں ہر طرح کے اور ہر قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

البتہ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ غلطی جماعتوں میں ہوتی ہے کہ عام مجمعوں میں بعض وقت ایسے لوگوں کو بات کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے بلکہ اس کام سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہوتے اور پھر وہ بات کرنے میں اپنے علم کے حد کی بھی پابندی نہیں کرتے لیکن اسکو جیسے آپ غلط سمجھتے ہیں اسی طرح کام کے ذمہ دار حضرات بھی اسکو غلط اور اسکی اصلاح ضروری سمجھتے ہیں جماعتوں کو سفر شروع کرتے وقت جو ہدایتیں دیجاتی ہیں انمیں اس بارہ میں بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ بات کس کو اور کس طرح کرنی چاہئے، ان ہدایتوں کی پوری پابندی ہو تو ایسی غلطیاں نہ ہوں۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں، یہ بات کام کے ذمہ داروں کے لئے بلاشبہ بہت فکر اور توجہ کے لائق ہے خود میری رائے یہ ہے کہ ایسے اہم امور کے بارے میں زبانی ہدایات کے علاوہ اگر کوئی تحریری یادداشت بھی دیدی جایا کرے تو پھر انشاء اللہ ایسی غلطیوں کا بہت کچھ سدِ باب ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد میں آپ کے خط کے سب سے اہم اور آخری جز کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں:۔
آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "تبلیغی جماعت والے دینی مدارس اور اہل مدارس کی مخالفت

کرتے ہیں اور جو لوگ تبلیغی جماعت میں کام کرنے لگتے ہیں ان کا تعلق مدرسوں سے کم ہو جاتا ہے۔"
یہ بات بڑی سنگین ہے ایسی باتوں کو زبان پر یا قلم پر لانے سے پہلے جتنی تحقیق کر لینی ضروری ہے میرا خیال ہے کہ اس کے بغیر آپ نے یہ بات لکھ دی ہے۔ اگر آپ تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے کسی خاص شخص یا چند متعین افراد کے متعلق ایسی بات کہیں تو زیادہ مستبعد نہیں، میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں ان تمام مزاجوں اور خیالوں کے لوگ ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں کے موجودہ معاشرے میں پائے جاتے ہیں لیکن تبلیغی کام کرنے والوں کے متعلق عموم کے ساتھ یہ بات کہنا کہ وہ دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں بڑی زیادتی کی بات ہے۔ آپ نے اتنا تو سوچا ہوتا کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں کتنے ہیں جو خود مدرسے چلا رہے ہیں، یا مدرسوں میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جو اس کام کے روح رواں ہیں اور سب سے بڑے ذمہ دار ہیں ایک مدرسہ (کاشف العلوم) وہ بھی چلا رہے ہیں، جس میں خود بھی پابندی سے درس دیتے ہیں، یہی حال ان کے خاص الخاص رفقاء کار مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب وغیرہ کا ہے، مجھے بھی آپ اس کام سے خاص تعلق رکھنے والوں میں سمجھتے ہیں اور مدارس کی دنیا سے میرا تعلق آپ کو معلوم ہے یعنی یہ کہ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور عاملہ کا رکن ہوں، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی میرا یہی تعلق ہے بلکہ اب تو کچھ عرصہ سے میں نے تدریس کی کچھ ذمہ داری بھی اس میں لے لی ہے اور بھی ایسے بیسیوں حضرات کو آپ جانتے ہوں گے جو اس کام سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور کسی مدرسہ کی ذمہ داری بھی ان پر ہے — ایسی صورت میں یہ کہنا کہ تبلیغی کام کرنے والے دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں کس قدر غلط اور کتنی بے تکی بات ہے، — میرے نزدیک اصل حقیقت اس بارہ میں یہ ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جن کا ذہن کسی وجہ سے مدارس اور اہل مدارس کے خلاف بن چکا ہے اپنے اسی ذہن کے ساتھ اس کام میں لگ جاتے ہیں، اور ان کی زبانوں سے وقتاً فوقتاً ایسی باتیں نکلتی ہیں، اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو دین سے بالکل بے تعلق تھا غفلت اور فراموشی کی زندگی گزار رہا تھا اس کام میں لگنے کے بعد بس اسی کام کو اصل دینی کام اور دینی خدمت سمجھتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ بہت سے علماء اور اہل مدارس جن پر دین کی خدمت کا سب سے زیادہ حق ہے یہ کام نہیں کر رہے ہیں تو اپنی کم علمی اور دینی تربیت نہ پانے کی وجہ سے ان پر اعتراض اور تنقید کرنے لگتا ہے، لیکن میں اپنے معلومات اور تجربوں کی بنا پر وثوق

سے کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا تعلق کام سے جس قدر بڑھتا ہے اور اصل کارکنوں اور ذمہ داروں سے جتنا ان کا اختلاط ہوتا ہے ان کی اس غلطی کی اصلاح ہوتی رہتی ہے، البتہ دوسری علمی و عملی غلطیوں کی طرح اس غلطی کی اصلاح کے لئے بھی یہاں تردید و بحث کا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اپنے طریقہ پر ذہن بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر کامیاب ہوتی ہے، میں ایسے متعدد حضرات کو جانتا ہوں جو پہلے مدارس اور اہل مدارس سے سخت بیزار اور بڑے بیباک معترض تھے۔ لیکن اس کام سے اور پھر کام کے مرکز نظام الدین سے تعلق بڑھنے کے بعد ان کا ذہن بدلا اور وہ مدارس کے قدر شناس اور خادم بن گئے ۔ ہم نے خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ ان سے اور ان کے کام سے تعلق رکھنے والے لوگ حضرات علماء کرام سے اور مدارس سے گہرا عقیدتمندانہ تعلق رکھیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بھی اس کا پورا اہتمام اور اس کی پوری کوشش کرتے ہیں، آپ کو تو معلوم نہ ہوگا لیکن میں بتاتا ہوں کہ ہر مہینہ مولانا موصوف کی خدمت میں مختلف علاقوں اور طبقوں کے نئے نئے سیکڑوں افراد اور بیسیوں پچاسوں جماعتیں آتی ہیں ان کا یہ مستقل معمول ہے کہ اپنے پاس آنے والے ہر اہم فرد اور ہر اہم جماعت کو وہ دیوبند اور سہارنپور حتی الوسع ضرور بھیجتے ہیں تاکہ وہاں کے اکابر کی زیارت بھی کریں اور وہاں کے علمی مراکز دار العلوم اور مظاہر علوم کو بھی دیکھیں اس طرح ہر مہینے اس تبلیغی راستے سے مختلف اقطاع کے سیکڑوں افراد ہمارے ان علمی مرکزوں سے واقف ہوتے ہیں، اور ان کی عظمت اور ہمارے اکابر کی عقیدت اپنے قلوب میں لے کر اپنے علاقوں کو لوٹتے ہیں، ان علمی مرکزوں کی اور ان کے مسلک حق کی یہ ایک ایسی ٹھوس اور خاموش خدمت انجام دی جارہی ہے ........ جو ہم اپنی مساعی سے غالباً کسی طرح بھی انجام ... نہیں دے سکتے تھے۔ خود مولانا محمد یوسف صاحب دیوبند و سہارنپور وغیرہ کے اکابر سے جیسا نیازمندانہ تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کا جو رویہ ہے اس کے معلوم ہونے کے بعد ان سے محبت و عقیدت رکھنے والے کسی شخص کی رائے مدارس اور حضرات اہل مدارس کے خلاف کس طرح ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ اس کام سے مدرسوں کے لئے جو مجموعی فضا بن رہی ہے اس کا احساس تو میرے نزدیک ہر ایک کو ہونا چاہئے معلوم نہیں آپ جیسے حضرات اس کو کیوں نہیں محسوس کرتے میں تو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس تبلیغی کام سے ہمارے مدارس کو بالکل

اس طرح کی مدد مل رہی ہے جس طرح کی مدد بارش کے پانی اور موافق ہواؤں سے کھیتوں اور باغوں کو ملتی ہے میں ایسے سیکڑوں افراد واشخاص بلکہ بہت سے ایسے علاقوں اور طبقوں کو بتاسکتا ہوں جن کا ہمارے دینی مدارس سے کوئی ربط وتعلق نہیں تھا نہ وہ ہمارے اکابر سے آشنا اور واقف تھے، تبلیغی جماعتوں ہی کی آمد ورفت نے ان میں دینی احساس پیدا کیا اور ان ہی کے ذریعہ وہ ہمارے دینی مدارس اور ہمارے اکابر کی دینی خدمات سے واقف ہوئے، پھر وہاں سے طلبہ بھی دینی مدارس میں آنے لگے اور دینی مدارس کی خدمت بھی ہونے لگی۔

اس سلسلہ میں خصوصیت سے یہ بات بھی قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میرا اندازہ ہے ہندوستان کے ہمارے دینی مدارس کو سب سے زیادہ امداد کلکتہ اور بمبئی کے اہل خیر سے ملتی ہے۔ میں رجماً بالغیب نہیں بلکہ اپنے قابل وثوق معلومات کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ان دونوں شہروں سے جس قدر امداد ہمارے دینی مدارس کو تبلیغی جماعت کے کام اور اثر سے پہلے ملتی تھی اب اس سے کئی گنا زیادہ ملتی ہے اور بہت سے اہل مدارس بھی جانتے ہوں گے کہ دینی مدارس کی اس خدمت اور فکرمندی میں زیادہ حصہ ان ہی اہل خیر کا ہے جن کا تبلیغی کام سے بھی خاص تعلق ہے۔

اس سلسلہ میں ایک یہ بات بھی ہم اور آپ جیسوں کے سوچنے کی ہے کہ اب جبکہ مدارس عربیہ کی آبادی صرف ان غریب گھرانوں کے طلبہ سے ہے جو اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کا خرچ برداشت نہیں کرسکتے، حتیٰ کہ ہم لوگ بھی جنھوں نے جو کچھ پایا ہے ان غریب پرور مدرسوں سے پایا ہے، اپنے بچوں کو عزت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے کالجوں میں بھیجنے لگے ہیں تو ایسے وقت میں اس تبلیغی کام کے طفیل بہت سے وہ لوگ جن کا ارادہ اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے یورپ اور امریکہ بھیجنے کا تھا اور ان کو اس کے پورے وسائل بھی حاصل تھے وہ اپنے ان ہی بچوں کو اسکولوں اور کالجوں سے نکال نکال کے ہمارے "دارالعلوموں" میں بھیج رہے ہیں۔

ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ تبلیغی کام اور اس کے کرنے والوں کی جو شکایت آپ نے دینی مدارس سے متعلق کی ہے وہ کس قدر بیجا ہے۔

میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس کام کے کرنے والے فرشتے ہیں یا اس کام میں غلطیاں نہیں ہورہی ہیں۔ بلاشبہ اس کام میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں اور اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں بہت ہی گھٹیا قسم کے افراد بھی ہیں، اس کام کی ساخت ہی ایسی ہے بقول

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے "یہ تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں میلے کچیلے اور غلیظ بھرے گندے ناپاک کپڑے بھی ہیں"۔

لیکن جس قسم کی شکایتیں اور جس انداز میں آپ نے کی ہیں میں ان کو صحیح نہیں سمجھتا مجھے جن غلطیوں کا احساس ہوتا ہے میں کام کرنے والوں کو اپنی بساط کے مطابق ان کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں، ہاں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ باہر کا آدمی ازراہ اخلاص ان کو غلط اور قابل اصلاح سمجھے گا، اور جو کام میں گھسا ہوا ہے اور اس کام کی منطق سے واقف ہے وہ اسے ناگزیر سمجھے گا ایسی چیزوں میں اپنی رائے کے اظہار کے بعد کام کے ذمہ داروں کے علم اور ان کی دیانت پر اعتماد کرنا چاہئے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھنا آپ ضروری سمجھیں اس کام کے مرکز کو دہلی لکھیں مجھے بالکل معذور تصور فرمائیں۔ والسلام

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

Fazaile Toba Wa Istaghfar ISBN 81-7101-113-6 PP 304

# فضائلِ توبہ واستغفار

## مع رسالہ: گناہوں کی فہرست

مولانا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری

اِس کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں توبہ واستغفار کے فضائل اور فوائد ومنافع نیز توبہ کی ضرورت، اہمیت اور توبہ کی حقیقت اور اس کے لوازم، ساتھ ہی توبہ کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات وتنبیہات تفصیل کے ساتھ دی گئی ہیں۔